تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

مرتبین :
محمد صادق قصوری
پروفیسر مجید اللہ قادری







اعلیٰ حضرت نیٹ ورک
Alahazrat Network

تذکرہ
خلفائے اعلیٰ حضرت

مرتبین

محمد صادق قصوری

پروفیسر مجید اللہ قادری

ناشر

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی

اسلامی جمہوریہ پاکستان

کتاب کا نام	خلفائے اعلیٰ حضرت
مرتبین	مولانا محمد صادق قصوری
	پروفیسر مجید اللہ قادری
سال اشاعت	۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء
تعداد	۱۰۰۰
مقام اشاعت	
قیمت	۷۵ روپے

ناشر

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی

۲۳/۴/۷ نشیمن بلڈنگ اسٹریچن روڈ کراچی، اسلامی جمہوریہ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلف

خلفائے اعلیٰحضرت کے تذکرہ کی ضرورت کو کافی عرصے سے علمی دنیا میں محسوس کیا جا رہا تھا کیونکہ اعلیٰ حضرت کے خلفاء کی نہ صرف تعداد کثیر ہے۔ بلکہ خلفاء کی ایک کثیر تعداد نے علمی دنیا میں اور تحریک پاکستان کے حوالے سے سیاست میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان خلفاء کی سینکڑوں نگارشات منظر عام پر آچکی ہیں۔ اور ان کی کاوشیں پاکستان کو وجود بخش چکی ہیں۔ اس لیے ضروری تھا کہ ان کی خدمات اکٹھی محفوظ کر لی جائیں۔ اعلیٰ حضرت کے خلفاء کی صحیح تعداد کا تعین تو نہیں کیا جا سکتا لیکن قرین قیاس سے یہ تعداد ۱۰۰ سے اوپر تجاوز کرتی ہے۔ اس تذکرہ میں اگرچہ ۸۰ خلفاء کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کے حالات و افکار و خدمات کا سراغ لگایا جا سکا مگر ۲۵۔ ۳۰ سے زیادہ نام علم میں آئے ہیں کہ ان کو اعلیٰ حضرت سے خلافت حاصل رہی مگر یا تو ان کے حالات قطعی میسر نہ ہو سکے اور اگر حالات میسر ہوئے بھی تو ان کی خلافت پر شواہد زیادہ حاصل نہ ہو سکے جس کی وجہ سے کئی اہم اور معروف شخصیات کو ان کے خلفاء میں شمار نہیں کیا جا سکا مثلاً مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ، مولانا حشمت علی خان، مولانا حسن رضا خان، مولانا محمد رضا خان، مولانا حکیم محمد عزیز غوث بریلوی، مولانا ایوب علی، مولانا عبدالباری لکھنوی، مولانا عرفان علی بیسل پوری، مولانا سلطان احمد خان وغیرہم۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خلفاء نہ صرف برصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ عرب و افریقہ کے بلاد میں بھی آپ کے خلفاء کی ایک کثیر تعداد پائی جاتی ہے۔ اس تذکرہ میں عرب و افریقہ کے ۲۸ خلفاء کا تذکرہ پیش کیا جارہا ہے اور پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے ۵۲ خلفاء کا تذکرہ شامل کیا گیا ہے۔ خود اعلیٰ حضرت کے قلم سے ان کے خلفاء کی ایک طویل فہرست ملتی ہے جس میں ۵۰ سے زیادہ کا آپ نے تذکرہ فرمایا ہے، ایک منظوم دعا میں آپ نے ۱۴ خلفاء کا ذکر کیا ہے اور ایک "ضروری اعلان" کے تحت ۵۰ خلفاء کا مختصر تعارف کے ساتھ تذکرہ فرمایا ہے لیکن اس اعلان پر اتفاق سے کوئی تاریخ موجود نہیں ہے اس لیے یقیناً اس تحریر کے بعد بھی خلافت عطا فرمائی ہوگی۔ اس لیے ہم یہ تعداد ۸۰ تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے خود اعلیٰحضرت نے اپنی دی ہوئی فہرست میں عرب کے خلفاء کا احاطہ نہیں فرمایا ہے پھر بھی تعداد کا صحیح تعین ممکن نہیں ہے۔ یہاں اعلیٰ حضرت کی دی ہوئی منظوم اور منثور دونوں فہرستیں پیش کی جارہی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

ذکر احباب و دعاء احباب

تیرے رضا پر تری رضا ہو	اس سے غضب تھراتے یہ ہیں
بلکہ رضا کے شاگردوں کا	نام لیے گھبراتے یہ ہیں
حامدٌ[1] منّی و انا منْ حامد	حمد سے ہمد کماتے یہ ہیں
عبدالسلام[2] سلامت جس سے	سخت آفات میں آتے یہ ہیں

۱۔ مولانا حامد رضا خان قادری بریلوی۔

۲۔ مولانا عبدالسلام جبل پوری قادری برکاتی

میرے ظفر[1] کو اپنی ظفر دے — اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں
میرا امجد[2] مجد کا پکا — اس سے بہت کچھ پاتے یہ ہیں
میرے نعیم الدین[3] کو نعمت — اس سے ذلت پاتے یہ ہیں
احمد[4] واشرف حمد و شرف لے — اس سے ذلت پاتے یہ ہیں
مولانا دیدار[5] علی کو — کب دیدار دکھاتے یہ ہیں
مجبور احمد[6] مختار ان کو — کرنا ہے مر جاتے یہ ہیں
عبد علیم[7] کے علم کو سن کر — جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں
اک اک وعظ عبد الاحد[8] پہ — کتنے نتھنے پھلاتے یہ ہیں
بخش رحیم[9] پہ رحمت جس سے — آرے کے نیچے آتے یہ ہیں
جوہر منشی لعل[10] پر ہیرا — کھا مرنے کو منگاتے یہ ہیں۔

---

۱ مولانا ظفر الدین بہاری قادری برکاتی۔
۲ ابوالعلا مولانا محمد امجد علی اعظمی قادری برکاتی
۳ مولانا حافظ محمد نعیم الدین مرادآبادی قادری اشرفی۔
۴ ابوالمحمود احمد اشرفی جیلانی۔
۵ مولانا دیدار علی بن سید نجف علی الوری
۶ مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی قادری برکاتی۔
۷ مبلغ اسلام شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی قادری۔
۸ سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد قادری پیلی بھیتی۔
۹ مولانا محمد رحیم بخش آردی قادری برکاتی۔
۱۰ مولانا حاجی محمد لعل خان مدراسی قادری برکاتی۔

تازہ ضرب شفیع احمد سے　　　　کہنہ بخارا ٹھاتے یہ ہیں
دے حسنینؔ وہ تقبیح ان کو　　　　جس سے برے کھیاتے یہ ہیں
نجد یہ ہیں ہلچل رہے ان کی　　　　جیسے اہل ان پہ چلاتے یہ ہیں
کم کو فزوں افزوں کو فزوں تر　　　　کم دے ترا ہی کھاتے یہ ہیں
اپنوں میں ان کے مثل فزوں کر　　　　ترا ذکر بڑھاتے یہ ہیں
دل میں ہراس نہ لانے دینا　　　　دل میں انی چمکاتے یہ ہیں
ان پہ کرم رکھ سر پہ قدم رکھ　　　　تیرے ہی کہلاتے یہ ہیں
تیرے گدا ہیں تجھ پہ فدا ہیں　　　　تیرا ہی کھاتے گاتے یہ ہیں

صلی اللہ علیک وسلم
بارک شرف مجد کرم

اعلیٰ حضرت نے اس دعا میں صرف ۱۴ خلفاء کا ذکر کیا ہے اور اس ذکر میں خلفاء کے نام میں جو اقتصاد کیا ہے خود اس دعا کے آخر میں ان کلمات سے "اعتذار" فرماتے ہیں۔

اعتذار

اسمائے احباب سلمہم اللہ تعالیٰ میں چھوٹے چھوٹے ناموں پر اقتصاد کیا گیا ہے

۱ـ مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان قادری نوری۔
۲ـ مولانا عبدالباقی برہان الحق جبل پوری قادری برکاتی۔
۳ـ امین الفتویٰ مولانا محمد شفیع احمد بیسل پوری۔
۴ـ مولانا حسنین رضا خان بریلوی ابن مولانا حسن رضا خان بریلوی۔

اس کی ایک وجہ تو نظم کا تنگ دامن ہے۔ دوسرے تقاضائے محبت میں کچھ یوں ہی زیادہ پیارا معلوم ہوا۔ تیسرے یہ سرکار عرش مدار ہیں عرش ہے سرکاروں کے حضور غلاموں کے نام بڑھا کر نہیں لیے جاتے۔ یہاں تک کہ حضرت سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو مسائل بواسطہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ، سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے، جیسے جامع صغیر وغیرہ میں وہاں امام ابو یوسف کا نام لیا۔ محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ کنیت کی تعظیم تھی نام امام کے آگے نہ ذکر کی۔ چنانچہ نام احباب میں رعایت ترتیب میں یہ بھی مانع ہوا۔ کہ اپنے عربی قصائد میں اگرچہ تین سو اشعار تک ہوں التزام ہے کہ قافیہ اصلاً مکرر نہ آئے۔ اردو میں اتنی وسعت کہاں۔ اس قصیدے میں ۱۳۲ قافیے تو اصلاً مکرر نہ ہوتے، باقی میں یہ التزام ہے کہ کوئی قافیہ تو شعر سے پہلے مکرر نہ ہو سکے تو اس کے لحاظ سے اشعار میں فصل لازم کیا۔ پھر اصل بات یہ ہے کہ جس سرکار کی یہ مدح اور اس کے دشمنوں پر قدح ہے اس میں یہ جزئیات ملحوظ احباب بھی نہ ہوں گے کہ اصل مقصود بحمدہ تعالیٰ ہمارا ان کا عین ایمان ہے۔ وللہ الحمد وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وحزبہ اجمعین آمین!

اعلیٰ حضرت کی اس منظوم دعا کے علاوہ ایک اور تحریر میں ۵۰ خلفاء کا ذکر ملتا ہے اس کی ضرورت غالباً یوں پیش آئی کہ کچھ افراد نے اپنے آپ کو اعلیٰ حضرت کا خلیفہ بنا کر عوام الناس کے اعتماد کو مجروح کیا آپ تک جب یہ خبر پہنچی تو اس وقت آپ کو جتنے خلفاء کے نام ذہن میں آئے آپ نے ان کی ایک فہرست مرتب کی اور "ضروری اعلان" کے عنوان سے ایک اشتہار بھی تیار کیا جس میں آپ نے ان خلفاء کا مختصر تذکرہ کیا اور اس بات کی نشاندہی کی کہ میرے

خلفاء کون کون ہیں اور آخر میں یہ بھی لکھا کہ جن کے نام یہاں لکھنے سے رہ گئے ہیں ان کو آئندہ فہرست میں شامل کر لیا جائے گا۔ یہاں صرف پاک و ہند کے علماء کا ذکر ہے یہاں اس اشتہار کو نقل کیا جاتا ہے۔

ضروری اطلاع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

برادرانِ اہلسنت کو اطلاع فقیر کے پاس شکایتیں گزریں بعض صاحب باوصف بے علمی، دنیا طلبی کے لیے وعظ گوئی کرتے ہوئے اکنافِ ہند میں دورہ فرماتے ہیں اور یہاں سے اپنا علاقہ انتساب بتاتے ہیں جس کے سبب فقیر سے محبت رکھنے والے حضرات دھوکا کھاتے ہیں اس شکایت کے رفع کو یہ سطور مسطور۔ یہاں بحمدہ تعالٰی نہ کبھی خدمت دینی کو کسب معیشت کا ذریعہ بنایا گیا نہ احباب علمائے شریعت یا برادرانِ طریقت کو ایسی ہدایت کی گئی بلکہ تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دستِ سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعت دین و حمایت سنّت میں جلب منفعت مالی کا خیال دل میں بھی نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصاً لوجہ اللہ ہو۔ ہاں اگر بلا طلب اہلِ محبت سے کچھ نذر پائیں رد نہ فرمائیں کہ اس کا قبول سنّت ہے۔ یہاں سے نسبت ظاہر فرمانے والے صاحبوں کے پاس فقیر کی دستخطی مہری سند علمی یا اجازت نامہ طریقت ضرور ملاحظہ فرمائیں زبانی دعوے پر عمل پیرا نہ ہوں۔ والسّلام

فقیر احمد رضا عفی عنہ

۱۔ صاحبزادہ جناب مولٰنا الحاج مولوی محمد حامد رضا خان صاحب محلہ سوداگراں۔ بریلی۔ عالم فاضل مفتی کامل مناظر مصنف حامی سنّت ومجاز طریقت ہیں۔

۲۔ صاحبزادہ جناب مولٰنا مولوی محمد مصطفٰے رضا خان صاحب محلہ سوداگراں بریلی، عالم فقیہہ، مصنّف واعظ، مناظر، حامی سنّت و مجاز طریقت ہیں۔

۳۔ جناب مولٰنا مولوی حکیم امجد علی صاحب ساکن اعظم گڑھ وارد حال محلہ سوداگراں بریلی، عالم فقیہہ، مصنّف، واعظ، مناظر حامی سنت و مجاز طریقت۔

۴۔ جناب مولٰنا الحاج الشاہ مولوی سید ابوالمحمود احمد اشرف صاحب، درگاہ شریف کچھوچھہ ضلع فیض آباد (وارث سجادہ) عالم فاصل مناظر واعظ خوش بیان تلمیذ اعلٰحضرت حامی سنّت۔

۵۔ جناب مولٰنا الحاج مولوی احمد مختار صاحب صدیقی ۲۳۶ محلہ مشائخاں میرٹھ عالم فاضل واعظ خوش بیان و مجاز طریقت۔

۶۔ جناب مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب کانپور محلہ فیل خانہ قدیم، عالم و مجاز طریقت۔

۷۔ جناب مولٰنا سید احمد صاحب الوری، صاحبزادہ جناب مولٰنا مولوی سید دیدار علی صاحب عالم مدرس واعظ مناظر مجاز طریقت۔

۸۔ جناب مولٰنا مولوی امام الدین صاحب کوٹلی لوہاراں مغربی ضلع سیالکوٹ عالم واعظ مجاز طریقت۔

۹۔ جناب مولٰنا مولوی احمد بخش صاحب، ڈیرہ غازیخان، عالم فاضل کامل مدرس واعظ، مناظر، مفتی مجاز طریقت،

۱۰۔ جناب مولٰنا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب پشاوری، عالم واعظ مجاز طریقت۔

۱۱۔ جناب مولوی سید احمد حسین صاحب میرٹھ، مجاز طریقت،

۱۲۔ جناب مولٰنا مولوی احمد حسن خان صاحب حیدر آباد، عالم واعظ مجاز طریقت۔

۱۳۔ مداح الحبیب جناب مولوی جمیل الرحمٰن خان صاحب، بریلی محلہ بہاری پور، میلاد خوان خوش الحان مداح سرکار دو جہاں۔

۱۴ جناب مولٰنا مولوی حکیم حبیب الرحمٰن خان صاحب مدرس اوّل مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت، عالم فاضل مدرس مجاز طریقت۔

۱۵ جناب مولانا مولوی حبیب اللہ صاحب خطیب مسجد خیر نگر میرٹھ۔ عالم مجاز طریقت۔

۱۶ جناب مولانا مولوی محمد خلیل الرحمٰن صاحب بہاری مدرس مدرسہ عربیہ مدراس، عالم واعظ مجاز طریقت۔

۱۷۔ جناب مولانا مولوی سید دیدار علی صاحب مفتی جامع آگرہ ساکن الور عالم فاضل مفتی کامل مدرس واعظ مناظر حامی سنّت مجاز طریقت۔

۱۸۔ جناب مولانا مولوی رحم الٰہی صاحب مدرس مدرسہ اہل سنّت محلہ سوداگران بریلی عالم فاضل مدرس مجاز طریقت۔

۱۹۔ جناب مولانا مولوی محمد رحیم بخش صاحب آرہ اعلیٰ مدرس و بانی مدرسہ فیض الغربا، عالم مدرس مفتی مناظر واعظ و مجاز طریقت۔

۲۰ جناب مولانا مولوی سرفراز احمد صاحب محلہ مہکڑی کھوہ مرزا پور، عالم واعظ و مجاز طریقت۔

۲۱ جناب مولانا مولوی شفیع احمد صاحب بیسل پوری مدرس مدرسہ اہلِ سنّت بریلی وامین الفتوٰی بدار الافتا، عالم مفتی واعظ مناظر و مجاز طریقت۔

۲۲۔ جناب مولانا مولوی شمس الدین صاحب ضلع ناگپور قصبہ بانسی علاقہ جودھپور عالم مدرس مجاز طریقت۔

۲۳۔ جناب مولانا مولوی ظہیر الحسن صاحب ساکن اعظم گڈھ، عالم مدرس و مجاز طریقت۔

۲۴۔ جناب مولانا مولوی مظفر الدین صاحب بہاری پروفیسر مدرسہ عربیہ خانقاہ شہسرام، عالم فاضل کامل مفتی، مصنف مدرس مناظر حامی سنت مجاز طریقت ملقب از جانب اعلیحضرت مدظلہ الاقدس بہ ولدی الاعز۔

۲۵ جناب مولانا مولوی محمد عبدالسلام صاحب ملقب از جانب اعلیحضرت بلقب عبدالاسلام عقب کوتوالی جبل پور، عالم فاضل مفتی کامل مناظر مصنف حامی سنت مجاز طریقت۔

۲۶۔ جناب مولانا مولوی حکیم محمد عبدالاحد صاحب خلف الرشید حضرت مولانا محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملقب از جانب اہل سنت مدراس بہ سلطان الواعظین مہتمم مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت، عالم واعظ مناظر مدرس حامی سنت مجاز طریقت۔

۲۷۔ جناب مولانا الحاج المولوی محمد عبدالعلیم الصدیقی ۲۳۹ محلہ مشائخان میرٹھ، عالم فاضل واعظ خوش بیان مجاز طریقت۔

۲۸۔ جناب مولانا المولوی عبدالباقی برہان الحق صاحب صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالاسلام، عالم فاضل مفتی واعظ مصنف مجاز طریقت ملقب از حضرت قبلہ بہ نورعلی۔

۲۹ جناب مولانا مولوی عبدالحکیم خان صاحب ساکن شاہجہان پور ضلع میرٹھ عالم مدرس مصنف صوفی مجاز طریقت۔

۳۰۔ جناب مولانا مولوی عبدالحق صاحب پنجابی مدرس مدرستہ الحدیث، پیلی بھیت، عالم مدرس مفتی مجاز طریقت۔

۳۱۔ جناب مولانا مولوی ابوعبدالقادر عبداللہ صاحب کوٹلی لوہاراں مغربی ضلع سیالکوٹ عالم واعظ مجاز طریقت۔

۳۲ جناب مولانا مولوی حاجی عبدالجبار صاحب بنگالی، عالم مجاز طریقت

۳۳۔ جناب مولانا مولوی حافظ سید عبدالرشید صاحب مظفرپوری، عالم مجاز طریقت۔

۳۴ جناب مولانا مولوی عبدالکریم صاحب چتور گڑھ علاقہ سیواڑ، عالم واعظ، مجاز طریقت۔

۳۵۔ جناب مولانا الحاج مولوی عبدالرحمن صاحب جے پور تکیہ آدم شاہ وارد حال مدینہ طیبہ، عالم مدرس مجاز طریقت۔

۳۶ جناب حاجی عیسیٰ خان محمد صاحب دھورا جی کاٹھیاوار حامی سنت،

۳۷ جناب سیٹھ عبدالستار اسمعیل صاحب گونڈل کاٹھیاوار حال مقیم رنگون، سورتی بازار حامی سنت وفرار دہندہ تھانوی از رنگون۔

۳۸ جناب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ جامع مسجد پیلی بھیت عالم مجاز طریقت۔

۳۹ جناب مولانا مولوی غیاث الدین صاحب بہار، عالم واعظ مجاز طریقت۔

۴۰۔ جناب مولانا مولوی سید فتح علی شاہ صاحب کھروٹہ سیداں ضلع سیالکوٹ عالم واعظ مجاز طریقت۔

۴۱ جناب قاضی قاسم میاں صاحب۔ پوربندر کاٹھیاوار حامی سنت مجاز طریقت۔

۴۲۔ جناب حاجی مولوی منشی محمد لعل خان صاحب ملقب از جانب اعلیٰحضرت بلقب حامی سنت ماحی بدعت ۲۲ زکریا اسٹریٹ کلکتہ، ناصر ملت ماحی

بدعت مجاز طریقت۔

۴۳۔ جناب مولانا مولوی محمد شریف صاحب کوٹلی لوہاراں مغربی ضلع سیالکوٹ عالم واعظ مجاز طریقت۔

۴۴۔ جناب مولانا الحاج المولوی منیر الدین صاحب بنگالی عالم مجاز طریقت۔

۴۵۔ جناب مولانا مولوی محمود جان صاحب جام جودھپور کاٹھیاوار، عالم واعظ مناظر مصنف حامی سنت مجاز طریقت۔

۴۶۔ جناب مولانا مولوی سید محمد ظہیر الدین الہ آبادی عالم مجاز طریقت۔

۴۷۔ جناب مولانا مولوی حکیم محمد نعیم الدین صاحب مہتمم مدرسۂ اہل سنت مراد آباد جو کی حسن خان، عالم فاضل مناظر مصنف واعظ حامی سنت مجاز طریقت۔

۴۸۔ جناب مولانا مولوی حاجی سید نور احمد صاحب چاٹ گام، عالم واعظ مجاز طریقت و مجاز حضرت مفتی حنفیہ مکہ معظمہ شیخ صالح کمال رحمۃ اللہ علیہ

۴۹۔ جناب مولانا مولوی محمد یعقوب علی خان صاحب بلاسپور ضلع رام پور، عالم واعظ مجاز طریقت۔

۵۰۔ جناب حاجی حافظ قاری محمد یقین الدین صاحب ساکن محلہ ملوکپور بریلی امام تراویح اعلیٰحضرت مدظلہ الاقدس مجاز طریقت۔

نوٹ:۔ جن کے نام سے قبل سیریل نمبر ۲ پہ عہ کا نشان بنایا گیا ہے ان کے حالات میسر نہ ہو سکے اس لیے ان کا تذکرہ یہاں شامل نہیں کیا جا سکا۔

جناب صادق قصوری صاحب نے آج سے ۱۰۔ ۱۲ سال قبل خلفاء اعلیٰحضرت کا مسودہ مرتب کیا تھا جس میں انہوں نے عرب و عجم کے ۶۰ خلفاء کا

تذکرہ جمع کیا اس کی کتابت بھی کرائی گئی مگر معاشرے کی ستم ظریفی کی وجہ سے اس کی اشاعت ممکن نہ ہو سکی آپ نے یہ مسودہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے سپرد کر دیا۔ ادارہ کے سرپرست پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی نے اس مسودہ پر نظر ڈالنے کے بعد راقم الحروف کے حوالے کر دیا کہ آپ اس کو نہ صرف مکمل کریں بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ چونکہ بہت سے خلفاء جو اس وقت حیات تھے وصال فرما چکے ہیں ان کے حالات میں تصحیح بھی کریں۔ چنانچہ راقم نے اس مسودہ کی دوبارہ جانچ پڑتال کی اور ۲۰ خلفاء کا اضافہ کیا ساتھ ہی ساتھ ایک کام یہ بھی کیا گیا کہ اس تذکرہ میں جہاں بھی کسی عالم، مفتی یا مشائخ کا نام ہے ان کا بھی مختصر تعارف حاشیہ میں دے دیا گیا ہے اس کی تعداد بھی ۵۰ سے کم نہیں اس لحاظ سے یہ نہ صرف تذکرۂ اعلیٰ حضرت ہے بلکہ ساتھ میں مختصر تذکرہ علماء اہل سنت بھی ہے

تذکرہ میں اس بات کا خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ ماخذ و مراجع مستند ہوں، چنانچہ جتنے بھی معروف و مستند تذکرے حاصل کیے جا سکتے تھے ان کو حاصل کر کے کوشش کی گئی ہے کہ کوئی تذکرہ بے سند نہ رہ جائے جہاں حوالہ موجود نہ پائیں اس کو سینہ بسینہ روایت سمجھیں پھر بھی اگر صاحب نظر کوئی کوتاہی محسوس کریں وہ مولفین کو آگاہ کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جا سکے۔

پروفیسر مجید اللہ قادری

مشمولات

فہرست خلفائے اعلحضرت (عرب و افریقہ)

فہرست خلفائے اعلیٰحضرت (پاک وہند)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ سخن

مشاطہ را بگو کہ در اسباب حُسنِ دوست

چیزے فزوں کند کہ تماشا بما رسد

اعلیحضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز کی ہمہ جہت شخصیت اس چراغ کے مانند ہے جس سے لوگ اکتسابِ نور بھی کرتے رہے اور خود اس چراغ کے نور سے منور ہو کر دوسروں کے لیے روشنی کا ذریعہ بھی بنتے رہے، جب ہم اس عظیم شخصیت کی حیات کا جائزہ لیتے ہیں تو ان کے گرداگرد ایسے تلامذہ، مریدین، خلفاء اور معتقدین کا حلقہ نظر آتا ہے جو اپنے زمانے میں علم و فن اور فضل و شرف کے اعتبار سے بلند مقام کے حامل تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعلیحضرت علم و فضل کے ماہتاب ہیں اور ان کے گرد ان کے نور سے اکتسابِ فیض کرنے والے ستاروں کا ایک جھرمٹ ہے، ماہر رضویات محترم و مکرم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ نے سچ فرمایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی شخصیت علم و فضل کے اعتبار سے ایسی بھاری بھرکم ہے کہ ہر ایک تحقیق و تدقیق کا ایک مستقل عنوان ہے اور یہ ہمارے فاضل نوجوانوں کے لیے

ع

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

تحقیق وتدقیق کے اسی جذبہ کے تحت محقق اور قلمکار حضرات کی ترغیب وتشویق کے لیے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا "خلفاء اعلیٰحضرت" پر ایک اہم کتاب شائع کر رہا ہے۔ ہمیں تحدیثِ نعمت کے طور پر یہ اعتراف کرنے میں کوئی باک نہیں کہ اب تک اس موضوع پر کوئی تصنیف منظرِ عام نہیں آئی ہے۔ خلفاء اعلیٰحضرت کے حالات زندگی کے مطالعہ سے قارئین کرام کو اندازہ ہوگا کہ

ع

این خانہ ہمہ آفتاب است

اور جب خلفاء وتلامذہ کے عز وشرف کا یہ حال ہے تو اس ذات کے مقام ومرتبہ کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے، جس کے فیضانِ نظر نے ان کو علم وفضل کی بلندیاں عطا کی ہیں۔

ع

قیاس کن مراز گلستانِ من

زیر نظر کتاب میں اعلیٰحضرت عظیم البرکت کے ۸۲ خلفاء کا ذکر کیا گیا ہے ان مقدس ہستیوں کے تذکروں کو جمع کرنے اور ان کو ضبط تحریر میں لانے کے لیے محترم محمد صادق قصوری صاحب نے بڑی جانفشانی سے کام کیا ہے پھر اس کی تصحیح، مزید تحقیق، وتدوین اور اضافہ کے سلسلے میں ادارہ کے جنرل سیکرٹری مجتبیٰ پروفیسر مجید اللہ قادری زید مجدہٗ نے مزید کاوشیں کی ہیں۔

ادارہ کے سرپرست اعلیٰ محترم ومکرم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی نے اس کی ترتیب وتدوین میں نگرانی فرمائی اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا ساتھ ہی مبسوط مقدمہ تحریر فرمایا۔

ادارہ اس کاوش وجانفشانی کے لیے ان تینوں حضرات کا ممنون ہے ہم نے ان بزرگوں کے حالات وواقعات مستند ومتحقق ذرائع سے حاصل

کیے ہیں پھر بھی اگر کسی صاحب کو کوئی کوتاہی یا خامی یا کمی نظر آئے تو یہ ہماری کوتاہی تصور کی جائے ۔

اس کے علاوہ ادارہ آفس سکریٹری جناب امتیاز فاروقی صاحب، نائب سیکریٹری جناب اقبال احمد اختر القادری صاحب اور کاتب حضرت مولانا محمد عبدالغفور سیلمانی صاحب کا بھی شکر گذار ہے جن کے تعاون سے تصحیح و طباعت کے مراحل جلد طے ہو گئے۔

ادارہ ان تمام معاونین کا بھی تہہ دل سے سپاس گزار ہے جنہوں نے اس کتاب کی طباعت کے لیے دامے درمے سخنے قدمے ہماری مدد فرمائی اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبول بنائے۔ اور ان تمام حضرات کو جزاءِ خیر عطا فرمائے اور ان کے لیے دنیا و آخرت میں صدقہ جاریہ بنائے (آمین)

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین وبارک وسلم

وجاہت رسول قادری
صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

(خلفائے اعلیٰحضرت) ۱

از:- پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
(سرپرست ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی)

فاضل بریلوی حضرت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز (۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) کو اپنے دور میں جو ہمہ گیر شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی غالباً معاصرین علماء و صوفیہ میں کسی کو حاصل نہ ہو سکی۔ آپ کے خلفاء کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ ایک طرف صوبۂ مدارس میں صوبۂ بنگال اور صوبہ بہار میں آپ کے خلفاء پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف صوبۂ پنجاب، صوبۂ سرحد اور بلوچستان اور تیسری طرف صوبۂ سندھ (پاکستان) اور صوبۂ راجستھان میں۔ صوبۂ سی پی اور یوپی تو گویا آپ کے زیر نگیں تھے۔ دائرہ خلفاء کی یہ ہمہ گیری شاید معاصرین صوفیہ میں کسی کو حاصل نہ ہو سکی۔ آپ کے خلفاء پاک و ہند میں مختلف شہروں میں موجود تھے۔ مثلاً بنگلور، مدارس، کلکتہ، عظیم آباد، جبل پور، آرہ، محمود آباد، میرٹھ، مراد آباد، بجنور، نگینہ، باندہ، اعظم گڑھ، کچھوچھہ، پیلی بھیت، الور، پرتاب گڑھ، کوٹلی لوہاران، کراچی، کھروڈہ، سیالکوٹ، لاہور، آگرہ، مکھڈ وغیرہ وغیرہ۔ پھر نہ صرف پاک و ہند بلکہ بلاد عرب، افریقہ اور انڈونیشیا وغیرہ میں بھی آپ کے خلفاء موجود تھے۔ مثلاً مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، طرابلس، نابلس وغیرہ ۲

ظاہر ہے کہ ان خلفاء نے عمومی طور پر حضرت فاضل بریلوی کے پیغام کو کہاں کہاں پہنچایا ہوگا! یہی وجہ ہے پاک و ہند میں کوئی ایسا شہر نہیں جہاں آپ کے معتقد اور جاں نثار موجود نہ ہوں۔

آپ کے خلفاء میں حضرت مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ (مزار مبارک مدینہ منورہ) اور حضرت علامہ مفتی ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (مزار مبارک مدینہ منورہ) کے مریدین و معتقدین تو تقریباً تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں خصوصاً ان ممالک میں بکثرت ہیں۔ ترکی، شام، مصر، عراق، یمن، لیبیا، الجزائر، سوڈان، افریقہ اور انگلستان۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت فاضل بریلوی کی شہرت و مقبولیت میں انکے محیّر العقول علم و فضل اور روحانیت کے علاوہ انکے خلفاء کی مساعی کا پورا پورا دخل ہے۔ ایک بات اور قابل توجہ ہے اکثر بزرگوں کے خلفاء میں چند ہی چمکتے ہیں، سب کے سب نہیں چمکتے۔ لیکن فاضل بریلوی کے بیشتر خلفاء علم و عمل کے درخشاں آفتاب نظر آتے ہیں، اس سے خود فاضل بریلوی کی عظیم شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ عظیم انسان ہی عظیم تاثیر رکھتے ہیں۔

حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت بڑی متحرک اور فعال ہے (DYNAMIC) تھی اس بلا کی حرکت اور جہد و عمل کی قوت معاصرین میں نظر نہیں آتی۔ آپ نے یہی جذبۂ عمل اپنے خلفاء میں منتقل کیا چنانچہ اکثر خلفاء علم و عمل کا روشن مینارہ نظر آتے ہیں۔ انہوں نے پاک و ہند اور بیرونی دنیا کے گوشہ گوشہ میں اسلام کا پیغام پہنچایا اور مسلک اہل سنت و جماعت کی اشاعت کی اور ملت اسلامیہ کو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا سچا فدائی و پرستار بنایا۔ انھوں نے اس مقصد کے لئے تبلیغی دورے کئے۔ تعلیمی اور فلاحی ادارے قائم کئے، اخبارات و رسائل جاری کئے۔ جن خلفاء نے تعلیمی اور فلاحی ادارے قائم کئے ان میں سے چند ایک یہ ہیں:۔

۱۔ حضرت مولانا میر مومن علی مومن جنیدی علیہ الرحمۃ

آپ نے ناگپور میں علی گڑھ کے توڑ پر مدرسۃ العلوم مسلمانان قائم کیا جو غالباً سی پی میں پہلا دینی مدرسہ تھا۔

۲۔ قاضی عبدالوحید عظیم آبادی علیہ الرحمۃ (۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء) آپ نے عظیم آباد (بہار) میں مدرسۂ حنفیہ قائم کیا اسی مدرسہ کے پہلے سالانہ اجلاس میں حضرت فاضل بریلوی نے

شرکت فرمائی، حضرت مولانا عبدالمقتدر بدایونی علیہ الرحمۃ نے اس اجلاس میں حضرت فاضل بریلوی کو "مجدد مائۃ حاضرہ" کے لقب سے پہلے پہل یاد کیا جس پر بعد میں علماء حرمین شریفین نے صاد کیا، مثلاً یہ علماء:-

شیخ موسیٰ علی شامی، شیخ حسن بن عبدالقادر، سید اسمٰعیل بن خلیل وغیرہ

۳۔ مولانا رحیم بخش آروی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۴۳-۴ھ / ۱۹۲۵ء)

آپ نے آرہ (بہار) میں "مدرسہ فیض الغرباء" قائم کیا، مشہور و معروف مؤرخ و ادیب سید سلیمان ندوی آپ کے تلامذہ میں تھے۔

۴۔ مولانا سید دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء)

آپ نے الور (راجستھان) میں ۱۹۰۷ء میں مدرسہ قوت الاسلام قائم کیا، پھر ایک عرصہ بعد ۱۹۲۴ء میں لاہور (پنجاب) میں دارالعلوم حزب الاحناف کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم کیا جس نے پاک و ہند میں گراں قدر خدمات انجام دیں اور دے رہا ہے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے پاکستان کے جلیل القدر عالم و مفتی حضرت مولانا سید احمد ابوالبرکات علیہ الرحمۃ (جو خود حضرت فاضل بریلوی کے خلیفہ تھے) اس ادارے کے نگراں اور ناظم اعلیٰ رہے اب ان کے صاحبزادے مولانا مفتی محمود احمد رضوی مدظلہ اس کام کو بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔

۵۔ مولانا شاہ احمد مختار صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء)

آپ نے میرٹھ اور ڈربن میں یتیم خانے قائم کئے اور برما میں ایک اسکول قائم کیا اس کے علاوہ مانڈو میں ایک دینی درسگاہ قائم کی۔

مولانا محمد حبیب الرحمٰن علیہ الرحمۃ (م ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء)

آپ نے ۱۹۲۴ء میں پیلی بھیت میں آستانہ شیریہ کے نام سے ایک عربی مدرسہ قائم کیا۔

۷۔ مولانا شاہ محمد حبیب اللہ میرٹھی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء)

آپ نے میرٹھ میں "مسلم دار الیتامی والمساکین" قائم کیا۔

۸۔ مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء)

آپ نے بریلی شریف میں مدرسہ منظر اسلام کے قیام میں پوری کوشش کی۔

آپ ہی کے صاحبزادے علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری (رحمۃ اللہ علیہ) نے کراچی میں دار العلوم امجدیہ کے نام سے ایک عظیم الشان دینی مدرسہ قائم کیا جو نہایت اہتمام سے چل رہا ہے اور ملک کے ممتاز دینی مدرسوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

۹۔ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء)

آپ نے ۱۹۲۸ء میں مراد آباد میں مدرسہ انجمن اہل سنت وجماعت کی بنیاد رکھی ۱۳۵۲ھ میں یہ مدرسہ جامعہ نعیمیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس ادارے نے قابل ذکر خدمات انجام دیں، اسی ادارے کے تربیت یافتہ پاکستان میں پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد ۱۹۴۷ء میں آپ نے جامعہ نعیمیہ کے نام سے لاہور میں ایک دینی مدرسے کی بنیاد رکھی جو آج پاکستان کے معروف دینی اداروں میں شمار کیا جاتا ہے اور اس وقت اس کے مہتمم ونگراں حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی مدظلہ العالی ہیں۔ (ممبر اسلامی نظریاتی کونسل)

۱۰۔ مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ (م ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۴ء)

آپ نے تقسیم ملک کے بعد کراچی میں ایک علمی و تبلیغی ادارہ قائم کیا، آپکے فرزند ارجمند علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہ نے اس کو فروغ دیا، انٹرنیشنل اسلامک مشنریز گلڈ اور "ورلڈ اسلامک مشن" کی بنیاد رکھی اول الذکر کا صدر دفتر کراچی میں ہے اور موخر الذکر کا بریڈ فورڈ (انگلستان) ہے۔ اور شاخیں پاکستان اور دنیا کے دوسرے ممالک میں ہیں۔

حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ کے فرزند نسبتی ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء) نے جامعہ علیمیہ کے نام سے کراچی میں ایک دینی ادارہ قائم کیا جو اپنی نوعیت کا واحد دینی ادارہ ہے، مرحوم نے ایک

ادارہ" ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن" کے نام سے بھی کراچی میں قائم کیا تھا۔ مفتی اعظم مفتی محمد مصطفےٰ رضاخاں کے خلیفہ اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضاخاں رحمۃ اللہ علیہ کے مرید مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی زید مجدہٗ نے ماریشس (افریقہ) کے شہر پورٹ لوئیس میں سنی رضوی سوسائٹی (جس کی شاخیں انگلینڈ، افریقہ اور پاکستان کے مختلف شہروں میں قائم ہیں) اور رضا اکیڈیمی کے نام سے علمی ادارے قائم کئے ہیں۔ بخوف طوالت یہاں صرف چند مدارس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

صوبۂ پنجاب

(۱) مدرسہ حزب الاحناف (لاہور) (۲) جامعہ نظامیہ رضویہ (لاہور) (۳) جامعہ نعیمیہ (لاہور) (۴) دارالعلوم رضویہ حنفیہ (عارف والا) (۵) دارالعلوم حنفیہ فریدیہ (بصیرپور) (۶) جامعہ قادریہ رضویہ (فیصل آباد) (۷) جامعہ نوریہ رضویہ (فیصل آباد) (۸) جامعہ رضویہ منظر الاسلام (فیصل آباد) (۹) مدرسہ انوار العلوم (ملتان) (۱۰) مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد (ملتان) (۱۱) مدرسہ منظر العلوم (ملتان) (۱۲) جامعہ محمدیہ (محمدی شریف) (۱۳) دارالعلوم حنفیہ (سیالکوٹ) ۱۴۔ مدرسہ اویسیہ رضویہ (بہاولپور) (۱۵) جامعہ رضویہ ضیاء العلوم (راولپنڈی)
۱۶۔ مدرسہ اشرف المدارس (اوکاڑہ) (۱۷) مدرسہ منظریہ امدادیہ (بندیال)
۱۸۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ (بھیرہ) (۱۹) دارالعلوم جامعہ حنفیہ قادریہ (محبوب آباد)

صوبہ سندھ

۲۰۔ دارالعلوم امجدیہ (کراچی) ۲۱۔ دارالعلوم نعیمیہ (کراچی) ۲۲ جامعہ تعلیمات اسلامیہ (کراچی) ۲۳۔ دارالعلوم حامدیہ رضویہ (کراچی) (۲۴) جامعہ رضویہ علیمیہ (کراچی) ۲۵۔ جامعہ نوریہ رضویہ (کراچی) ۲۶ شمس العلوم جامعہ رضویہ (کراچی) ۲۷ جامعہ فریدیہ رضویہ (کراچی) ۲۸۔ دارالعلوم سبحانیہ قادریہ (کراچی) ۲۹۔ جامعہ رضا (کراچی) ۳۰ جامعہ

مجددیہ نعیمیہ (کراچی) ۳۱۔ رکن الاسلام جامعہ مجددیہ (حیدرآباد) ۳۲۔ دار العلوم احسن البرکات (حیدرآباد) ۳۳۔ جامعہ غوثیہ رضویہ (سکھر) ۳۴۔ جامعہ راشدیہ (پیر جوگوٹھ)

صوبہ سرحد

۳۵۔ دار العلوم قادریہ (مردان) ۳۶۔ جامعہ غوثیہ (پشاور) ۳۷۔ مدرسہ غوثیہ محمودیہ (مدین)

صوبہ بلوچستان

۳۸۔ مدرسہ غوثیہ رضویہ (کوئٹہ) ۳۹۔ دار العلوم قادریہ قاسمیہ (خضدار) ۴۰۔ دار العلوم قاسمیہ (سبی) ۴۱۔ دار العلوم غوثیہ رضویہ (خضدار)

آزاد کشمیر

۴۲۔ مدرسہ جامعہ حنفیہ (بھمبر) ۴۳۔ سنی حنفی دار العلوم (عباس پور) ۴۴۔ دار العلوم محمدیہ نظامیہ (میرپور)

یہ تو صرف پاکستان کے معدودے چند مدارس عربیہ کی فہرست ہے۔ اگر اس فہرست میں پاکستان کے تمام سنی دینی مدارس اور ہندوستان و دیگر ممالک کے سنی ادارے شامل کرلئے جائیں تو یہ فہرست ایک قاموس کی شکل اختیار کرجائے گی۔ ضرورت ہے کہ کوئی فاضل اس طرف متوجہ ہوں اور حضرت فاضل بریلوی کے زیر اثر جن مدارس نے تشکیل پائی ہے ان کی ایک جامع اور مستند تاریخ مرتب کریں۔

(۴)

علمی اور تدریسی میدان کے علاوہ فاضل بریلوی کے خلفاء نے صحافتی میدان میں قابل ذکر خدمات انجام دیں خود فاضل بریلوی کی ادارت میں ماہنامہ "الرضا" بریلی سے جاری ہوا جس کے متعلق مولانا محمد شبلی نعمانی (مصنف سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم) لکھتے ہیں:

مولینا صاحب کی زیر سرپرستی ایک ماہوار رسالہ "الرضا" بریلی سے نکلتا ہے جس کی چند سطیں بغور و خوض دیکھی ہیں، اس میں بلند پایہ کے مضامین شائع ہوتے ہیں (الندوۃ، اکتوبر ۱۹۱۴ء، ص ۱۷ بحوالہ انوار الصوفیہ (قصور) جنوری و فروری ۱۹۷۶ء ص ۳۳)

خلفاء میں جن حضرات نے میدان صحافت میں قدم رکھا اُن میں سے چند کی تفصیل یہ ہے:۔

۱۔ قاضی عبدالوحید عظیم آبادی نے ۱۳۱۵ھ میں "مخزن تحقیق" جاری کیا جو بعد میں "تحفہ حنفیہ" کے نام سے مشہور ہوا۔

۲۔ مولانا شاہ احمد مختار میرٹھی نے افریقہ سے ایک گجراتی اخبار "الاسلام" کے نام سے جاری کیا گیا۔

۳۔ مولانا احمد حسین امروہوی (م ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء) نے ۱۸۹۴ء میں امروہہ میں پہلا پریس قائم کیا اور ایک رسالہ "گلدستہ نسیم چمن" جاری کیا۔

۴۔ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی نے مراد آباد سے "السواد الاعظم" جاری کیا۔ جس نے ملک کی سیاسی اور دینی فضا پر بہت اچھا اثر مرتب کیا۔ موصوف ہی کے تلمیذ رشید مفتی محمد حسین نعیمی لاہور سے ماہنامہ "عرفات" نکال رہے ہیں اور دوسرے شاگرد رشید علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب بھیرہ سے ماہنامہ "ضیائے حرم" نکال رہے ہیں۔ کراچی کا ماہنامہ "ترجمان اہلسنت" پہلے پہل غالباً علامہ مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ کی کوشش سے جاری ہوا تھا۔

۵۔ مولانا محمد شریف کوٹلوی علیہ الرحمہ (م ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء) نے امرتسر سے ہفتہ روزہ "الفقیہ" جاری کیا، آپ ہی کے صاحبزادے مولانا ابوالنور محمد بشیر سیال کوٹی نے کوٹلی لوہاراں سے ماہنامہ "ماہ طیبہ" جاری کیا جو غالباً بند ہو گیا ہے۔

۶۔ علامہ سید احمد ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور سے ماہنامہ "رضوان"

۷۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے علامہ شاہ احمد نورانی نے کراچی سے اخبار "المدینہ" جاری کیا موصوف ایک انگریزی ماہنامہ

"THE MESSAGE INTERNATIONAL"

بھی جاری کر رہے ہیں۔ اور آپ ہی کی کوشش سے بریڈ فورڈ (انگلستان) میں "ورلڈ اسلامک مشن" کا صدر دفتر قائم ہوا۔ جہاں سے الدعوۃ الاسلامیہ نکل رہا ہے مولانا عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ کے فرزند نسبتی ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری نے جامعہ علیمیہ سے ماہنامہ "THE MINART" جاری کیا۔

مندرجہ بالا اخبارات و رسائل کے علاوہ پاکستان کے مختلف شہروں سے بہت سے رسائل نکل رہے ہیں جو فاضل بریلوی کے خلفاء اور تلامذہ کے زیر اثر ہیں۔

مثلاً:۔

۱۔ ماہنامہ الحسن (پشاور)
۲۔ ماہنامہ تاج (کراچی)
۳۔ ماہنامہ نور اسلام (شرقپور)
۴۔ ماہنامہ فیض رضا (فیصل آباد)
۵۔ ماہنامہ سلسبیل (لاہور)
۶۔ ہفت روزہ مبصر (فیصل آباد)
۷۔ ماہنامہ رضائے مصطفٰے (گوجرانوالہ)
۸۔ پندرہ روزہ سواد اعظم (لاہور)
۹۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ (قصور)
۱۰۔ ہفت روزہ الہام (بہاولپور)
۱۱۔ ماہنامہ مہر و ماہ (لاہور)
۱۲۔ ماہنامہ سلطان العارفین (گگھڑ)
۱۳۔ ماہنامہ نعت (لاہور)

ہندوستان اور انگلستان میں بھی اہلسنت کے اخبارات و رسائل نکل رہے ہیں ان میں چند ایک یہ ہیں:۔

۱۔ ماہنامہ استقامت (کانپور)
۲۔ ماہنامہ نوری کرن (بریلی)
۳۔ ماہنامہ پاسبان (الہ آباد)
۴۔ ماہنامہ اعلیحضرت (بریلی)
۵۔ ماہنامہ المیزان (بمبئی)
۶۔ ماہنامہ اشرفیہ (مبارکپور اعظم گڑھ)

۷۔ ماہنامہ مولوی (دہلی) ۱۲۔ ماہنامہ حجاز (لندن)
۸۔ ماہنامہ سلطان الہند (اجمیر شریف) ۱۳۔ ماہنامہ اسلامک ٹائمز
۹۔ پندرہ روزہ (سری نگر کشمیر) ۱۴۔ ماہنامہ قاری (دھلی)
۱۰۔ ماہنامہ سنی دنیا (بریلی) ۱۵۔ فیض الرسول (براؤن)
۱۱۔ ماہنامہ حجاز جدید (نئی دہلی)

حضرت فاضل بریلوی کے خلفاء نے تبلیغی، تدریسی، صحافتی اور تصنیفی میدانوں کے علاوہ سیاسی میدان میں قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں۔ چنانچہ تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک شدھی، تحریک پاکستان وغیرہ آپ کے صاحبزادگان اور خلفاء نے جو خدمات انجام دی ہیں ناقابلِ فراموش ہیں۔ ان حضرات میں یہ قابلِ ذکر ہیں :۔

۱۔ حضرت سید محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ ۲۔ حضرت مولانا محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ ۳۔ حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمہ ۴۔ پروفیسر سید سلمان اشرف علیہ الرحمہ ۵۔ مولانا شاہ احمد مختار صدیقی علیہ الرحمہ ۶۔ مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ ۷۔ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ ۸۔ مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ ۹۔ مولانا عبدالسلام باندوی علیہ الرحمہ ۱۰۔ مفتی غلام جان ہزاروی علیہ الرحمہ ۱۱۔ مولانا ابوالبرکات سید احمد علیہ الرحمہ ۱۲۔ سید فتح علی شاہ علیہ الرحمہ ۱۳۔ مفتی محمد برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ ۱۴۔ مولانا عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمہ ۱۵۔ مولانا تقدس علی خاں علیہ الرحمہ ۱۶۔ مولانا عارف اللہ شاہ میرٹھی علیہ الرحمہ ۱۷۔ مولانا عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمہ۔

مولانا برہان الحق نے مسلم لیگ اور پاکستان کے لیے جو خدمات انجام دیں اس کا کچھ اندازہ مکاتیب بہادر یار جنگ سے ہوتا ہے۔ نواب بہادر یار جنگ (م ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء) اپنے مکتوب (محررہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۲ء) میں مفتی برہان الحق کو لکھتے ہیں :۔

یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ حضرات نے آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے

اجلاس کی ذمہ داری بھی اپنے اوپر لے لی ہے۔ میں اس عنایت کے لئے سب کا ممنون ہوں۔ [۳۶]

فاضل بریلوی کے خلفاء نے تحریک پاکستان میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اس کا آغاز خود فاضل بریلوی نے کیا تھا چنانچہ ۱۸۹۵ء میں عظیم آباد (پٹنہ) میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی جس میں آپ نے برطانوی اور ہندو سامراج کے خلاف مسلمانوں کو اتحاد اسلامی پر منظم ہونے کی ہدایت فرمائی اور دو قومی نظریہ کی وضاحت کی پھر ۱۹۲۰ء میں ایک محققانہ رسالہ المحجۃ المؤتمنۃ لکھ کر مزید وضاحت کی۔ [۳۷]

حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی وفات کے تقریباً پانچ برس بعد ۱۹۲۵ء میں ان کے خلیفہ مولینا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کی مساعی سے آل انڈیا سنی کانفرنس کا چار روزہ اجلاس (۱۷-۱۸-۱۹-۲۰ مارچ) مراد آباد (یوپی بھارت) میں منعقد ہوا [۳۸] اجلاس کی صدارت حضرت سید شاہ علی حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے فرمائی۔ کانفرنس کے مستقل صدر کے فرائض حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری علیہ الرحمہ نے انجام دیئے [۳۹] اور مجلس استقبالیہ کے صدر حضرت فاضل بریلوی کے شہزادے اور خلیفہ حضرت مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ مقرر ہوئے۔ جن سیاسی و مذہبی اور معاشرتی پس منظر میں اور جن مقاصد کے تحت یہ اجلاس منعقد کیا گیا مندرجہ بالا حضرات کے صدارتی خطبوں کے مطالعہ سے ان کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ بالخصوص حضرت مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کا خطبہ نہایت ہی اہم ہے [۴۰]

پھر جب ۱۹۴۰ء میں اقبال پارک (لاہور) میں "قرارداد پاکستان" پیش کی گئی تو علمائے اہل سنت و جماعت کے قائد مولانا محمد عبد الحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) نے اس کی پرزور تائید کرتے ہوئے بڑی مؤثر تقریر فرمائی تحریک پاکستان کے سلسلے میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں ۱۹۴۶ء میں بنارس میں سہ روزہ آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس میں پانچ ہزار سے زیادہ علماء و مشائخ

اہل سنت وجماعت نے شرکت کی اور حاضرین کی تعداد تو لاکھوں سے متجاوز تھی

الغرض آل انڈیا سنی کانفرنس نے ۱۹۲۵ء میں جس شاندار طریقے سے اپنی کوشش کا آغاز کیا ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا اجلاس بنارس اس کا نقطۂ عروج ثابت ہوا۔ افسوس اس کانفرنس کی کارکردگی کی تفصیلی رپورٹ مرتب نہیں کی گئی تاکہ عالمی مورخوں کے سامنے پاکستان کا حقیقی پس منظر آتا۔ بات اتنی پرانی ہوگئی کہ اب جو حقائق و انکشاف کئے جاتے ہیں تو بعض حلقے اس عمل کو تاریخ گھڑنے سے تعبیر کرتے ہیں بیشک لاعلمی کی بنا پر کہتے ہیں اگر ان کو پوری طرح حقائق کا علم ہوجائے تو ہرگز ایسی باتیں نہ کہیں۔

پیش نظر کتاب میں حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے تقریباً ۸۲ خلفاء کا ذکر کیا گیا ہے جو پاک و ہند اور ممالک اسلامیہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ بعض کے حالات مفصل ہیں بعض کے مجمل اور بعض کے بہت ہی مجمل۔ لیکن اگر تلاش و جستجو جاری رہی تو انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ ایڈیشن میں بہت سے اضافے متوقع ہیں

حوالہ جات

ؔ۱ حضرت فاضل بریلوی کے خلفاء کے متعلق مزید تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ سے رجوع کریں :۔

(ا) احمد رضا خاں : الاجازۃ الرضویہ لبجل مکۃ البھیہ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) قلمی

(ب) حامد رضا خاں : الاجازۃ المتینہ لعلماء مکۃ والمدینہ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) قلمی

(ج) محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں

مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء

ؔ۲ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے انگریزی میں ایک بے نظیر و بے مثال کتاب لکھی ہے، عنوان یہ ہے۔

the quranic foundation and structure of Muslim society Karachi -1974)

اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی فرماتے ہیں :۔

one of the finest contribution that had ever mate to the underst-ending of Islam-

اس تبصرے سے اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے

ؔ۳ مارچ ۱۹۷۶ء میں ماہنامہ المیزان کا امام احمد رضا نمبر ۶۴۲ صفحات پر نہایت آب و تاب سے شائع ہوا ہے۔

ؔ۴ ان خلفاء میں سے بیشتر حضرات راقم کے والد ماجد حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی قدس سرہ العزیز سے عقیدت رکھتے تھے۔ اور دہلی تشریف لاتے تھے۔ راقم نے بھی زیارت کی ہے بالخصوص حضرت مولانا محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی رحمہ اللہ

تعالیٰ حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد علیہ الرحمہ کی زیارت اور محبت سے مستفیض ہوا ہوں۔ مسعود

۵؎ آپ نے ۱۹۳۰ء میں ہندو مسلم اکثریت کی بنیاد پر ہندوستان کی تقسیم کی تجویز پیش کی (السواد الاعظم مراد آباد ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۰ء)

۶؎ مکاتیب بہادر یار جنگ، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۷ء ص ۴۰۵

۷؎ رئیس احمد جعفری، اوراق گم گشتہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۲۲۷-۳۰۵

۸؎ آل انڈیا سنی کانفرنس کی تفصیلی رپورٹ ماہنامہ اشرفی (ص ۱۳ تا ۲۱) بابت شوال المکرم ۱۳۴۳ھ بمطابق مئی ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی تھی۔ محترم مولانا محمد جلال الدین قادری زید مجدہ کی عنایت سے اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں میسر آگئی ہیں۔ اس کانفرنس میں پاک و ہند کے تقریباً ۳۰۰ علماء شریک ہوئے۔ مسعود

۹؎ حضرت سید شاہ علی حسین محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ کا خطبۂ صدارت الخطبۃ الاشرفیہ کے عنوان سے ماہنامہ اشرفی بابت مئی ۱۹۲۵ء میں شائع ہو گیا تھا۔ مسعود

۱۰؎ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمہ کا خطبۂ صدارت ملفوظات امیر ملت (مرتبہ منور حسین، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۷۱ تا ۲۰۰) میں شائع کر دیا گیا ہے۔

۱۱؎ یہ خطبہ، خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ کے نام سے ۱۹۲۵ء میں بریلی سے شائع ہوا۔ اس کے ایک ناقص الآخر نسخہ کی نقل محترم مولانا محمد جلال الدین قادری زید مجدہ نے سرائے عالمگیر (گجرات) سے ارسال فرمائی۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ مسعود

خلفائے اعلیٰ حضرت

(عرب وافریقہ)

السید اسمٰعیل خلیل مکی آفندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی سید اسمٰعیل اور والد گرامی کا نام مبارک سید خلیل تھا۔ آپ حرم پاک کے کتب خانہ کے محافظ تھے۔ حضرت مولانا عبد الحق مہاجر الٰہ آبادی سے شرفِ تلمذ تھا۔ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو قیام حرم شریف کے دوران امام اہلسنّت رضی اللہ عنہ سے خلافت و اجازت کی سعادت حاصل کی۔ آپ کے چھوٹے بھائی سید مصطفےٰ خلیل آفندی کو بھی اعلیٰحضرت قدس سرہٗ سے اجازت و خلافت تھی۔

حضرت سید اسمٰعیل خلیل اجازت سے قبل دیگر اعاظم علمائے کرام کی طرح اعلیٰحضرت سے غائبانہ خلوص و عقیدت رکھتے تھے۔ اس کے سبب آپ کا فتویٰ مسمّٰی بہ "فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین" تھا۔[1]

---

[1] الملفوظ: حصہ دوم، ص: ۸،

نوٹ: "علمائے ندوہ" صلح کل کے داعی تھے۔ اور ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتے تھے، خواہ اس کے عقائد کچھ بھی کیوں نہ ہوں، ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء میں کانپور مدرسہ فیضِ عام میں بہت سے علماء کا اجتماع ہوا جس کے مقاصد یہ تھے کہ مسلمانوں کو متحد کیا جائے۔ ان کی اصلاح کی جائے اور علماء کے مختلف طبقوں کو قریب لایا جائے۔ اس ادارے میں مفتی احمد رضا خاں بھی تشریف لائے۔ لیکن ندوہ کی غیر واضح فکری تحریک سے الگ ہو گئے اور ندوۃ العلماء کے رد میں ایک رسالہ "التحفۃ الحنفیہ" جاری کیا۔ اس کے علاوہ اپنا فتویٰ مع دیگر علماء کی تصدیقات کے موسوم "الجام السنۃ لاہل الفتنۃ" ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء کو علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا۔ اس پر ان کی تصدیقات حاصل کیں۔ ۱۳۱۷ھ میں یہ تصدیقات "فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین" کے نام سے شائع کیں۔ (جاری ہے)

سنہ ۱۳۲۳ھ حج سے قبل "سید اسمٰعیل" کی بالمشافہ ملاقات، اعلیحضرت قدس سرہٗ سے نہ ہوئی تھی۔ پہلی ملاقات کتب خانہ حرم محترم میں ہوئی اس ملاقات کا واقعہ حضور اعلیحضرت کی زبانی سُنیے:

اس وقت (فتاوی الحرمین کی طباعت سنہ ۱۳۱۷ھ) سے مولیٰ عزوجل نے اس ذرۂ بے مقدار کی کمال محبت و وقعت ان جلیل قلوب میں ڈال دی تھی مگر مُلاقات ظاہری نہ ہوئی تھی۔ حضرت مولانا موصُوف (سید اسمٰعیل) سے کچھ کتابیں مُطالعہ کے لئے نکلوائیں۔ حاضرین میں سے کسی نے اس مسئلہ کا ذکر کیا کہ "قبل زوال رمی کیسی" مولانا نے فرمایا "یہاں کے عُلمار نے جواز پر فتویٰ دیا ہے"۔ حامد رضا خاں سے اس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مجھ سے استفسار ہوا۔ مَیں نے کہا "خلافِ مذہب ہے"۔ مولانا سید صاحب نے ایک متداول کا نام لیا کہ "اس میں جواز کو علیہ الفتویٰ" لکھا ہے"۔ مَیں نے کہا "ممکن ہے روایت جواز ہو مگر علیہ الفتویٰ ہرگز نہ ہوگا"۔ وہ کتاب لے آئے، مسئلہ نکالا اور اسی صُورت نکلا جو فقیر نے

(بقیہ گذشتہ صفحہ) یہ ساری تفصیل حکیم عبدالحئی لکھنوی نے نزھۃ الخواطر جلد ششم میں لکھی ہے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ علمار دیوبند بھی اس تحریک اور اس کے بانی کے سخت مخالف تھے۔ چنانچہ مفتی کفایت اللہ نے اپنے فتوے مطبوعہ تحفہ ہندیہ پریس دہلی سنہ ۱۳۲۲ھ میں دارالندوہ کے روح رواں مولوی شبلی نعمانی پر سخت تنقید کی اور ان کو معتزلہ اور ملاحدہ میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح جناب انور شاہ کشمیری نے بھی مقدمہ مشکلات القرآن ص: ۳۲، میں مولوی شبلی نعمانی کے لئے بہت سخت جملے استعمال کئے ہیں، (فاضل بریلوی علمار حجاز کی نظر میں سوانح اعلیحضرت)۔ فتاوی الحرمین رد ندوہ میں اٹھائیس سوال وجواب پر مشتمل ہے، جسے آپ نے بیس گھنٹے سے کم وقت میں لکھا۔ علمائے حرمین نے اس پر گراں بہا تقاریظ لکھیں اور مُصنف کو بے شمار اعلیٰ درجے کے کلمات دعا و ثنا سے مُشرف فرمایا۔ (الملفوظ حصہ دوم ص: ۸)

گذارش کی تھی، یعنی اس میں علیہ الفتوی کا لفظ نہ تھا۔ حضرت مولانا نے حامد رضا خاں سے کان میں جھک کر مجھے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اور حامد رضا خاں کو بھی نہ جانتے تھے۔ مگر اس وقت گفتگو ان ہی سے ہو رہی تھی، لہٰذا ان سے پوچھا۔ انہوں نے میرا نام لیا۔ نام سنتے ہی حضرت مولانا وہاں سے اٹھ کر بے تابانہ دوڑتے ہوئے آکر فقیر سے لپٹ گئے پھر تو بحمد اللہ تعالیٰ وادنے کامل ترقی کی[1]

اس کے بعد ملاقاتوں کا سلسلہ جاری ہوا اور کمال بے تکلفی کی کیفیت پیدا ہوگئی[2]

اعلیحضرت قدس سرہٗ قیام حرم محترم کے دوران جن علماء سے ملاقات کے لئے تشریف جاتے وہ صرف چار علماء ذی وقار ہیں:

"مولانا صالح کمال" "شیخ العلماء محمد سعید بابصیل"۔ مولانا عبد الحق مہاجر آلہ آبادی اور "مولانا سید اسمٰعیل" رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

یہ علماء بھی آپ کے پاس تشریف لاتے۔ مولانا موصوف التزاماً روزانہ تشریف لاتے خصوصاً ایام علالت میں کہ یکم محرم ۱۳۲۴ھ سے سلخ محرم تک دن میں دو بار بھی تشریف لاتے اور ایک بار کا آنا تو کبھی ناغہ نہ ہوا

محرم الحرام کے آخری ایام میں ایک ضرورت کے سبب دو روز تشریف نہ لاسکے، ان دو روز میں اشتیاقِ ملاقات نے جوش مارا۔ اعلیحضرت نے سید خلیل کو ایک پرچہ پر تین اشعار لکھ کر بھیج دیئے: ؎

ھذا ان یومان ما فزنا بطلعتکم	ولو قدرنا جعلنا رأسنا قدما
قالوا لقاء خلیل للعلیل شفاء	الا تجیئون ان تبرو لنا سقما

---

[1] : الملفوظ حصہ دوم، ص: ۸ - [2] : ایضاً ص: ۲۲،

عودتمونا طلوع الشمس کل ضحی　　وھل سمعتم کریما یقطع الکرما[1]

(ترجمہ اشعار)

(۱)۔ ان دو دنوں میں آپ کے چمکتے چہرے کی زیارت نہ ہو سکی۔ اگر ہم قادر ہوتے تو سر کے بل چل کر خود پہنچتے۔

(۲) کہتے ہیں کہ مخلص دوست کی ملاقات سے بیمار تندرست ہوجاتا ہے کیا آپ کو پسند نہیں کہ ہماری بیماری آپ کے ہاتھوں دور ہو۔

(۳) ہر روز بوقتِ چاشت آفتابِ علم وعرفان کی زیارت کا آپ ہی نے عادی بنا دیا تھا۔ توکیا آپ نے کسی کریم کی بابت سُنا کہ اس نے سلسلۂ کرم منقطع کر دیا ہو۔

اس رقعہ کو دیکھ کر سید موصوف نے کی جو کیفیت ہوئی حامل رقعہ نے دیکھی، فوراً اس کے ساتھ تشریف لائے اور پھر روزِ رخصت تک کوئی دن خالی نہ جاتا جس میں ملاقات نہ ہوتی[2]

کہتے ہیں ہر روز کا آنا جانا قدر کھو دیتا ہے مگر یہاں بار بار کی ملاقات نے محبت والفت اور داد و اتحاد نے کمال رنگ پیدا کر دیا۔ اسی قلبی تعلق کو عارفِ رومی نے یوں بیان فرمایا: ع

ذرغبا نیست وظیفہ عاشقاں،

مخلصانہ تعلقات کی نوعیت باین جا رسید کہ حج وزیارت سے واپسی کے چند سال بعد ۱۳۲۸ھ میں سید خلیل کو وہی محبت کشاں کشاں بغرض زیارت بریلی لے آئی[3]

مولانا سید موصوف بڑے فطین وذہین اور زیرک تھے۔ دشمن کے مکر و فریب پر بہت جلد اطلاع پالیتے اور وقوعِ شر سے قبل ہی اسے ایسا دبا تے کہ اس کی ساری سکیمیں دھری کی دھری

---

[1] ایضاً ص: ۱۸۔ الاجازات المتینہ ص: ۲۹۲۔ [2] ایضاً ص: ۱۸۔ [3] ایضاً ص: ۲۱۔

رہ جاتیں۔ مکہ معظمہ میں "الدولۃ المکیہ" نے اعلیحضرت قدس سرہٗ کی شہرت کا غلغلہ برپا کر دیا چاروں طرف کے علماء حاضر ہو کر اکتساب فیض کر رہے تھے اور کتاب مذکورہ پر اپنی گراں بہا تقاریظ لکھ رہے تھے جن میں مصنف کے حق میں کمال عقیدت سے جلیل الشان القاب درج ہوتے۔

مخالفین کو کمال شکست ہوئی اور وہ خائب خاسر ایک نیا جال بچھانا چاہتے تھے۔ پروگرام یہ تھا کہ کتاب کا مسوّدہ اور تقاریظ یہ ظاہر کر کے حاصل کیا جائے کہ ہم بھی تقاریظ لکھنا چاہتے ہیں۔ اس طرح جب کتاب کا مسوّدہ اور تقاریظ ہاتھ آجائیں تو تمام کو ضائع کر دیا جائے گا۔ لیکن مولا کریم کی حمایت وعنایت سے ایسا نہ ہو پایا۔

طے شدہ تجویز کے مطابق مخالفین نے ایک جگہ جمع ہو کر حضرت مولانا شیخ ابو الخیر احمد میرداد سے عرض کی کہ ہم بھی تقریظ لکھنا چاہتے ہیں کتاب ہمیں منگوا دیجئے، مولانا ابو الخیر نے اپنے صاحبزادے مولانا عبد اللہ میرداد کو کتاب لانے کو بھیجا۔ اس وقت مصنف علیہ الرحمۃ حرم محترم کے کتب خانے میں موجود تھے اور مولانا سید اسمٰعیل خلیل بھی تھے۔ قبل اس کے کہ مصنف کچھ جواب دیں، مولانا موصوف نے نہایت جلالِ سیادت سے فرمایا: "کتاب ہرگز نہیں دی جائیگی، جو تقریظیں لکھنی ہوں لکھ کر بھیج دو۔" اور اعلیحضرت قدس سرہٗ سے عرض کیا۔ "جو لوگ وہاں جمع ہیں انہیں میں جانتا ہوں وہ منافقین ہیں۔ مولانا ابو الخیر کو انہوں نے دھوکہ دیا ہے"۔ یوں اس عالمِ نبیل سید خلیل کی برکت سے کتاب محفوظ رہی[1] والحمد للہ رب العالمین۔

امام احمد رضا خاں کی شہرت سن کر تمام علماء آپ سے ملنے آئے اور مکہ معظمہ میں بنام علم کوئی ایسے صاحب، نہ تھے جو "امام" سے ملنے نہ آئے ہوں، سوا شیخ عبد اللہ بن صدیق بن عباس کے اس وقت مفتی حنفیہ کے عہدہ پر فائز تھے اور وہاں (اس وقت) مفتی حنفیہ کا منصب 'شریف' سے دوسرے درجہ میں سمجھا جاتا تھا۔ یہ اپنے منصب کی جلالت قدر کے باعث

---

[1] ایضاً ص: ۱۳۱

امام احمد رضا خاں سے ملنے تشریف نہ لائے۔ لیکن ملاقات کرنا چاہی، اپنے ایک خاص شاگرد کو بھیجا کہ حضرت مفتی حنفیہ نے سلام بھیجا ہے نیز وہ آپ کی زیارت کے بہت مشتاق ہیں۔ قریب تھا کہ امام احمد رضا اس جلیل مفتی سے ملاقات کرنے کے لئے حاضر ہونے کا وعدہ فرما لیتے، مگر مولانا سید اسمٰعیل خلیل (جو پاس ہی بیٹھے تھے) نے فرمایا "واللہ یہ نہ ہوگا تمام علماء ملنے کو آئے ہیں وہ کیوں نہیں آئے۔" علم وخبیر رب اس کی ملاقات اور طرح سے کروانا چاہتا تھا۔ جو بعد میں کتب خانہ حرم محترم میں بڑی شان سے ہوئی۔

اعلیحضرت کی جلالتِ شان، کمال وقعت نے تمام علماء کو مجبور کر دیا کہ وہ خود حاضر ہو کر اس منبع فیوض وبرکات سے سیراب ہوں۔ رسول اللہ کے سچے عاشق، آپ کے ناموس کی حفاظت وحمایت کرنے کے سبب تا بہ صدہا اعزاز واکرام بنا۔ سچ ہے جو ان کے غلام ہوتے ہیں خلقِ خدا ان کی غلام بے دام ہوتی ہے۔

مکہ شریف میں پلنگ کا رواج نہیں۔ بالا خانوں میں زمین پر فرش بچھا کر سوتے ہیں۔ اعلیحضرت قدس سرہٗ کا محترم شریف بخار میں گذرا۔ اسی حالت میں علماء کرام کے لئے اجازتیں لکھیں اور "کفل الفقیہ" تصنیف فرمائی۔ حضرت سید موصوف اور مولانا شیخ صالح کمال نے اعلیحضرت قدس سرہٗ کے لئے ایک عمدہ پلنگ منگوایا۔ علماء عظماء عیادت کے لئے تشریف لاتے، مستجزین حاضر ہوتے، فرش پر تشریف رکھتے۔ آپ نیچے اترنا چاہتے، علماء قسموں سے مجبور فرما دیتے۔

سید موصوف کو اعلیحضرت قدس سرہ کی محبت جب بریلی تو آپ کے شوق زمزم کو محسوس کیا، فرمایا کہ "ہر ماہ آپ کے استعمال میں آنے والے پانی کی مقدار میں آب زمزم روانہ کر دوں گا۔"[1] مگر مشیت الٰہی کہ جب واپس تشریف لے گئے تو انتقال ہو گیا۔

---

[1] الملفوظ حصہ دوم ص: ۲۱، نوٹ: بھوتے تین ماہ کے قیام مکہ معظمہ میں جب آپ نے حساب کیا تو تقریباً چار من زمزم شریف آپ کے پینے میں آیا۔

قیامِ مکۂ معظمہ کے دوران اعلیحضرت قدس سرہٗ نے سید عمر بن ابوبکر رشیدی کے مکان میں قیام فرمایا۔ ان کے مکان کے بالاخانے میں آپ کی قیام گاہ تجویز ہوئی۔ دروازوں کے اُوپر طاق تھے۔ بائیں جانب طاق میں وحشی کبوتروں کا ایک جوڑا رہتا تھا، وہ تنکے لاتے اور گراتے۔ اتفاق سے اعلیحضرت کا پلنگ اس کے سامنے بچھایا گیا تو کبوتروں نے وہ طاق چھوڑ دیا۔ اور وسطانی طاق میں بیٹھنا شروع کر دیا۔ حضرت سید اسمٰعیل نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا:

"وحشی کبوتر بھی آپ کا لحاظ کرتے ہیں" اعلیحضرت نے جواباً فرمایا:

"صالحناهم فصالحوانا"۔ ہم نے ان سے صلح کی توانہوں نے ہم سے صُلح کی[1]

اللہ کے محبوبِ معظم کا سچا عاشق، حضور کی ہر ادا پر جان قُربان کرنے والا اور اعداء محبوب کے لئے تیغ بُراں جب حرم میں پہنچا، وہاں کے جانور بھی اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ کیوں نہ ہو کہ اس کی ساری زندگی ہی معظمانِ دین کی تکریم میں گزری۔

اواخر محرم ۱۳۲۴ھ میں مرض سے افاقہ کے بعد اعلیحضرت نے ایک سُلطانی حمام میں غُسل فرمایا۔ جب فارغ ہوئے تو ابر پایا، حرم شریف پہنچے تو بارش شروع ہوگئی۔ آپ نے بارش میں طواف شروع کر دیا۔ حجر اسود کے بوسے لئے، اب رحمت میں خوب نہاتے۔ جب فارغ ہوئے تو بخار پھر عود کر آیا۔ سید اسمٰعیل خلیل نے فرمایا "ایسا کس لئے کیا"۔ فرمایا۔ مُجھے ایک حدیث یاد آئی کہ "جو برستے مینہ میں طواف کرے وہ رحمتِ الٰہی میں تیرتا ہے"۔ سید موصوف نے فرمایا کہ "ایک ضعیف حدیث کے لئے آپ نے اپنے بدن کی یہ بے احتیاطی کی"۔ عاشقِ رسول نے جواب دیا "حدیث ضعیف ہے مگر اُمید بحمداللہ قوی ہے"[2]

۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ کو کعبۂ تن سے کعبۂ جاں کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق

---

[1] ایضاً ص: ۲۷، [2] ایضاً ص: ۲۷/اعلیحضرت بریلوی از نسیم بستوی، مطبوعہ لاہور، ص ۵۳

روانہ ہوا تو مولانا سید اسمٰعیل اور بعض دیگر اکابر بھی شہر مبارک سے باہر دور تک بہ رسم مشایعت ساتھ تھے۔ اعلیحضرت قدس سرہٗ بوجہ ضعفِ مرض سوار تھے۔ پیدل چلنے کی طاقت نہ تھی۔ پھر بھی ان اکابر کی تعظیم کو اترنا چاہتے تھے مگر ان حضرات نے سوار رہنے پر مجبور کر دیا۔[1]

چند امور کا یہ تذکرہ واضح کرتا ہے کہ سید اسمٰعیل خلیل و دیگر اعاظم علماء حرمین اعلیحضرت قدس سرہٗ کے علم و فضل اور عشق و محبت کے کس درجہ معترف تھے۔ سب نے بڑھ کر آپ سے علم حاصل کیا۔ علوم ثبت کی حامل احادیث کی سندیں لیں، سلاسلِ شریعت و طریقت میں اجازتیں لیں، علمی مذاکرات کئے، اپنے فتاوی تصدیق و تصویب کے لئے پیش کئے اور وہ [illegible]

مرجع خاص و عام بن گئی۔ عرب و عجم میں مسائل کے تصفیہ میں مشارٌ الیہ ٹھہری۔

یہاں چند عبارات کے اقتباسات پیشِ خدمت ہیں جن میں حضرت سید موصوف نے امام احمد رضا رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا کی خدماتِ دینیہ کا اعتراف کیا ہے:

فاعز الله مولانا الشیخ احمد المذکور علی رغم انوفهم واکتنفه العلماء والطلبة فمن سائل مستفید ومن مقدم سوالا للاستفسار علی القول السدید ومن طالب اجازة ومن منتظر اشارة هذه احاله وهو بمکة[2]

ترجمہ

اللہ تعالیٰ نے مولانا احمد رضا مذکور کو عزت دی اور وہابیہ کی ناکیں

---

[1] ایضاً ص: ۳۳ / اعلیحضرت بریلوی از نسیم بستوی مطبوعہ لاہور ص ۵۳ ۔ [2] الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ مطبوعہ کراچی ص: ۱۴

خاک میں رگڑیں اور علماء وطلباء نے چاروں طرف سے انہیں گھیر لیا ۔ تو کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لئے کوئی سوال کرتا ہے اور کوئی قول صحیح دریافت کرنے کے لئے کوئی مسئلہ پیش کرتا ہے اور کوئی اجازت مانگتا ہے اور کوئی اشارہ کا انتظار کرتا ہے ۔ یہاں کا حال تھا جب تک مکہ میں تھے ۔

واحمد اللہ علی ان فیض ھذا العالم العامل والفاضل الکامل صاحب المناقب والمفاخر مظہر کم ترک الاول للاخر فرید الدھر وحید العصر مولانا الشیخ احمد رضاخاں سلمہ اللہ الرب المنان لابطال حججھم الداحضۃ بالایات والاحادیث القاطعۃ کیف لا وقد شھد لہ عالمو مکۃ بذلک ولولم یکن بالمحل الارفع لما وقع منھم ذلک بل اقول لوقیل فی حقہ انہ مجدد ھذا القرن لکان حقا وصدقا۔[1]

(ترجمہ)

اور میں اللہ عزوجل کی حمد بجالاتا ہوں کہ اس نے عالم باعمل کو مقرر فرمایا ۔ جو فاضل کامل ہے ، مناقب ومفاخر والا ، اس مثل کا مظہر کہ اگلے پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ۔ یکتائے زمانہ ، اپنے وقت کا یگانہ ، مولانا احمد رضا خاں احسان والا پروردگار اسے سلامت رکھے ، تاکہ وہ (مخالفین کی) بے ثبات حجتوں کا آیات قرآنیہ اور قطعی احادیث سے رد فرماتے رہیں ۔ اور وہ ایسا کیوں نہ ہو کہ علماء مکہ اس کے لئے ان فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں اور اگر

---

[1] حسام الحرمین (مرتبہ ۱۳۲۴ھ) ص: ۱۴۱/۱۴۲ ۔ بحوالہ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ۔

وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علمائے مکہ اس کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے۔
میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے
تو بے شک حق و صحیح ہے۔ ع

چشم کو چاہیئے ہر رنگ میں وا ہونا

مولانا سید اسمٰعیل خلیل نے یکے بعد دیگرے دو خط اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کو بریلی میں لکھے
یہ تاریخی خطوط" الاجازات المتینۃ میں موجود ہیں حضرت سید موصوف کے حالات میں ان کا
ذکر بھی ضروری ہے۔ لیجئے ملاحظہ فرمایئے۔

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی
من لا نبی بعدہ شیخ الاسلام بلا مدافع ووحید
العصر بلا منازع شیخنا واستاذنا وملاذنا وقدوتنا
وعمدتنا الیومنا ومعادنا المولوی الشیخ احمد رضا خاں
سلمہ اللہ الحنان المنان۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
اولا: سوالناس الذات الزکیۃ وما حوتہ
تلک الطلعۃ الرضیۃ المرضیۃ نرجوا الباری ان تکونوا
ومن لدیکم بخیر وعافیۃ ونعم من المولی علینا
وعلیکم وافیۃ کافیۃ۔

ثانیا: تفضل علینا سیدنا بعدہ اوراق من فتاویہ
انموذجۃ نرجوا اللہ عزشانہ ان یسہل ویقارب لکم
الاوقات لاتمامہا انی اقرب حین فانہ حریٌ بان
یعتنی بہا جعلہا اللہ تعالیٰ لکم ذخرا لیوم المیعاد

ووالله اقول والحق اقول ان لو راها ابوحنیفۃ النعمٰن
لاقرت عینہ ولجعل مولفہا من جملۃ الاصحاب
بید انی متاسف علی ما فاتنا من تعریب الالفاظ الغیر العربیۃ
فیا سیدی اقسم علیک باللہ العظیم وانسم بحبیبہ
الکریم ان تقوا فضلکم واحسانکم علینا وعلی کل
نعمانی المذہب بتعریبہا فما کان منہا یسیرا یوضع علی
الہامش ومالم یتحمل الہامش یوضع فی ورقۃ ثم
تجعل بین الصحیفتین جعل اللہ سعیکم مشکورا وعملکم
مبرورا ہذا وعد تم الحقیر واخاہ بارسال الاجازۃ بہ
وباتکم فلم یات فکان اقرب الناس الیکم الیہم
او کالنسیا منسیا وتحریراتکم التی علی حاشیۃ ابن عابدین
لایخفی جنابکم انی من المحتاجین الیہا جعلکم اللہ
من المحسنین ویسلم علیکم سیدی الوالد والاخ مصطفی
وبلغوا سلامنا علی نجلیکم الشیخ حامد والشیخ مصطفی و
من عندنا یسلم علیکم الشیخ اسعد واخوہ الدہانان والشیخ
بکر رفیع وارجو الباری المعبود ان یدیم لنا بقائکم بجاہ
النبی الحامد المحمود وان یحفظکم ومن لدیکم من کل
خائن وحسود وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ
وسلم۔

حررہ فی ۱۶ ذی الحجۃ سنۃ ۱۳۲۵ھ
الداعی ولدکم حافظ کتب الحرم المکی اسمٰعیل بن

خلیل سے۔

(ترجمہ)

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو اکیلا ہے اور درود و سلام ان پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں۔

(بخدمت) شیخ الاسلام جن کا کوئی مزاحم نہیں، یگانہ روزگار، جس میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہمارے شیخ، استاذ، جائے پناہ، قائد، دنیا و آخرت میں سہارا دینے والے، الشیخ احمد رضا خاں (خدائے مہربان و احسان کنندہ آں موصوف کو باسلامت رکھے۔)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

اولاً ہم آپ، کی ستھری ذات کی اور ہراس کی خیریت پوچھتے ہیں جو پیاری طلعت رضویہ کے گھیرے میں ہے۔ باری تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ بھی اور آپ کے حلقے کے تمام افراد بھی بخیر و عافیت ہوں گے۔ ہمیں اور آپ کو مولیٰ تعالیٰ وافی کافی نعمتیں بخشے۔

ثانیاً اے ہمارے آقا! آپ نے بطور نمونہ اپنے فتاویٰ کے چند اوراق عطا کئے تھے۔ ہم اللہ عزّ شانہ سے اُمید رکھتے ہیں کہ آپ کو فتویٰ نویسی میں مزید سہولتیں بخشے گا اور فتاویٰ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اوقات میں برکت فرمائے گا کیونکہ یہ فتاویٰ قابلِ اعتناء و اہتمام ہے۔ (اللہ تعالیٰ اسے آپ کے لئے توشہ آخرت بنائے۔)

خدا کی قسم! میں سچ کہتا ہوں کہ اگر امام اعظم نعمان (بن ثابت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ) آپ کا فتاویٰ ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مولّف (آپ) کو اپنے خاص شاگردوں میں شامل فرماتے۔ اس پر

افسوس کہ فتاویٰ کے وہ الفاظ ہم نہیں سمجھ سکے جو غیر عربی ہیں اور ان کا عربی میں ترجمہ نہیں ہوا۔ اے میرے سردار! میں آپ کی خدمت میں اللہ عظیم کی قسم دے کر بوسیلہ حبیب کریم (علیہ التحیۃ والتسلیم) عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنا فضل و احسان ہمیں اور ہر نعمانی المذہب (حنفی) پر مکمل فرمائیں اور غیر عربی الفاظ کا عربی میں ترجمہ کردیں۔ پھر اگر ترجمہ تھوڑا ہو تو صرف حاشیہ پر لکھا جائے اور اگر حاشیہ کی برداشت سے باہر ہو تو الگ کاغذ پر لکھ کر اسے دو صفحوں کے درمیان رکھ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کوشش مشکور اور عمل مقبول فرمائے۔ آپ نے مجھ حقیر سے اور میرے بھائی (مصطفےٰ خلیل) سے وعدہ فرمایا تھا کہ اپنی مرویات کی سند بھیجوں گا، وہ سند ابھی تک نہیں پہنچی تو کیا جو آپ پاس سے زیادہ قریب تھے، وہ زیادہ دُور ہوگئے یا ہمیں بالکل ہی بھلا دیا گیا ہے نیز حضرت کو معلوم ہے کہ ہم ان تحریرات کا محتاج ہوں جو آپ نے حاشیہ ابن عابدین (شامی) پر افادہ فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو محسنین میں فرمائے۔

سیدی والد ماجد اور بھائی مصطفےٰ سلام پیش کرتے ہیں۔ ہماری جانب سے آپ کے صاحبزادگان شیخ حامد رضا اور شیخ مصطفےٰ رضا کی خدمات میں سلام۔ یہاں سے شیخ اسعد الدهان اور ان کے بھائی (عبدالرحمٰن الدهان) نیز شیخ بکر رفیع سلام عرض کرتے ہیں۔ باری تعالیٰ معبود برحق سے امید رکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے لئے آپ کی عمر دراز فرمائے۔ اپنے اس نبی کے طفیل جو حامد بھی ہیں اور محمود بھی۔ اور یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے گرد و پیش کے تمام احباب کو ہر خائن اور ہر حاسد کے شر سے بچائے۔ آمین۔ وصلی اللہ علیٰ سیدنا والہٖ وصحبہٖ اجمعین۔ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ۔

دعا گو آپ کا فرزند، محافظ کتب حرم مکی السید اسمٰعیل بن خلیل۔

سید موصوف علیہ الرحمۃ کا دوسرا مکتوب بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اس مکتوب میں شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ اسرارنا بسرہ النوری کے مناقب و محامد کے علاوہ حرم پاک کے قیام کے دوران تاریخی واقعات کا حوالہ بھی ہے۔ اس لحاظ سے یہ تاریخی خط نہایت قابل قدر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبہ دمتی الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ۔

عمدۃ العلماء الافاضل قدوۃ الفضلاء الاماثل شیخ المحدثین علی الاطلاق وسیدی المحققین فی السبع الطباق سیدی وسندی وعمدتی واعتمادی وشیخی وملاذی وذخری لیومی ومعادی سیدی المولوی شیخ احمد رضا خاں سلمہ الرب المنان۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ

اولا السوال عنکم وعن عزیز خاطرکم نرجوا للہ تعالیٰ انکم ومن لدیکم بخیر وعافیہ ونعم من المولی علینا وعلیکم وافیۃ کافیۃ

ثانیا وصلنا عزیز مشرفکم علی طراز تقاریظ علماء المدینۃ المنورۃ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والسلام فقراءناہ والسرور والحبور متن ابدات وتلوناہ والدموع والزفرات متتابعات فما علمنا ھل ذلک لشدۃ الاشتیاق ام لعدم حصول الوصول والتلاق فراجعنا النفس

ولیناھا بان قدحصل لھا بعض مناھا سلوغ المطلوب
والمقصود سیدی وسندی من الرب المعبود وان لا
تجاہ بہ حاصل فما ھذا القلق الحاصل فحینئذ اطمأنت
وطابت وقرت فاللہ سبحانہ عزشانہ لا یحرمنا من تلک
الطلعۃ السنیۃ بجاہ سید البریۃ الحمدللہ قبل امس
وصلنا عثمان بن عبد الستار المیمنی التاجر بجدہ واخبرنا
بان الوابور الذی ذھبتم فیہ قد وصل الی بمبئی بموجب
تلغراف وصل الیہ وبذلک حصل لنا المامول والامانی
فنادیت النفس بشراک قد حصل التھانی واسال سبحانہ
طول بقائکم مع العافیۃ بالنبی والسبع المثانی ھذا
واخبرکم سیدی من یوم موادعتنا لجنابکم
مصحوبین السلامۃ وتصحبکم ان شاء اللہ
ذھبت الی شیخ احمد ابی الخیر برسالۃ الا نواط
والبقیۃ ھا عندہ وبعد ثلاث ذھبت الیہ فوجدتہ
طربا بھا الی الغایۃ ویقول الحمدللہ علی وجود مثل
ھذ الشیخ فانی لم ار مثلہ فی العلم والفصاحۃ
وسعۃ الباع مع حسن سبک العبارۃ ثم قال
یا ولدی ان الشیخ قد نحی فی رسالتہ نحو الصواب
بلا شک فیہ ولا ارتیاب ومن طالعھا لم یبق لہ
فیھا شبھۃ ولا مریۃ وسیدی الشیخ صالح کمال مامن
مجلس الا ویذکرکم الا تکم وبحمداللہ قد بینتم

بارض الحرام عمودین وای عمودین عظمین
وان شاء اللہ شاع ذکرکم فی سہل الارض
وعالیہا واقصی البلاد ودانیہا فان بلدتنام ام البلاد
ولست الام کالاولاد ویسلم علیکم والدنا السید خلیل
افندی واخونا مصطفٰی والشیخ مولانا عبدالحق ومولانا
الشیخ صالح کمال والشیخ اسعد الدھان واخوہ الشیخ
عبدالرحمن والسید محمد المرزوقی والشیخ بکر رفیع
والکل یطلبوا منکم الدعا وسلموا لنا علی اخویکم الاکرمین
واختیا المکرم الشیخ حامد واخیہ المحترم الشیخ مصطفٰی
وابن اخیکم الاجل فتح اللہ علینا وعلیھم ورزقنا التقوٰی
وایاھم وبرحم اللہ قال امینا وارجوکم سیدی
العزیز لاتنسونا من دعواتکم الصالحۃ فانی ابنکم الثالث
کما ھو لکم منابل واجب علینا عند بیت الحرام
والمشاعی العظام والسلام ودمتم فوق مارمتم
وطول عمرکم۔

ومالفضل الاخاتم انت فصہ
وعفوك نقش الفص فاختم بہ عذری

ودمتم والسلام حرر ۱۲ رجب ۱۳۲۴ھ
ولدکم حافظ کتب سید اسمعیل بن خلیل

(ترجمہ)

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم کرنے والا ہے۔

اور اسی پر میرا بھروسہ ہے۔ سب تعریفیں اللہ ہی کو ہیں جو اکیلا ہے۔ درود وسلام ان پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں۔

(بخدمت) افاضل علماء کے بھروسہ، اماثل فقہاء کے پیشوا، بلا تخصیص جملہ محدثین کے اُستاذ، ساتوں طبقوں میں محققین کے سردار، میرے آقا، سید بھروسہ با اعتماد، اُستاذ، جائے پناہ، آج دُنیا میں کل حشر میں میرے ذخیرہ سیدی المولوی الشیخ احمد رضا خاں (رب منان آپ باسلامت رکھے)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ومغفرتہ،

اوّلاً آپ کی طبیعت مبارکہ کی خیریت مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ آپ اور آپکے پاس تمام احباب بخیر وعافیت ہوں گے اللہ تعالیٰ کی کافی نعمتیں ہم پر اور آپ پر اُترتی رہیں۔

ثانیاً مدینہ منورہ (علیٰ صاحبہا افضل الصلاۃ والسلام) کے علماء کی خوشنما تقاریظ پر آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا۔ پڑھا تو خوشیاں اور مسرتیں بڑھتی گئیں۔ تلاوت کی تو آنسوؤں اور لمبے لمبے سانسوں کا سلسلہ دراز ہوتا گیا معلوم نہ ہو سکا کہ یہ سب کچھ شدتِ اشتیاق کی وجہ سے ہے یا اس لئے کہ بوقت مطالعہ آپ کے وصال وملاقات سے محرومی تھی۔ ہم نے بے قرار جانوں کو سمجھایا کہ ورتسلی دی کہ تمہاری آرزو پوری ہوچکی ہے کہ بااعتماد آقا (مولانا احمد رضا خاں) اپنے رب معبود سے جو مطلوب ومقصود (حاضری مواجہ عالیہ) چاہتے تھے وہ پورا ہوچکا ہے۔ (کہ این نیز مُراد ماست) اور اس وقت ان کی توجہ بھی حاصل ہے۔ (کہ ان کا مرسلہ مکتوب زیر مطالعہ ہے) تو پھر اس قدر بے قراری کیوں؟ اس پر بے قرار جانیں مطمئن ہوئیں۔ انہیں خوشی اور قرار نصیب ہوا۔ اللہ عزوجل سبحانہ، سے دعا ہے کہ سید البریہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طفیل ہمیں

آپ کے پُر نور چہرے کی زیارت سے زیادہ محروم نہ رکھے۔ الحمدللہ پرسُوں جدہ کے تاجر عثمان بن عبدالستار یمنی نے آکر بتایا کہ جس جہاز سے آپ روانہ ہوئے تھے وہ بخیریت بمبئی پہنچ گیا ہے۔ انہیں یہ خبر بذریعہ ٹیلی گراف معلوم ہوئی تھی۔ بخیریت پہنچنے کی خبر سے جب ہماری مُراد و آرزو پُوری ہوئی تو میں نے ذات کو بذاکر کے خوشی سُنائی اور مبارک باد دی۔ حق سُبحانہ سے سوال ہے کہ نبی کریم (علیہ التحیۃ والتسلیم) اور سُورۃ الفاتحہ کے طُفیل آپ کو تا دیر بعافیت رکھے۔ یہ لو۔ اس کے بعد اے آقا! ہماری خبر یہ ہے کہ آپ کو رُخصت کرنے کے دن سے سب سلامتی کے ساتھ ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ بھی بمشیت بمشیتِ ایزدی باسلامت ہوں گے۔ مسئلہ 'نوٹ' کے متعلق آپ کا رسالہ (کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم) شیخ احمد ابوالخیر کی خدمت میں لے گیا اور وہیں چھوڑ آیا۔ پھر تین دن کے بعد ان کے پاس گیا تو انہیں رسالہ کی بابت ازحد خوش پایا۔ وہ حمدالٰہی بجالاتے ہیں کہ اس زمانہ میں آپ جیسا عالم موجُود ہے۔ فرماتے ہیں: "مَیں نے آج تک مولانا امام احمد رضا خاں جیسا عالم، فصیح، معلُومات میں وسیع الباع، سُتھری اور عمدہ تحریر والا شخص نہیں دیکھا۔" پھر فرمایا: "بیٹا! بے شک شیخ (احمد رضا خاں) نے رسالہ میں بالکل صحیح و درُست طریقہ اختیار کیا ہے۔ اگر کوئی مُبتلائے شُبہات ان کے رسالہ کا مطالعہ کرے گا تو اس کے دل میں کوئی شبہ نہ رہے گا۔"

اور سیدی شیخ صالح کمال تو ہر مجلس میں آپ کے کمالات بیان کرتے رہتے ہیں۔ الحمدللہ آپ نے سرزمین حرم میں دو علمی ستون قائم فرمادیے۔ وہ ستون کیسے عظیم الشان ہیں ـــــــ؟ (۱۔ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ۔ ۲۔ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم)۔

اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ کا چرچا عام ہوگا۔ ہموار و ناہموار زمین کے باشندے اور دور و نزدیک والے سب آپکے فضل و کمال سے آگاہی پائیں گے۔ کیونکہ ہمارا شہر (مکۃ مکرمہ) تمام شہروں کے لئے ماں (اصل) ہے۔ اور ماں اولاد کی طرح نہیں شناس نہیں۔ والدِ محترم سید خلیل آفندی، بھائی مصطفےٰ، حضرت مولانا عبدالحق، مولانا شیخ صالح کمال، شیخ اسعد دھان اور ان کے بھائی عبدالرحمٰن، سیّد محمد مرزوقی اور شیخ بکر رفیع سب سلام عرض کرتے ہیں اور آپکی دعا کے طلب گار ہیں۔ ہماری طرف سے آپ کے دونوں کرم فرما بھائیوں کو، ہمارے مکرم برادر شیخ حامد رضا ان کے محترم برادر شیخ مصطفےٰ رضا اور ان کے جلیل القدر بھتیجے کو سلام۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اور ہمیں فتوحات بخشے، تقویٰ مرحمت فرمائے۔ اور ہماری اس دعا پر آمین کہنے والے پر رحمتیں اُتارے۔ اور اے عزت والے آقا! میں آپسے پُرامید ہوں کہ نیک دُعاؤں کے وقت نہ بھولیں گے۔ کیونکہ میں آپ کا تیسرا فرزند ہوں جس طرح ہم وقتِ دعا آپکو نہیں بھولتے، بلکہ کعبۂ معظمہ اور مشاعرِ عظام میں آپ کے لئے دعا کرنا ہم پر واجب ہے۔ والسلام۔ اپنی پسندیدہ سے بہتر حالت پر رہو اور لمبی عمر پاؤ۔

(ترجمہ شعر) فضیلت انگشتری ہے۔ آپ اس کے نگینہ ہیں۔ آپ کا معانی دینا نگینے کا نقش ہے۔ تو اس انگشتری کے ساتھ میرا عذر قبول کرنے کی مُہر لگا دیجئے۔

ودمتم والسلام

۱۲ رجب ۱۳۲۴ھ کو لکھا گیا۔

آپ کا فرزند، محافظ کتب حرم سیّد اسمٰعیل بن سید خلیل،

سید موصوف کی جلالتِ شان، علمی رفعت اور مودت و محبت کے پیشِ نظر امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے آپ کو سندِ اجازت میں پس و پیش کیا۔ لیکن جب اصرار بڑھا تو سند کا ایک بے مثال نُسخہ تحریر فرمایا، جس میں آپ کے مناقب و محامد کا ذکر فرمایا۔ محبت کا کمال مُلاحظہ ہو کہ سند میں آپ کے نام لکھنے کی بجائے عربی میں ایک ایسی نظم لکھی کہ اس کے اشعار کے مصرعوں کے پہلے حروف اگر جوڑ دیے جائیں تو آپ کا اسم مُبارک (اسماعیل خلیل) بَن جائے۔[1]

آپ کی وفات ۱۳۳۹ھ ؟/ ۱۹۲۰ء میں ہوئی۔[2] ؟

---

[1] ملاحظہ ہو: الاجازۃ الرضویہ لمجل مکۃ البہیہ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء میں مکتبہ حامدیہ نے رسائل رضویہ جلد دوم میں دیگر رسائل کے ساتھ یہ نُسخہ سند بھی شائع کیا ہے۔

[2] فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ ص: ۷۵۔

●

الشیخ احمد الخضراوی المکی

رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جلیل عالم باعمل، علوم و فنون پر حاوی، شیخ احمد خضراوی مکی رحمۃ اللہ علیہ اعلیحضرت بریلوی قدس سرہٗ القوی کے پاس قیام حرم محترم کے دوران تشریف لائے۔ سند اجازت علوم و سلاسل طلب کی۔ امام بریلوی قدس سرہٗ نے ان کے لئے اجازت کا ایک مختصر نسخہ تحریر فرمایا۔ جو ان کی یادداشت کی کتاب پر لکھا گیا۔ سند کا یہ نسخہ تیسرا النسخہ، اجازت تھا۔ جو صرف آپ ہی کے حصّہ میں آیا۔[1]

مزید حالات دستیاب نہ ہو سکے۔

---

[1]: رسائل رضویہ جلد دوم، مطبوعہ مکتبہ حامدیہ لاہور (بار اوّل ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء) ص: ۲۵۳، ۳۲۷،

الشیخ اسعد بن احمد الدہان مدرس حرم شریف
مکۂ معظمہ

ولادتِ مبارکہ: آپ کی ۱۲۸۰ھ میں ہوئی۔ آپ قصیر القامت، بھاری بھرکم جسم اور گھنی داڑھی والے تھے۔ علماءِ عصر میں بلند مقام رکھتے تھے۔ آپ کی خوش اخلاقی اور تواضع کے باوجود اُن کے سامنے کسی کو بولنے کا یارا نہ تھا۔ آپ اپنے بھائی عبدالرحمٰن دھان سے ورع و تقویٰ اور اخلاص میں کم نہ تھے مگر نشرِ علوم میں غایت سعی فرماتے تھے۔ آپ بڑے بڑے مناصبِ سلطنت پر فائز رہے۔ ۱۳۳۷ھ میں مکہ مکرمہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ عہدِ سیدنا حسین شریف مکہ میں آپ کا بڑا اعزاز تھا۔ آپ نے مدرسہ صولتیہ میں شیخ رحمت اللہ عثمانی بانی مدرسہ صولتیہ اور شیخ عبدالحمید داغستانی اور شیخ عبدالرحمٰن سراج مفتیِ احناف مکہ سے تحصیلِ علم کی تھی۔ حرم محترم میں آپ مدرس تھے۔ آپ کے حلقۂ درس میں بڑے بڑے علماء تشریف فرما ہوتے تھے ۷ صفر ۱۳۲۴ھ کو سفرِ حج کے موقعہ پر اعلیحضرت قدس سرہٗ سے اجازت علوم اور سلاسلِ طریقت کی عام اجازت عطا ہوئی۔[1]

اعلیحضرت قدس سرہٗ سے خلوصِ تام رکھتے تھے۔ آپ کے کمالِ علمی و رفعتِ شان کی گواہی اعلیحضرت نے اس طرح دی:

الشیخ الاسعد الامجد الاوحد الارشد۔ المتضلع من الفنون، الحائز بین الاصول والغصون مولانا الشیخ اسعد الدھان[2]

---

[1] دروس ہو ماضی التعلم ص: ۸۷۔ [2] رسائل رضویہ جلد دوم ص ۳۲۸۔ اعلحضرت بریلوی ص: ۱۲۶

سید ابوبکر بن سالم البار العلوی الحضرمی
رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو بھی مکۃ مکرمہ میں سنہ ۱۳۲۴ھ میں اجازت کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ کے والدِ گرامی حضرت السید سالم بن عیدروس کو بھی اجازت وخلافت کا شرف حاصل ہوا [1]

---

[1] : رسائل رضویہ حصہ دوم مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۶ء ص: ۳۳۱، فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص: ۸۹،

مولانا شیخ بکر رفیع رحمتہ اللہ علیہ

آپ کو مکۃ مکرمہ میں ۳؍ صفر سنہ ۱۳۲۴ھ کو سندِ اجازت وخلافت ملی۔ سندِ اجازات میں سے چوتھا نسخہ اجازت آپ کو عطا ہوا۔ یہی نسخہ دیگر پندرہ علماء کو عطا ہوا۔ اعلیحضرت قدس سرہٗ نے آپ کا نام اس طرح لیا۔

ذو القدر المنیع والفخر البدیع مولانا بکر رفیع المکی حفظہ اللہ تعالیٰ [1]

---

[1] : رسائل رضویہ حصہ دوم مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۶ء ص، ۲۹۷، ۳۲۹، فاضلِ بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص: ۸۰

حضرت شیخ حسن العجیمی المکی
رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والدِ گرامی کا اسم مُبارک حضرت مولانا عبدالرحمٰن تھا۔آپ بہت بڑے عالم وفاضل تھے۔ ۱۰ر صفر ۱۳۲۴ھ کو مکۃ مکرمہ میں اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے سند عطا فرمائی۔ [1] آپ حضرت الشیخ مولانا حسن بن علی العجیمی مکی کی اولاد ہیں۔

علامہ موصُوف کی بے شمار تصانیف ہیں۔

[1] : رسائل رضویہ حصہ دوم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص: ۲۹۷، ۳۳۱، فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص: ۸۸

حضرت سید حسین جمال بن عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۲۷ر ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کو مکۃ مکرمہ میں حضرت سید عبدالحئی بن سید عبدالکبیر الفاسی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ اعلیحضرت قدس سرہٗ کی خدمتِ با برکت میں حاضر ہوتے۔ موصُوف جوانِ صالح علمِ دین کے طالب تھے۔ سید عبدالحئیؒ الفاسی محدّثِ بلادِ مغرب نے امام احمد رضا خاں سے اس روز کی مجلس میں احادیث کی اجازت طلب کی اور حدیث مسلسل بالاولیت کا سماع کیا۔ پھر اولیاء کبار کے سلاسلِ طریقت کی اجازتیں طلب کیں۔ محدّث کبیر سید عبدالحئی کو تمام اجازتیں ان کی منشاء کے مُطابق لکھ کر مرحمت فرمائیں۔ یہ مجلس صُبح سے دوپہر تک رہی۔ ظہر کی نماز کے بعد محدّث موصُوف مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ محدّث موصُوف کو اجازت کا جو نسخہ عطا ہوا وہ سب سے پہلا نسخہ اجازت تھا جو حرم پاک میں کسی مُستجیز کو مرحمت ہوا۔ اسی مجلس میں سید کبیر عبدالحئی الفاسی کے ہمراہ سید حسین جمال بھی تھے۔ انہوں نے دریائے رحمت کو جوش میں دیکھا۔

علم و عرفان کے ناپید اکنار سمندر سے سیرابی کی خواہش ظاہر کی اور اجازت طلب کی۔ کرم فرمانے والے آقا امام احمد رضا خاں بریلوی نے اس نوجوان صالح کو زبانی اجازت دے کر ارشاد فرمایا کہ "سید عبدالحیی محدث بلاد مغرب کے نسخہ کی نقل لے لو اور اس میں اپنا نام لکھ لو۔"[۱]

---

[۱] امام اہلسنت مجدد مائۃ حاضرہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ کی تصنیف میں مصروف تھے۔ وقت کی قلت کے پیش نظر انہیں سندِ اجازت کی نقل لینے کو کہا گیا۔

●

سید حسین مدنی بن سید عبدالقادر شامی مدنی

مدرس مسجد نبوی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ

سید حسین مدنی مسجد نبوی مدینہ منورہ میں مدرس تھے۔ مروجہ علوم و فنون میں ماہر تھے باکمال، متقی اور متورع مرتاض بزرگ تھے۔ نشر علوم میں ہر وقت کوشاں رہتے۔ علماء اور فضلاء کے قدرداں تھے۔ ان کے ساتھ اخلاص سے پیش آتے۔ منقول و معقول میں ہمعصر علماء میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ جفر، نجوم ہیئت، اوفاق اور تکسیر میں عالمی شہرت کے حامل تھے۔

شیخ العرب والعجم، امام اہلسنت اعلحضرت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی کے علم و عرفان کا غلغلہ حرمین شریفین میں بپا ہوا۔ آپ کی ذاتِ اقدس مرجع خلائق بنی۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علماء اعلام نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ علوم حاصل کئے یہاں تک کہ بعض فضلاء حرمین اپنی علمی اور روحانی پیاس بجھانے کے لئے "بریلی" تشریف لائے۔

مولانا سید حسین مدنی بریلی تشریف لائے اور ایک سال سے زیادہ عرصہ یہیں آستانہ عالیہ رضویہ میں قیام فرمایا۔ علم اوفاق، تکسیر اور جفر میں خصوصی طور پر اکتساب فرمایا۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کی زبانی اس سفر و حضر کا حال سُنیے:

مولانا حسین مدنی صاحبزادہ حضرت مولانا سید عبدالقادر شامی مدنی رحمۃ اللہ علیہ (بریلی) تشریف لائے اور چودہ مہینے فقیر خانے پر قیام فرمایا۔ اور یہ علم (جفر) اور علم اوفاق و تکسیر سیکھے۔ انہیں کے لئے میں نے اپنا رسالہ "اطائب الاکسیر فی علم التکسیر" زبان عربی میں املا کیا یعنی میں عبارت زبانی بولتا اور وہ لکھتے جاتے اور اسی لکھنے میں اسے سمجھتے جاتے۔

آگے چل کر مزید فرماتے ہیں:

میں نے جو جداول کثیرہ اس فن کی تکمیل جلیل کے لئے اپنی طبع زاد ایجاد کی تھیں مرخصت کے وقت انہیں نذر کر دیں[1]

اعلیٰحضرت امام اہل سُنّت فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے انہیں بے حد عقیدت و محبت تھی۔ چنانچہ "الدولة المکیه بالمادة الغیبیه" کے نسخہ کی ایک نقل اپنے ہاتھ سے کی تاکہ علماء اعلام سے اس پر تقاریظ لکھوائیں۔ وہابیہ اور مفترین کے خرافات سے مصنف کی برأت کرائیں۔ جس وقت سید موصوف نے رسالہ کی نقل کی اس وقت اس پر سید عثمان بن عبدالسلام داغستانی اور حضرت تاج الدین الیاس فاضل آفندی کی دو تقریظیں موجود تھیں۔ یہ قلمی نسخہ اس وقت سید عبداللہ بن سید محمد صدقہ دحلان مکی کے پاس موجود تھا۔ سید حسین مدنی کی تقریظ کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں:

لما ان من الله علی عبیده بالتشرف باعتاب العلامة النحریر والفہامة الشهیر حامی الملة المحمدیة الطاهرة

---

[1] الملفوظ حصہ دوم ص: ۲۸/۲۹۔

"ومجدد المائۃ الحاضرۃ" استاذی وقدوتی مولانا الشیخ احمد رضا خان[1]

ترجمہ

جب اللہ نے اپنے اس چھوٹے سے بندے پر یہ احسان فرمایا کہ میں ان کے آستانہ سے شرف یاب ہوا۔ جو علامۂ ماہر کامل او فہامۂ مشہور ہیں حامی ملت محمدیہ طاہرہ، مجدد مائۃ حاضرہ (چودھویں صدی کے مجدد) میرے اُستاد، میرے پیشوا، حضرت مولانا احمد رضا خاں[1] ــــــــــ

سید حسین مدنی بڑے باحیا، مرنجان مرنج، بیسیر شیم عالم تھے۔ عام عربیوں کی طرح یہ کسی سے سوال نہ فرماتے۔ بڑی قناعت سے گذر اُوقات فرماتے۔

(ان کے اُستاد) امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ نے ان کے مُتعلق فرمایا:

سیّد حُسین مدنی صاحب سا کوئی خشیم و بے طمع عربی میں نے ان عرب سے آنے والوں میں نہ دیکھا۔ ان کی خوبیاں دل پر نقش ہیں[2]

سید موصُوف نے بریلی کے قیام کے دوران سلوک کی منازل طے کیں۔ یہاں سے اجازت حاصل کرنے کے بعد مُلک "تبت" کو تشریف لے گئے۔ کافی عرصہ وہاں قیام فرمایا۔ والدہ صاحبہ کی پریشانی کے باعث دوبارہ مدینہ مُنورہ چلے گئے[3]۔

سید حسین مدنی سے پہلے ان کے چھوٹے بھائی سید محمد ابراہیم مدنی بھی بریلی تشریف لائے ان کا حال اسی کتاب میں موجُود ہے۔

---

[1] الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیۃ مطبوعہ کراچی۔ ص: ۸۲/ ۸۶۔ [2] الملفوظ حصہ دوم ص: ۳۲۔ [3] ایضاً ص: ۳۲۔

السیّد سالم بن عیدروس البار العلوی الحضرمی

رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۱۲۹۹ھ میں ہوئی۔ اپنے والد ماجد اور مشائخ مکہ حضرت علامہ شیخ محمد سعید بابصیل، صالح بافضل، عمر باجنید، سید حسین حبشی، عبدالرحمٰن الدھان اور علامہ اسعد الدھان سے علم حاصل کیا۔ آپ زبردست عالم، زاہد اور متورع تھے، تبلیغ و تدریس محبوب مشغلہ تھا۔ عبادت و ریاضت کثرت سے کرتے تھے۔ درس و تدریس مسجد حرام میں فرماتے تھے۔ گیارہ صفر ۱۳۲۴ھ کو مکہ معظمہ میں امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ سے خلافت و اجازت علوم سے مشرف ہوئے۔ جن علوم کی آپ کو اجازت ملی وہ تیئیس علوم ہیں۔ اس کے علاوہ بارہ سلاسل طریقت اور چار مصافحات کی اجازت سے سرفراز ہوئے[۱]

آپ کے خلفاء کی کثیر تعداد دمشق اور شام میں موجود ہے۔ ۱۳۲۷ھ میں وفات پائی[۲]

---

[۱] الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ ۱۳۲۴ھ مطبوعہ باراول ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء مکتبہ حامدیہ لاہور ص: ۲۲۶/۲۳۸، فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص: ۸۹-

[۲] دروس من ماضی التعلم وحاضرہ بالمسجد الحرام ص: ۱۹۰/۱۹۳،

علامہ شیخ عابد بن حسین مفتی مالکیہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۷ رجب المرجب ۱۲۷۵ھ بروز شنبہ بوقت عصر اس عالم آب و گل میں جلوہ افروز ہوئے۔ والدِ ماجد مالکیہ کے مفتی تھے۔ آپ نے تمام علوم کی تحصیل والدِ ماجد سے کی اور صغر سنی ہی میں تمام علوم میں مہارتِ تامہ حاصل کرلی۔ استاذ زکریا نے اپنی کتاب "الجواہر الحسان فی تراجم الفضلاء والاعیان" میں ان کے بڑے فضائل تحریر کئے ہیں اور ان کو علماءِ اعلام میں شمار کیا ہے۔ آپ "مسجدِ حرام" میں درس بھی دیتے تھے اور فقہ مالکی کے مطابق فتوے دیتے تھے۔ آپ کے تلامذہ میں آپ کے برادرِ خورد علامہ شیخ محمد علی بن حسین مالکی نامور مصنف ہوئے۔ شیخ جمال مکی اور سید عباس مکی بھی ان کے ممتاز تلامذہ سے تھے۔ سید شریف عون سے اختلاف کی بنا پر آپ مکہ سے یمن چلے گئے اور پھر وہاں سے خلیج عربی اور دوبئی وغیرہ تشریف لے گئے۔ اولاد کی محبت، اعزا و اقارب کی الفت اور زیارتِ کعبہ کے شوق میں پھر وطن واپس تشریف لے آئے اور خفیہ طور پر مسجدِ حرام میں داخل ہوئے۔ شریف مکہ کے جبر و سطوت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا۔ یہاں تک کہ ۱۳۲۳ھ میں سید عون شریف مکہ کا انتقال ہوگیا اس کے بعد آپ نے ساری زندگی عزلت اور گوشہ نشینی میں بسر فرمائی۔

۱۳۲۳ھ میں سفرِ حج کے موقعہ پر اعلیحضرت بریلوی قدس سرہٗ سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھائی "علی بن حسین" (علومِ عقلیہ و نقلیہ میں صاحبِ تصانیف کثیرہ) اور برادر زادہ محمد جمال بن محمد امیر بن حسین تھے۔

۹ صفر ۱۳۲۴ھ بروز بدھ مکۂ مکرمہ میں ان تینوں کو اجازت دی گئی۔ اس کے بعد آپ حضرات نے وہ بڑی سند بھی طلب کی جو سابق مفتی حنفیہ شیخ صالح کمال کو مرحمت ہوئی تھی۔ چنانچہ اس کی نقل کی اجازت دی گئی۔

امام اوحد اعلیحضرت بریلوی قدس سرہٗ نے آپ کو ان الفاظ سے یاد فرمایا:

الفاضل الاجل الکامل الابجل الاوحد الامجد بحر العلوم الاصلیہ والفرعیہ ،

ترجمہ : فاضل جلیل القدر، عظیم المرتبت، یکتا بزرگ، علوم اصلیہ و فرعیہ کے سمندر۔

شیخ موصوف نے اعلیحضرت قدس سرہٗ کی تصانیف (الدولۃ المکیہ، الحسام الحرمین وغیرہ) پر تقاریظ لکھیں جس میں اپنے شیخ امام اجل کو یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے:

سید العلماء الاعلام وفخر الفضلاء الکرام وسعد الملۃ والدین احمد السیر والعدل الرضا فی کل وطر العالم العامل ذو الاحسان حضرۃ المولیٰ احمد رضا خان فقام فی ذلک بغرض الکفایۃ الخ[1]

(ترجمہ)

علماء مشاہیر کا سردار، معزز فاضلوں کا مایۂ افتخار، دین اسلام کی سعادت نہایت محمود سیرت، ہر کام میں پسندیدہ، صاحب عدل، عالم باعمل، صاحب احسان حضرت مولانا احمد رضا خاں ——— تو اس بات میں (گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا رد تا ہر فرما کر) فرض کفایہ ادا کردیا (جو فرض فرداً فرداً سب پر عائد ہوتا تھا۔ آپ نے وہ فرض ادا کر کے سب کو سبکدوش فرما دیا)

آپ کی وفات ۱۳۴۱ھ[2] میں ہوئی۔

---

[1] : حسام الحرمین مطبوعہ لاہور، ص: ۱۵۴، / بحوالہ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، [2] ، دروس من ماضی، ص ۳۴

حضرت شیخ عبداللہ بن ابی الخیر میرداد رحمۃ اللہ علیہ

آپ مسجد الحرام کے امام تھے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مُشرّف تھے۔ آپ کو ۱۰ صفر ۱۳۲۴ھ کو مکۃ شریف میں سندِ اجازت و خلافت عطا ہوئی۔ آپ بہت بڑے فاضل، عالم باعمل تھے۔ مُصلّٰے حنفی کی امامت پر فائز تھے[1] آپکے شیخ امام بریلوی قدس سرہٗ نے آپ کے منصبِ رفیع کے پیشِ نظر آپ کو ان الفاظ میں یاد فرمایا:

الکامل العامل الصفی الوفی امام المقام الحنفی مولٰینا

الشیخ عبداللہ میرداد۔[1]

آپ کے والدِ بزرگوار کا نام الشیخ احمد ابوالخیر میرداد ہے جو اس وقت شیخ الخطباء والائمہ کے منصبِ جلیلہ پر مُتمکن تھے۔[2] دونوں باپ بیٹا اعلیٰحضرت قدس سرہٗ سے نہایت عقیدت و محبت سے پیش آتے۔ علماء سے "الدولۃ المکیہ" کی تقاریظ حاصل کرنے میں پیش پیش تھے۔ کتابِ مستطاب مذکور نے حرمین طیبین میں آپ کا غلغلہ بپا کر دیا (یہ کتاب مجموعی طور پر سارھے

---

[1] رسائل رضویہ حصہ دوم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص: ۲۹۷، ۳۲۸، الملفوظ حصہ دوم ص: ۱۳، فاضلِ بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص: ۸۸۔

[2] اسلامی حکومت میں علماء کے چند مناصب متعین ہوتے ہیں جن میں سے شیخ الائمہ، شیخ الخطباء، شیخ الفقہاء، شیخ الاسلام اور شیخ الخطباء والائمہ وغیرہ جلیل القدر مناصب تھے۔ ان مناصبِ عالیہ پر متعین ہونے والا علوم کا دائرۂ معارف اور حقائق و دقائق کے سمند کا شناور ہوتا ہے۔

آٹھ گھنٹوں میں تالیف ہوئی۔ اس رسالے سے وہاں کے علماء کو محسوس ہوا کہ مُصنّف مشاہیر علوم، منقول و معقول میں بلند درجہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی ذات مرجع فتاویٰ بن گئی۔ عُلماء لاینحل مسائل آپ کے سامنے پیش کرنے لگے۔ استفسارات کا سلسلہ شروع ہوگیا اس سے قبل نوٹ، کے متعلق سوالات مُختلف عُلماء سے کیئے جاچکے تھے، مگر اس نئی صورت (نوٹ) کے بارے میں عُلماء جواب سے عاجز تھے۔) آپ کی شُہرتِ علمیہ کے پیشِ نظر شیخ عبداللہ بن احمد ابی الخیر میرداد امام مسجد حرام اور شیخ حامد احمد محمد جدّاوی نے نوٹ کے مُتعلق بارہ سوالات آپکے سامنے پیش کئے۔ جن کا جواب اعلیحضرت قدس سرّہٗ نے بروز شنبہ شروع فرمایا ـــــــ اتوار کو بُخار آگیا۔ روز دوشنبہ ۲۳ محرم ۱۳۲۴ھ دن چڑھے اسے مکمل فرمادیا[1] اس کا خُلاصہ فاضل مُصنّف کی زبان سے مُلاحظہ ہو:

(ترجمہ)

مُحرّم ۱۳۲۴ھ میں مکہ مُعظّمہ کے دو علمائے گرام مولانا عبداللہ احمد میرداد امام مسجد حرام اور ان کے اُستاذ مولانا حامد احمد محمد جدّاوی نے نوٹ کے مُتعلق جُملہ مسائلِ فقہیہ کا سوال اس فقیر سے کیا۔ جس کے جواب میں بفضلِ وہّاب عزّ جلالہٗ ڈیڑھ دن سے کم میں رسالہ کفل الفقیہ وہیں لکھ دیا۔[2]

(یُوں "نوٹ" کے بارے میں پیدا ہونے والے تمام مسائل از قسم تجارت، بیع، ثمن حقیقی یا عُرفی یا اصطلاحی۔ کفالت، وکالت اور امانت وغیرہ کا ایسا شافی جواب دیا جس سے اعاظم عُلماءِ عرب و عجم عاجز رہے تھے۔ اور انہوں نے جواب مُلاحظہ فرمانے کے بعد مُصنّفِ ذی وقار کے حق میں دعائیں دیں۔)

---

[1] کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم مطبوعہ لاہور ص: ۴-۸/ بحوالہ فاضل بریلوی علماءِ حجاز کی نظر میں ص: ۱۵۷-۱۵۹، [2] ایضاً ص: ۱۶۶-

اُس طرح "کفل الفقیہ الفاہم" جیسی بلند پایہ تصنیف کا باعث شیخ عبداللہ بن احمد ابوالخیر میرداد اور ان کے اُستاذ کا استفسار تھا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔[1]

---

[1] نوٹ کے بارے میں اس سے قبل حضرت جمال بن عبداللہ بن عمر مُفتی اعظم مکۃ (حنفیہ) سے سوال ہو چکا تھا، حضرت ممدوح علیہ الرحمۃ نے صرف اتنا تحریر فرمایا: العلم امانۃ فی اعناق العلماء واللہ تعالٰی اعلم (ترجمہ) علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم، یعنی کچھ جواب نہ دیا۔ ۱۳۲۴ھ کے دوران مُفتی حنفیہ حضرت مولانا عبداللہ بن صدیق، حضرت مولانا سید اسمٰعیل آفندی اور ان کے بھائی سید مصطفٰے آفندی رحمہم اللہ تعالٰی کتب خانہ حرم محترم میں موجود تھے۔ مُفتی حنفیہ مولانا عبداللہ بن صدیق نے جب کفل الفقیہ الفاہم کا مطالعہ فرمایا اور خاص نوٹ کے بارے میں فتح القدیر کا جزیہ پڑھا تو دفعۃً نہایت تعجب سے اپنے زانو پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

این کان شیخ جمال بن عبداللہ بن عمر من ھذا البیان — (ترجمہ) حضرت جمال بن عبداللہ اس نص صریح سے کہاں غافل رہ گئے؟

حرم محترم میں رسالہ کی تصنیف کے دوران مُصنف ذی شان کو "عبدالحیٔ لکھنوی" اور جناب رشید احمد گنگوہی کا خلاف معلوم نہ تھا۔ ہندوستان آکر جب ان کے فتاوٰی دیکھے تو معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے خاص اس مسئلہ میں خلافِ مذہب لکھا ہے۔ چُنانچہ رسالہ کی طبع ثانی کے وقت ان کا رد بھی چھپا جزءاً میں لکھ کر افادہ فرمایا۔ کفل الفقیہ ص: ۱۶۷۔

علامہ سید عبداللہ دحلان

رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت سنہ ۱۲۹۱ھ میں ہوئی۔ ابھی چھ سال کے تھے کہ والد ماجد سید احمد عمر رحلت فرما گئے۔ چچا نے آپ کی تربیت فرمائی۔ آپ کی والدہ ماجدہ آل شطا سے تھیں۔ آپ

درس وتدریس میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ حاکمانِ مکۂ مکرمہ کے ساتھ تعلقات خوشگوار نہ رہے، اس لئے ہمیشہ مکۂ معظمہ سے باہر رہے۔ اسی وجہ ۱۳۲۳ھ میں اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ سے سفرِ حج کے موقعہ پر ملاقات نہ کرسکے۔ ۲ر جمادی الآخر ۱۳۲۸ھ کو بریلی پہنچے اور اجازت وخلافت حاصل کرکے واپس ہوئے[1]

سندِ اجازت میں امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے آپ کا ذکر بایں الفاظ فرمایا:

الفاضل الجلیل الکامل النبیل غرس دوح الفضل والتبجیل ذو العلم والعرفان مولانا السید عبد اللہ دحلان[2]

(ترجمہ) فاضلِ جلیل، کاملِ عقلمند، شجرہ فضیلت وعظمت کی شاخ، صاحبِ علم وعرفان حضرت مولانا سید عبداللہ دحلان۔

آپ شیخ الاسلام علامہ سید احمد دحلان (اُستاذ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ) کے حقیقی برادر زادہ تھے۔ ۱۳۲۶ھ میں انڈونیشیا میں انتقال ہوا[3]

---

[1] الاجازات المتینہ مطبوعہ لاہور کے مطابق آپ کو مکہ معظمہ میں ۲۴ر صفر ۱۳۲۴ھ کو اجازت کا شرف حاصل ہوا۔ ص: ۳۳۰۔ [2] رسائل رضویہ جلد دوم ص: ۳۳۰۔ [3] دروس من ماضی والتعلم

حضرت شیخ عبداللہ فرید بن عبدالقادر کُردی

رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ عبدالقادر کُردی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ ارجمند تھے۔ جب آپ کے والدِ ماجد نے اعلیٰحضرت قدس سرہٗ سے مرویات کی اجازت طلب کی تو آپ نے نہ صرف انہیں اجازت دی بلکہ ان کے صالح جوان بیٹے عبداللہ فرید کو حدیث، فقہ، تفسیر اور تمام علوم کی اجازت

دی جن کے آپ مجاز تھے اس وقت سید عبداللہ فرید اگرچہ بچہ تھے مگر آثار سعادت لئے ہوئے تھے۔ ذہین اور ذکی تھے۔ اس لئے اس عمر میں ہی دس کتابوں کے متن حفظ کر چکے تھے۔ بچوں کو اجازت دینا بھی مشہور و معروف ہے اور علماء و صلحا کے ہاں معمول و مقبول بھی۔ کیونکہ بڑے ہو کر جب وہ دولت علم سے نوازے جائیں تو عالی سندوالوں میں شمار ہوں۔

ا؎ رسائل رضویہ جلد دوم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲؁ء ص: ۲۵۵/۳۴۱۔

حضرت شیخ علی بن حسین مکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ عابد بن حسین مفتیٔ مالکیہ کے بھائی ہیں۔ علوم عقلیہ و نقلیہ میں کامل عبور رکھتے تھے اور صاحبِ تصانیفِ کثیرہ تھے۔ آپ کو ۹ صفر بروز بدھ ۱۳۲۴؁ھ مکہ مکرمہ میں سندِ اجازت وخلافت عطا ہوئی۔ مسجد حرام میں آپ مدرس تھے۔

آپ کی سندِ اجازت دیگر خلفاء کی طرح "الاجازات المتینیہ" میں درج ہوئی۔ آپ کی جلالت شان وعلوِ مرتبت کے پیش نظر اعلیحضرت قدس سرہٗ نے بڑے وقیع انداز میں آپ ذکر فرمایا۔ فرماتے ہیں:

الفاضل الفقیہ الجلیل الکامل النبیہ النبیل ذی التصانیف البہیۃ فی العلوم النقلیۃ والعقلیہ مولانا الشیخ علی بن حسین المرحوم۔

ترجمہ: فاضل، فقیہہ جلیل، کامل، نامور، دانا، علوم عقلیہ و نقلیہ میں خوبصورت تصانیف کے مالک حضرت مولانا علی بن حسین مرحوم۔

ا؎: رسائل رضویہ جلد دوم، ص: ۲۹۷، ۳۲۹، ۲؎: ایضاً ص: ۳۲۸، فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۸۵

شیخ موصوف نے کتاب "الدولۃ المکیہ" اور حسام الحرمین پر اپنی تقاریظ میں اعلیحضرت قدس سرہٗ کے کمالاتِ عالیہ کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

لما من اللہ علی باستجلاء نور شمس العرفان من سماء صفاء ملتزم الاتقان من صار محمود فعلہ کشاف ایات فضلہ وکیف لا وھو مرکز دائرۃ المعارف الیوم ومطلع کواکب سماء العلوم فی دار القوم مضد الموحدین وعصام المھتدین القاطع بصارم البراھین لسان المضلین الملحدین الرافع منار الایمان حضرۃ المولیٰ احمد رضا خان [1]

(ترجمہ)

جب اللہ نے مجھ پر احسان فرمایا اور آسمان صفا کے آفتاب عرفان کی روشنی سے میرے قلب کو منور فرمایا (وہ ذات گرامی) جس کے افعال حمیدہ اس کے فضل و کمال کو عالم آشکار کرتے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو، وہ تو آج دائرہ معارف کا مرکز ہے۔ (اس کا وجود مسعود) ملتِ اسلامیہ کے گھر میں آسمان علم و عرفان کے جھلملاتے تاروں کا مطلع ہے۔ وہ مسلمانوں کا یار و مددگار ہے۔ ہدایت یابوں کا نگہبان و نگران، گمراہوں اور ملحدوں کی زبانوں کو اپنے دلائل و براہین کی تلوار سے کاٹ پھینکتا ہے۔ ایمان کے مینارے کو بلند سے بلند تر کرتا ہے (کون؟) ـــــ ہمارے آقا احمد رضا خاں۔

---

[1] ؛ حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ص: ۱۵۸/ بحوالہ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص ۱۴۸/۳۵،

حضرت سید علوی بن حسن الکاف الحضرمی
رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو ۴/۲ صفر ۱۳۲۴ھ کو مکہ مکرمہ میں اجازت و خلافت عطا ہوئی۔ اعلیحضرت قدس سرہٗ نے سندِ اجازت میں یہ الفاظ تحریر فرماتے۔

"فرزند صلاح والے، جوان فلاح والے، حرم شریف میں بکرمہ تعالیٰ تحصیلِ علم کا التزام کرنے والے الکریم السید العلوی بن حسن الکاف الحضرمی" (اللہ تعالیٰ انہیں نفع بخش جلیل الشان بلند پایہ علم بخشے۔) [1]

---

[1] : رسائل رضویہ حصہ دوم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص: ۳۳۱، فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص: ۸۹/

حضرت شیخ عمر بن حمدان المحرسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حرم نبوی میں مُدرّس تھے۔ اور مالکی فقہ کے مُطابق فتویٰ صادر فرماتے تھے۔ صفر/ربیع الاول ۱۳۲۴ھ میں اعلیحضرت قدس سرہٗ سے دورانِ قیام مدینہ منورہ متعدد علمائے ذی وقار نے اجازتیں طلب کیں۔ آپ نے اکثر کو زبانی اجازتیں دیں۔ کیونکہ عبد المصطفیٰ امام احمد رضا خاں" بارگاہ مصطفےٰ "صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا بے خود تھا کہ ماسوائے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا تھا۔

اسی بنا پر بعض علماء سے وعدہ فرمایا کہ وطن جا کر سندِ اجازت روانہ کی جائیگی۔ جن فضلاء کاملین سے وعدہ فرمایا گیا، ان میں صاحبِ فضیلت مولانا عمر بن حمدان محرسی بھی تھے۔ "الاجازات المتینۃ" میں سند کا دوسرا نسخہ انہیں مرحمت ہوا۔ یہی نسخہ سند "سید صالح کمال"

"سیّد اسماعیل خلیل"، "سیّد مصطفےٰ خلیل"، "سیّد مامون البری" اور دیگر معظمین کو دیا گیا[1] سند کے اس نسخے میں (جس کا تاریخی نام "الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیۃ" ہے۔) امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا نے علوم مکتسبہ اور علوم لدنیہ کی مکمل تفصیل نقل فرمائی، جو آپ کو حاصل تھے۔ ـــــــ نہیں نہیں، جن میں آپ کامل ماہر تھے۔ ـــــــ نہیں نہیں بلکہ بعض علوم کے مُوجد تھے اور ان میں کوئی ہمعصر ہمسری کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتا۔

آپ ہی کے الفاظ میں علوم و عرفان کے وہ دریا جن سے اعاظم علما سیراب ہوئے کا حال سُنیے:۔

مَیں آپ کو اللہ و رسول (جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکت سے اجازت دیتا ہوں ـــــــ اوّلاً ان تمام علوم کی ـــــــ جنہیں مَیں نے اساتذہ کرام سے پڑھا ـــــــ اور کُتبِ حدیث کی ان تمام قسموں کی بھی جنہیں صحاح، سُنن، مسانید، جوامع، معاجیم اور اجزا، کہا جاتا ہے۔ نیز مسلکِ مُحدّثین کے مطابق اور ہمارے جلیل القدر اماموں کے روشن طریق کے مُوافق جتنی اصُولِ حدیث کی کتابیں ہیں ـــــــ اور فقہ حنفی کی روایت بھی ـــــــ

عِلم قرآن[1]، عِلم حدیث[2]، اصولِ حدیث[3]، فقہ حنفی ـــــــ کتبِ فقہ مُجملہ مذاہب، اصول فقہ، جدل مہذّب، علمِ تفسیر، علمِ عقائد والکلام، علمِ نحو، علمِ صرف، علمِ معانی، علمِ بیاں، علمِ بدیع، علمِ منطق، علمِ مناظرہ، علمِ فلسفہ مدلسہ، علمِ تکسیر، علمِ ہیئت، علمِ حساب، علمِ ہندسہ[21]، ـــــــ یہ اکیس علوم ہیں جنہیں مَیں نے اپنے والد قدس سرہ الماجد سے حاصل کیا اور باقی مشائخ نے بھی اجازت بخشی۔

---

[1] : رسائل رضویہ حصہ دوم، ص: ۲۹۹، فاضلِ بریلوی علمار حجاز کی نظر میں، ص: ۸۹۔

ثانیاً ان تمام علوم کی اجازت بھی دیتا ہوں جنہیں میں نے اساتذہ سے بالکل نہیں پڑھا۔ لیکن نقاد علمائے کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے۔ ——— اور وہ پُورے دس علوم ہیں: قرارت، تجوید، تصوف، سلوک، اخلاق، اسماء الرجال، سِیَر، تواریخ، لُغت، ادب مع جُملہ فنون ——— ان (اکتیس) علوم میں جتنے متن، جتنی شرحیں، جتنے حواشی اور جتنے رسائل علمائے متقدمین اور متاخرین نے تصنیف کیے ہیں، ان سب کی اجازت دیتا ہوں۔

ثالثاً اُن علوم کی بھی اجازت دیتا ہوں جنہیں میں نے کسی افادہ بخش استاذ سے حاصل کیا۔ نہ پڑھ کر، نہ سُن کر، نہ باہمی گفتگو سے ——— اور مجھ جیسے ہمز مان ایسے علموں کو تعلیم و تعلّم کے بغیر حاصل کرنے کے عادی بھی نہیں مگر اس عاجز فقیر پر ربّ قدیر نے ایسا فضل فرمایا کہ میں نے انہیں محض کتب بینی سے اور نظر و فکر کے استعمال سے حل کر لیا۔ کسی پر اعتماد کر کے اس کے حضور زانوئے تہ کرنے کی ضرورت نہ پڑی، گویا اپنے اقران میں ان علوم کا مُوجد ہوں اور ان کی گود میں مجھ ہی کو بیٹھنا نصیب ہوا۔ یہ علوم تعداد میں چودہ ہیں۔

ارثماطیقی، جبر و مقابلہ، حساب سِتینی، لوغارثمات، علم التوقیت، مناظر و مرایا، علم الاُکر، زیجات، مثلث کروی، مثلث مسطح، ہیئات جدیدہ، مربعات، حصہ جفر، حصہ زائرجہ ——— تو یہاں تک پنتالیس علوم ہوئے ——— اور میں نے ان جُملہ علوم کی بڑی بڑی کتابوں پر حواشی بھی لکھے۔ حاشیہ نویسی کا سلسلہ زمانہ طالب علمی سے اب تک جاری ہے ——— مگر جب میں نے پڑھنے سے فراغت پائی ———

اور یہ واقعہ نصف شعبان ۱۲۸۶ھ کا ہے، اس وقت میں تیرہ سال، دس ماہ پانچ دن کا تھا ——— وہ چودہ علوم جو فقیر کو محض نظر و فکر سے حاصل ہوئے ان کے ساتھ یہ پانچ علوم اور بھی شامل ہیں: فرائض، حساب،

ہیئت، ہندسہ، تکسیر ـــــــــ تو گویا یہ اُنیس علوم ایسے ہیں جن کی تعلیم صرف آسمانی فیض سے مجھے حاصل ہوئی۔

یُوں ہی نظم عربی، نظم فارسی، نظم ہندی، نثر عربی، نثر فارسی، نثر ہندی، کا انشار، خطِ نسخ، خطِ نستعلیق اور مولیٰ تعالیٰ کے آسان فرمانے سے قرآن مجید کی تلاوت مع التجوید کی تعلیم بھی کسی اُستاذ سے حاصل نہ کی ـــــــــ

پہلے اُنیس اور یہ نو کل اٹھائیس فنون وہ ہیں جنہیں محض مَیں نے رب تعالیٰ کے الہامی فیض سے حاصل کیا ہے۔ (امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کے اکتیس ملکوم مکتسبہ اور اٹھائیس علوم لدنیہ غیر مکتسبہ مل کر انسٹھ علوم بنتے ہیں جن میں انہیں مہارت تامہ بلکہ ملکہ اجتہاد حاصل تھا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ط عام طور پر اعلیحضرت قدس سرہٗ کے علوم پچاس کے قریب بتائے جاتے ہیں لیکن انسٹھ علوم آپ ہی کے علم سے متحقق ہوئے۔ الحمدللہ رب العالمین)

رابعاً اپنی تمام مولفات کی بھی اجازت دیتا ہوں ـــــــــ

اور یُوں ہی ان چاروں کی اجازت آپ کے بیٹوں، بھائیوں، پوتوں اور نواسوں کو بھی دیتا ہوں۔

خامساً طریقت کے ان تمام دلپسند سلسلوں کی بھی اجازت دیتا ہوں جن کی مجھے اجازت حاصل ہے ـــــــــ وہ سلاسل طریقت یہ ہیں:

طریقہ عالیہ قادریہ جدیدہ، قادریہ آبائیہ قدیمہ، قادریہ اہدلیہ، قادریہ رزاقیہ، قادریہ رضویہ، چشتیہ نظامیہ قدیمہ، چشتیہ محبوبیہ جدیدہ، سہروردیہ واحدیہ، سہروردیہ فضلیہ، نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ، نقشبندیہ علائیہ علویہ، سلسلہ

بدیعیہ[12]، علویہ منامیہ[13] ـــــــ یہ آخری سلسلۂ بیعت میرے تمام سلسلوں میں نبی کریم ﷺ سے زیادہ قریب ہے ـــــــ بحمدہٖ تعالیٰ اصبحِ یمانی کی اعلیٰ سند کی طرح یہ سند بھی ثلاثی ہے ـــــــ تو اے میرے پیارے مُستجِز! آپ حضرات کے لئے یہ سند بواسطہ فقیر رُباعی ہوگی۔

سادساً درج ذیل ادعیہ وغیرہا کی اجازت بھی دیتا ہوں ـــــــ

قرآن عظیم کے خواص[1]، اسماء الٰہیہ[2]، دلائل الخیرات[3]، حصن حصین[4]، قصر متین[5]، اسماء اربعینہ[6]، حزب البحر[7]، حزب البر[8]، حزب النصر[9]، سلسلہ شاذلیہ کے تمام احزاب[10]، ایک لاکھ چار ولیوں کا حرز[11]، حرز الامیرین[12]، حرز یمانی، دعاء مغنی[13]، دعاء حیدری[14]، دعاء عزرائیلی[15]، دعاء سریانی[16]، قصیدہ خمریہ[17]، (جس کا مشہور نام قصیدہ غوثیہ ہے) صلوٰۃ غوثیہ[18] کہ جسے صلوٰۃ الاسرار کہا جاتا ہے جو بخشنے والے رب کے اذن سے حاجت برآری کے لئے مجرب ہے) قصیدہ بُردہ[20]، دُعاء شبخ[21]، تکبیر عاشقاں[22]، نیم تکبیر[23]، ارسال الہواتف[24]،

ان کے علاوہ اس قسم کی اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جو احاطۂ وصف میں شاید نہ آسکیں۔

سابعاً ان تمام اذکار، اشغال، اوفاق اور اعمال کی بھی اجازت دیتا ہوں جو مجھ تک میرے اُستادوں آقاؤں کی جانب سے پہنچے ہیں یا جنہیں مَیں نے اپنی فکر اور کوشش سے استخراج کیا ہے۔ اور بحمدہٖ تعالیٰ اپنی مُراد کے موافق بلکہ اس سے بڑھ کر پایا ہے۔

اب آپ کو چار(۴) مُصافحوں کے شرف سے بھی نوازتا ہوں۔

مُصافحہ خضریہ[1]، مُصافحہ جِنّیہ[2]، مصافحہ معمریہ[3]، مصافحہ منامیہ[4]۔

---

[1] رسائل رضویہ جلد دوم، ص: ۲۹۸/۳۲۶، [2] ایضاً: ص: ۲۹۸

سند کے اسی نسخہ میں مولانا عمر المحرسی المدنی کو جن پیارے خطابات سے نوازا وہ ملاحظہ فرمائیے :

اے فاضل کامل، اچھی خصلتوں والے، شجرہ فضیلت کی شاخ، پاک صاف، دانا، تیز فہم، مولانا شیخ عمر بن حمدان المحرسی المالکی۔[2]

مولانا موصوف نے اپنے شیخ امام احمد رضا خاں کی بعض کتابوں پر تقریظ بھی لکھی۔ چنانچہ حسام الحرمین پر تقریظ ان الفاظ میں لکھی :

فانی قد اطلعت علی ما حرره العالم العلامة الدراکة الفهامة ذو التحقیق الباهر جناب الشیخ احمد رضا خاں فی الخلاصة الماخوذة من کتابه المسمی المعتمد المستند فوجدته الله فی غایة التحریر فلله در مؤلفه

جناب شیخ احمد رضا خاں نے جو اپنے خلاصے میں تحریر فرمایا ہے۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا، یہ خلاصہ ان کی کتاب موسومہ "المعتمد المستند" سے ماخوذ ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ مصنف نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ مصنف کی تعریف و توصیف اللہ کے لئے ہے۔ وہ مصنف خوب ہی جاننے والا خوب ہی سمجھنے والا، خوب ہی سوچنے والا اور ایسی روشن تحقیق کرنے والا ہے جس سے تمام پہلو منور ہو جائیں۔[1]

---

[1] : حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین، ص ۱۸، ۲۱/ بحوالہ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۱۵۲،

حضرت شیخ مامون البری المدنی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب سیادت و شرافت مولانا سید مامون البری نے جب اجازت و خلافت کے لئے عرض کیا، اس وقت عبدِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) (اعلیحضرت بریلوی قدس سرہٗ) بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھا۔ اپنے عشق و وارفتگی میں بیخود دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت بے بہا لوٹ رہا تھا۔ اس وقت علماء مستجزین کو صرف زبانی اجازت عطا کی گئی۔ اور وعدہ کیا گیا کہ وطن واپس پہنچ کر تحریری طور پر سندِ اجازت ارسال کی جائے گی۔ مگر واپسی کے بعد حضرت فاضلِ بریلوی رضی اللہ عنہ کتابیں تصنیف کرنے اور فتنے مٹانے میں ایسے مصروف ہوئے کہ سندیں روانہ کرنے میں تاخیر واقع ہوگئی۔ اس پر کئی خطوط بطور یاددہانی حرمین شریفین سے بریلی تشریف لائے۔ ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء حرمین کے دلوں پر اعلیحضرت قدس سرہٗ کی عظمت کے جو نقوش پڑ چکے تھے، وقت گزرنے پر مدھم نہیں پڑے۔ بلکہ محبت والفت میں بدستور اضافہ ہی ہوتا رہا۔ یہاں جلیل القدر سید مامون البری کا ایک مکتوب بطور نمونہ درج کیا جاتا ہے:

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے۔
سب تعریفیں اللہ کو ہیں اور درود اس کے رسول پر۔

یہ خط ان کی طرف لکھا جاتا ہے جو ——— استاذ ہیں، یکتا ہیں، علماء میں جائے پناہ، بہت سمجھ دار اور تیز فہم ہیں جن کا قلم جادو کی طرح فریفتہ کرتا ہے جن کی باتوں کا لطف نسیمِ سحر پر فوقیت رکھتا ہے۔ وہ ایسے کمالِ عالیہ کے مالک ہیں کہ ہم ان کی کنہ کا تصور نہ بذریعہ رسم کر سکتے ہیں نہ بذریعہ حد۔ وہ اس لائق ہیں کہ کہا جائے کہ "ان جیسا زمانہ کوئی نہیں"۔ کیونکہ ان کا فضل و کمال اس آگ سے زیادہ مشہور ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر جلائی جاتی ہے۔ یہ شعر ان کی مسلمہ بلند ہمتی پر تنبیہہ کرتا ہے جسے ان کی زبانِ حال پڑھتی ہے۔ ے

الخیل والیل والبیداء تعرفنی
والسیف والرمح والقرطاس والقلم

(ترجمہ شعر)

مجھے یہ سب چیزیں پہچانتی ہیں۔ گھوڑے بھی (کہ میں شہسوار ہوں) راتیں بھی (کہ ان میں جاگ کر یادِ خدا کرتا ہوں) بیابان بھی (کہ انہیں تلاش محبوب میں قطع کرتا ہوں) تلوار اور نیزہ بھی (کہ ان سے جہاد کرتا ہوں) کاغذ اور قلم بھی (کہ عقائدِ اسلامیہ اور مسائلِ شرعیہ لکھتا ہوں)۔

ان سے میری مراد حضرت جناب مکرم، محترم، یگانۂ اقران سیدی احمد رضا خاں ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی عزت وجلال کو زوال اور دوہری آفات سے محفوظ رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہم آپ کی خدمت میں سلام پر سلام پیش کرتے ہیں جو بلند ٹیلوں کی شگفتہ کلیوں سے زیادہ خوشنما اور نسیم صبا سے زیادہ پُرلطف ہے اور ایسی تعریف کرتے ہیں جو ستارۂ زہرہ کی طرح چمکتی اور چمنستان کی نازک کلیوں پر فخر کرتی ہے جب ہم آپ کے فضیلت والے عقل والے، عزت والے، قدر والے بھائی کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ان سے حضرت کے حالات دریافت کئے، انہوں نے صحت وعافیت کی خبر دی تو ہم از حد خوش ہوئے۔ رب تعالیٰ کی واحد و یگانہ ذات سے آپ کی عافیت کے دوام کے طالب ہیں جب آپ مدینہ طیبہ کے عالی دربار میں حاضر ہوئے تھے تو مجھ فقیر سے بنا برفضل وکرم وعدہ فرمایا تھا کہ حدیث، تفسیر وغیرہ علوم دینیہ کی سند دوں گا۔ فقیر اس کا منتظر ہے۔ آپ حسب وعدہ سندِ اجازت لکھ کر ارسال فرمائیں۔ کیونکہ کریم جب وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے اور سحابِ رحمت جب گرجتا ہے تو برستا ہے۔ نیز آپ کی بارگاہ سے امید کی جاتی ہے کہ اپنی بعض عربی تالیفات ارسال فرمائیں گے اور بس!

آپ کے فاضل فرزند کو اور آپ سے نسبت رکھنے والے اور مجلس میں حاضری دینے والے ہر شخص کو سلام۔ آپ سے اس کرم کی بھی اُمید ہے کہ خاطر عالی سے اور بلند قیمت نگاہ سے ہمیں دُور نہ ہٹائیں گے۔ ہم ہاتھ پھیلا کر آپ کی خیریت کی دعا کرتے ہیں

والسّلام

آپ کا محب فقیر عاصی سید مامون الازہر نجانی ثم المدنی، محرم ۱۳۲۶ھ[1]

مرکزِ علم و عرفاں، مہبطِ وحی و قرآں، دیارِ حبیب کے باشندے اور مسلمانوں کے جلیل القدر ائمہ کی طرف سے "بریلی" میں آنے والے خطوط نے واضح کر دیا کہ امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کا علمی و رُوحانی مقام کتنا بلند ہے۔ یہ اعاظم علماء آپ سے ازراہِ برکت و سعادت اجازات کے طالب ہوئے اور امام موصوف نے کسرِ نفسی کے باعث اجازات عطا کرنے میں تاخیر کی، مگر جب بار بار کے اصرار اور یاد دہانی کے سبب مجبور ہوئے تو اجازت مرحمت فرمائی۔

شیخ "مامون البری" المدنی کو مدینہ منورہ کے قیام کے دوران ۱۳۲۴ھ میں زبانی اجازت عطا ہوئی مگر تحریری اجازت بریلی شریف سے ۱۳۲۶ھ شوال المکرم کی ابتدائی تاریخوں میں بعض علماءِ پنجاب کے ہاتھ روانہ فرمائی۔ سندِ اجازت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

اے پاک باطن، پاک سیرت، شرافت و سیادت کے شجرِ عظیم، دانائی و سعادت کی خوشبوئے دلنشیں، جلیل القدر، عظیم المرتبت، باکمال عالمِ دین، بلند فضیلت والے، مُبارک فیض والے، غنی دل والے حضرت سیدی السیّد المامون البری المدنی (اللہ تعالیٰ آپ کو دین کے لئے جائے پناہ، یقین کے لئے حفاظت گاہ، دین کے طالبوں کے لئے امن گاہ بنائے) آپ نے اچھا گمان رکھنے بلکہ بھلائی کا ارادہ فرمانے کی بنا پر مجھ سے حدیث شریف کی اور میری

---

[1] : رسائل رضویہ حصہ دوم، مطبوعہ لاہور، ص: ۲۲۵/۲۲۷،

نئی وپرانی تمام مرویات کی اجازت طلب کی ہے حالانکہ میں قافلۂ علم اور گروہِ فنون میں خود کو شمار نہیں کرتا لیکن چونکہ اہلِ کرم اچھے گمان رکھا کرتے ہیں اس لئے آپ کو اللہ ورسول جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم کی برکت پر اجازت دیتا ہوں،" لیجئے۔[1]

---

[1] رسائل رضویہ حصہ دوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص: ۲۹۴ تا ۲۹۷، فاضلِ بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص: ۸۸ -

مولانا سید محمد ابراہیم مدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عالم باکمال، فاضل اجل، بڑے متقی وپرہیز گار اور عابد وزاہد تھے۔ مدینہ طیبہ کے باشندے تھے۔ ۱۳۲۳ھ میں جب اعلیٰحضرت قدس سرہٗ حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کرنے کےلئے گئے تو اس وقت آپ کہیں باہر تشریف لے گئے تھے۔ واپسی پر اعلیٰحضرت کے فضل وکمال کی خبر ملی تو غایتِ شوق میں بریلی کا سفر کیا۔ چھ ماہ اعلیٰحضرت کی خدمت میں رہ کر تکمیلِ سلوک کیا اور اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ پھر واپس وطن تشریف لے گئے۔

بریلی شریف میں آپ کی موجودگی کے دوران حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خاں، خلف وجانشینِ اوّل اعلیحضرت، کے ہاں شاہ محمد ابراہیم رضا کی ۲۵ جمادی الآخر ۱۳۲۵ھ کو ولادت ہوئی۔ یہ اعلیحضرت قدس سرہٗ کی نسل میں پہلے فرزند تھے اس لئے بڑی مسرت کا اظہار کیا گیا حضرت سید ابراہیم نے بطورِ یادگار اپنے نام پر نومولود کا "ابراہیم رضا" تجویز فرمایا۔ جسے اعلیحضرت نے بھی پسند فرمایا کہ یہ سرکارِ اعظم کا عطیہ ہے۔[1]

ان کے بڑے بھائی سید حسین مدنی صاحب بڑے سیرچشم وبے طمع بزرگ تھے۔ وہ بھی بریلی تشریف لائے۔ آپ کے سب سے بڑے بھائی سید احمد خطیب کی اعلیحضرت قدس سرہٗ

---

[1] بروایت شاہ محمود احمد قادری مدظلہٗ۔

سے خط و کتابت رہتی تھی۔ حضرت سید ابراہیم بریلی میں اور اجازت پانے کے تبلیغ و اشاعت کی غرض سے تبت تشریف لے گئے اور سید حسین مدنی اسلام کی شمع کو روشن کیا جا سکے۔[1]

---

[1] الملفوظ حصہ دوم، مطبوعہ کراچی ص: ۳۳

السید ابوالحسن محمد بن عبدالرحمن المرزوقی المکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ سید محمد بن عبدالرحمن المرزوقی کی ولادت باسعادت ۱۲۸۴ھ میں ہوئی۔ اپنے والد اور والدہ کے دادا سید محمد صالح کتبی اور حضرت علامہ شیخ صالح کمال اور علامہ شیخ عبدالحق الہ آبادی سے تحصیل علم کیا۔ اس کے بعد انہیں مسجد حرام میں مسندِ درس پر متمکن کی ہونے کی سعادت ملی۔ عہدِ عثمانی میں مکہ کے قاضی، محکمہ تعزیرات کے رُکن اور مجلس نہر زبیدہ کے ممبر رہے۔ عہدِ ہاشمی میں وزارتِ تعلیم اور عہدِ سعودی میں ممتاز عہدے پر فائز رہے۔ آپ بہت صالح، عادل و متقی اور خلیق بزرگ تھے۔ آپ فصیح عربی میں کلام فرماتے۔ آپ تعصب، عناد، حسد و کینہ ایسی کدورتوں سے پاک تھے۔ آپکا حلقہ درس 'باب قطبی' اور 'باب باسطیہ' کے مابین قائم تھا۔ آپ کے تلامذہ میں نامور علماء پیدا ہوئے۔ بالخصوص حضرت شیخ حسین عبدالغنی، شیخ احمد ہرسانی، شیخ محمد مرزوقی اور شیخ یحییٰ امان عہدۂ قضا پر فائز رہے۔

اجازہ و خلافہ

دلچسپی

آپ کے علم و فضل اور تقویٰ و اخلاق کے بارے میں اعلیٰحضرت قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

الفضل الجلیل السید المجمیل جامع الفضائل
الانسیۃ قامع الرذائل الدنسیہ الفقیہ الرجیہ
النبیل النبیہ مولانا الشیخ ابو الحسین محمد المرزوقی

سلمہ اللہ تعالیٰ[۱]

ترجمہ

فاضل جلیل، سید جمیل، انسانی فضیلتوں کے جامع، گندی برائیوں کے قامع، باوجاہت فقیہہ، نامور دانا، حضرت مولانا ابوالحسین محمد مرزوقی اللہ انہیں سلامتی بخشے۔

دوسرے موقعہ پر یوں فرمایا:

مولانا السید ابی الحسین مرزوقی امین الفتویٰ ومکین التقویٰ[۲]

ترجمہ

حضرت مولانا ابوالحسین المرزوقی جو فتویٰ دینے میں امین اور تقویٰ اختیار کرنے میں پختہ ہیں۔

قیام حرمین شریفین کے دوران اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ اجازت سلاسل طلب فرمائی چنانچہ اوائل صفر ۱۳۲۴ھ کو مکہ مکرمہ میں اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے[۳]

'الدولۃ المکیۃ' اور حسام الحرمین پر ان کی تقاریظ بڑی وقیع ہیں۔ ان کے اقتباس دلچسپی سے خالی نہیں۔

میں اس رسالہ 'الدولۃ المکیۃ' پر مطلع ہوا۔ اور ان میں جو بلند مباحث ہیں میں نے دیکھے ہیں جن پر روشن نورانی قطعی دلیلوں سے دلائل قائم کئے ہیں تو میں نے اسے زمانہ کی پیشانی میں نورانی نشان پایا جس سے دل کشادہ

---

[۱] رسائل رضویہ جلد دوم ص: ۳۲۶، [۲] ایضاً ص: ۲۹۶، [۳] ایضاً ص: ۳۲۸

ہوں اور سینے کھل جائیں۔

آگے چل کر معاندین و مخالفین کے جھوٹے پراپیگنڈے کی خبر لی۔

جھوٹے ہیں وہ سب جنہوں نے اس مولف جلیل پر یہ ادعا کیا ہے کہ اس نے اس رسالہ میں شہر علم اشرف الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اس کے علم سے برابرانا جو عالم کا پیدا کرنے والا ہے

کاش میں جانتا کہ اس رسالہ میں کون سا لفظ اس معنی کا احتمال رکھتا ہے نہ کہ اس پر دلالت کرے۔ بآنکہ حضرت مؤلف نے کہ اللہ اس کے وجود کو ہمیشہ سارے زمانے کی زینت رکھے۔ اس رسالے کے متعدد مواضع میں دونوں علموں (علم باری اور علم مصطفےٰ جل و علا صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرق عظیم کی تصریح کی تو اپنے رب اللہ سے ڈرے وہ جس نے یہ جھوٹ بکے۔ جن کی اصلاً کوئی حقیقت نہیں اور اپنے گناہ سے توبہ کرے اور یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ الدولۃ المکیۃ کے مولف مولانا احمد رضا خاں کو سب سے بہتر جزا عطا کرے[1]

حسام الحرمین پر طویل تقریظ کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

بیشک مجھ پر اللہ کا احسان ہوا اور اسی کے لئے حمد و شکر ہے کہ میں نے حضرت عالم علامہ سے ملا جو زبردست عالم، دریائے عظیم الفہم ہیں جن کی فضیلتیں وافر اور بڑائیاں ظاہر ———— اور بیشک میں نے ان کا اچھا ذکر اور بڑا مرتبہ پہلے ہی سنا تھا[2] اور ان کی بعض تصانیف

---

[1] الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ ص: ۴۸، ۵۱، [2] اعلیحضرت کے علم و عرفان کا فیضان درامانت فتویٰ اور کمال تقویٰ کا شہرہ آپ کے سفر حج سے بہت پہلے حرمین طیبین (جاری)

کے مطالعہ سے مُشرف ہوا جن کے نُور قندیل سے حق روشن ہوا توان کی محبّت میرے دل میں جم گئی اور دل و دماغ میں متمکن ہوگئی کبھی کبھی کان، آنکھ سے پہلے گرفتار محبت ہوجایا کرتے ہیں توجب اللہ تعالیٰ نے اس ملاقات سے احسان فرمایا تو مَیں نے وہ کمال ان میں دیکھے جن کا بیان طاقت سے باہر ہے۔ مَیں نے علم کا کوہ بلند دیکھا جس کے نور کا ستون اونچا ہے اور معرفتوں کا ایسا دریا جس سے مسائل نہروں کی طرح چھلکتے ہیں بہت سی تعریف و توصیف بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں :

ورایت نفسی ذاعیّ وحصر عن البلوغ فی وصف الی البغیۃ والوطر۔

اور میں نے اس کی تعریف و توصیف میں خود کو عاجز پایا۔ دل بھر کر تعریف نہ کرسکا۔ (دل کی آرزو دل ہی میں رہ گئی۔) ؎

قافلے جانب احمد سے جو آتے تھے یہاں حال دریافت یہ سُنتا تھا نہایت اچھا

جب ملے ہم تو خدا کی قسم ان آنکھوں نے اس سے بہتر نہ سُنا تھا جو نظر نے دیکھا[1]

۲۵ صفر المظفر ۱۳۶۵ھ کی رات کو "اللہ اللہ" کہتے ہوئے راہی ملک بقا ہوئے۔ جنّت المعلےٰ میں مزار انور ہے۔[2]

---

[1] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ۱۳۲۴ھ ص: ۱۴۶/ بحوالہ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں

[2] دروس من ماضی التعلم - لقیہ

(لقیہ گذشتہ صفحہ) سے خراج تحسین وصول کرچکا ہے۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ جو آج بھی اس عظیم روحانی و ایمانی دولت سے وابستہ ہیں۔ کاش ان لوگوں کو تعصب سے الگ ہونا چاہیئے۔ جو ہمیشہ یہی تاثر دیتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں جاہلوں کے پیشوا تھے۔ (نعوذ باللہ)

حضرت سید محمد بن عثمان دحلان
رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو ۲۴ صفر ۱۳۲۱ھ کو بوقت روانگی مدینہ منورہ اجازت و خلافت سے نوازا گیا[1] یہ اجازت اس وقت دی گئی جب کہ امام بریلوی قدس سرہٗ امن والے شہر مکہ مکرمہ سے رخصت ہوکر سکون والے شہر مدینہ طیبہ روانہ ہونے والے تھے۔

امام اہل سنت خود ارشاد فرماتے ہیں:

۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ کو کعبۂ تن سے کعبۂ جان کی طرف روانہ ہوا حضرت مولانا سید اسمٰعیل اور بعض دیگر حضرات شہر مبارک سے باہر دور تک برسم مشایعت تشریف لائے، اور مجھ میں بوجہ ضعفِ مرض پیادہ چلنے کی طاقت نہ تھی پھر بھی ان کی تعظیم کے لئے ہر چند اترنا چاہا مگر ان حضرات نے مجبور کیا[2]

---

[1] : رسائل رضویہ حصہ دوم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص: ۲۳۱، فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۸۹،

[2] : الملفوظ حصہ دوم مطبوعہ کراچی، ص: ۳۳،

●

حضرت شیخ محمد جمال بن محمد الامیر
رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ عابد بن حسین مفتی مالکیہ مکہ اور حضرت شیخ علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہم کے برادر زادہ تھے۔ آپ کو مکہ مکرمہ میں ۹ صفر ۱۳۲۴ھ کو اجازتِ عالیہ کی سعادت نصیب ہوئی[1]

---

[1] رسائل رضویہ حصہ دوم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص: ۳۲۸/۲۹۶ ، فاضلِ بریلوی علماء حجاز کی نظر میں: ص ۸۸

مکہ معظمہ میں جب علماء و فضلاء نے کثرت سے امام احمد رضا خاں بریلوی سے اجازتیں طلب کیں۔ تو آپ نے ان کے لئے سند کا ایک مختصر مگر جامع نسخہ تالیف فرمایا، جو تھوڑے الفاظ پر مشتمل ہونے کے باوجود جامع تھا۔ سند کا یہ نسخہ "الاجازات المتینیہ لعلماء بکۃ والمدینہ" میں چھپا ہوا ہے۔ حضرت شیخ موصوف کو یہ مختصر اور جامع سند کا نسخہ عطا کیا گیا، لیکن انہوں نے سند کا وہ مفصل نسخہ بھی طلب فرمایا جو ان سے پہلے سابق مفتی احناف الشیخ صالح کمال کو دیا گیا۔ چنانچہ شیخ موصوف کو اجازت دی گئی کہ حضرت ۔ الح کمال رحمۃ اللہ علیہ کی سندِ اجازت کی نقل ۔ر لیں۔

●

شیخ العلماء مولانا محمد سعید بن محمد باالصبیل مفتی شافعیہ مکہ معظمہ

آپ حرم محترم میں مفتی شافعیہ اور شیخ العلماء کے جلیل الشان مناصبِ رفیعہ پر فائز تھے۔ شیخ العلماء کا منصب بہت کم علماء کو نصیب ہوتا۔ یہ منصب خلیفہ وقت کی جانب سے متعین تھا اور اپنے وقت کی علوم شرعیہ میں کمال پر فائز شخصیت اس منصب کی اہل ہوتی۔

سنہ ۱۳۲۳ھ میں حج کے موقعہ پر اعلیحضرت قدس سرہٗ سے شرف تلمذ و خلافت حاصل کیا۔ آپ کی شخصیت حق کا معیار تھی۔ شیخ صالح کمال اور شیخ ابوالخیر میرداد وغیرہ اکابر وعمائد کی طرح آپ کی رائے حرفِ آخر ہوتی اور آپ کا قول مستند ہوتا۔ چنانچہ "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" کی حرم محترم میں دھوم پڑگئی حق کا چاند روشن ہوا اور معاندین و فاسدین پر اوس پڑگئی شریف مکہ کے دربار میں قبولیت عامہ کی سند پاچکی۔ وہابیہ کا ہر داؤ باطل ہوا۔ آخری حملہ کے طور پر احمد راتب پاشا گورنر مکہ معظمہ کو بھڑکانے کے لئے (وہابیہ نے) اس وقت اس کے پاس شکایت کی جب وہ طواف سے فارغ ہوا۔ کہ ایک ہندی

عالم (امام احمد رضا) نے ہندوستان میں بہت سے لوگوں کے عقائد بگاڑ دیے ہیں۔ اور اب اہلِ مکہ کے عقیدے خراب کرنے آیا ہے۔" ساتھ ہی دل میں سوچا کہ اپنی بات کو کس طرح معتبر بنائیں تاکہ گورنر مکہ معظمہ جوشِ غضب میں آکر اُس کی اہانت کے درپے ہو۔ لہٰذا مجبوراً انہیں یہ کہنا پڑا کہ "اور اکابر علماء مکہ مثلاً شیخ العلماء سید محمد بالصبیل و مولانا شیخ صالح کمال و مولانا ابو الخیر میرداد اس کے ساتھ ہو گئے ہیں۔"

مولیٰ تعالیٰ کی شان کہ یہی بات ان پر اُلٹی پڑی۔ پاشا نے بکمال غضب ایک چپت اس شکایت کرنے والے وہابی کی گردن پر جمادی اور کہا کہ:

"یا خبیث ابن الخبیث یا کلب ابن الکلب اذا کان هولاء معه فهو یفسد ام یصلح"

اے خبیث، اے کُتے۔ جب یہ اکابر اس کے ساتھ ہیں تو وہ خرابی ڈالے گا یا اصلاح کرے گا[۱]

شیخ العلماء الکرام مولانا موصوف نے "المعتمد المستند"، "الدولۃ المکیۃ" اور "حسام الحرمین" وغیرہ کتب امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ پر طویل تقاریظ تحریر فرمائیں[۲] "الدولۃ المکیۃ" پر بایں الفاظ تقریظ فرمائی۔

فاضل کامل سیدی احمد رضا خاں کے رسالہ مسمّی بہ "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" کا مطالعہ کیا۔ میرے نزدیک اس کا مصنف اور یہ رسالہ تین وجہ سے عظیم تعریف کا مستحق ہے۔

اولاً: یہ کہ جس سمت میں (اس کا مصنف) ہے وہاں کے علماء کا

---

[۱] الملفوظ حصہ دوم، مطبوعہ کراچی ص ۱۳۱/۱۴۱ [۲] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص: ۱۱۹/۱۴۳ - المعتمد المستند مطبوعہ لاہور ص ۲۶۲ - اعلیٰحضرت بریلوی ص: ۱۲۲ - مقالاتِ یوم رضا حصہ سوم ص ۳۰۔

سردار ہے اور شریعت کے اصول وفرع سے علوم ومطالب میں محقق
و مدقق ہے۔

ثانیاً: یہ کہ وہ جناب سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور حسن تعظیم
وآداب کے ساتھ قیام وکوشش تام رکھتا ہے خصوصاً ان علوم غیب
میں جو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم کو کرامت کئے۔ جو بے انتہا ہیں۔
ان چیزوں سے جو لوح محفوظ اور عرش اور عالم ہائے بالا وغیرہا میں ہیں۔ جن کا
بیان مصنف نے اپنے رسالہ مذکورہ میں کیا اور دلائل قائم کئے اور اس پسندیدہ
سے دلیل قطعی قائم کی جو اپنے بعض مشائخ اور مصنفین سلف وخلف سے
نقل کیں جن کا حصر ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ جیسا کہ رسالہ مذکورہ میں ان کے
مطالعہ کرنے والے پر معلوم ہوتا ہے۔

ثالثاً: یہ کہ یہ رسالہ اپنی شان میں عظمت والا ہے۔ باآنکہ اسے
اپنے زمانہ حج ۱۳۲۳ھ میں قلیل مدت میں لکھا ہے۔

پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:۔

حتی انها وقعت عند علماء الحرمين موقعا جليلا
وقرضوا له عليها واجادوا فيما اقاموا به له وهو قليل
من قدره[1]

ترجمہ

یہاں تک کہ وہ رسالہ علماء حرمین شریفین کی نگاہ میں عظیم وقعت پر واقع
ہوا اور ان علماء کرام نے مصنف کے رسالے پر تقریظیں لکھیں اور مصنف کی
تائید میں بہت خوب قیام کیا اور ــــ یہ مصنف کی قدر سے کم ہے۔

---

[1] الفیوضات الملکیۃ لمحب الدولۃ المکیہ مطبوعہ کراچی ۔ ۱۶/۱۸

السید الشیخ محمد سعید بن السید محمد المغربی

شیخ الدلائل حسنی حسینی ادریسی قادری مدنی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبِ فضیلت وجاہ، صاحب تقویٰ وورع، عالم باعمل مولانا سید محمد سعید مدینہ منورہ میں علماء وفضلاء کے مرجع اور عوام الناس کی جائے پناہ تھے۔ اصحاب مراتب آپ کی طرف ٹوٹ ٹوٹ کر آتے۔ سکون والے شہر مدینہ منورہ میں دلائل الخیرات کی اجازت لینے کے لئے لوگ آپ کے حضور حاضر ہوتے اور عزت وفضیلت پاکر واپس ہوتے۔

سنہ ۱۳۲۴ھ میں امام اہلسنّت مولانا احمد رضا خاں قادری جب آستانہ عالیہ نبویہ (علیٰ صاحبہا والہ افضل الصلاۃ واکمل السلام) چومنے کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے تو بیشمار علماء وفضلاء طالب علم وفضل بن کر حاضر ہوئے۔ مرجع انام موصوف بالشرف والفضائل سید محمد سعید ——— شیخ الدلائل بھی حاضر ہوئے۔ سلاسل شریعت وطریقت کے حصول، علوِ سند کے خواہاں ہوئے اور حدیثِ مسلسل بالاولیت کا سماع کیا اور تمام سلاسلِ طریقت اور شریعت کے تمام علوم کی اجازت تامہ سے مشرف ہوئے۔ آپ نے سند کا ایک مختصر نسخہ تحریر کیا۔ زیادہ تفصیل وطن واپس پہنچ کر بھیجنے کا وعدہ فرمایا گیا۔ سند کے اس مختصر نسخہ کا ترجمہ آخر میں درج ہے۔ شیخ الدلائل سید محمد سعید قادری نے امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کی تصانیف پر تقاریظ لکھیں۔ "حسام الحرمین" پر تقریظ کا اقتباس ملاحظہ ہو:

(ترجمہ تقریظ)

جب شک وشبہ کی اندھیری رات چھا جاتی ہے تو وہ اپنے آسمانِ علم

سے ایک چودھویں کا چاند چمکاتا ہے۔ اس طرح نسلاً بعد نسلٍ علمائے کاملین و ناقدین کے ہاتھوں شریعتِ مطہرہ تغیر و تبدل سے محفوظ رہی ہے اور ان اجلّہ علماء میں سے کثیر العلم اور دریائے عظیم الفہم حضرت مولانا احمد رضا خاں ہیں[1]۔

"الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" کی تقریظ میں یوں فرمایا:

(ترجمہ)

بے شک استاذ، علامہ، فاضل، سیدی شیخ احمد رضا خاں بریلوی کے رسالہ کا میں نے مطالعہ کیا۔ (اللہ ان کو ہر برائی سے محفوظ رکھے) جس کا نام "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" ہے میں نے اس رسالہ کو اہلِ سنت وجماعت کے مذہب کے موافق پایا اور اس میں کوئی ایسی بات نہ دیکھی جو علمائے اعیان کے مخالف ہو۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو تمام اہلِ سنت وجماعت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور اپنی طاعت و بندگی میں ان کی عمر دراز کرے۔ اور تمام مسلمانوں کو ان کے ذریعے نفع پہنچائے[2]۔

امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ نے آپ کے بارے میں فرمایا: —— شیخ الدلائل حضرت مولانا سید محمد سعید مغربی کے الطاف کی تو حد ہی نہیں۔ اس فقیر سے خطاب میں "یا سیدی" فرماتے۔ میں شرمندہ ہوتا، ایک بار میں نے عرض کی حضرت "سید" تو آپ ہیں۔ فرمایا "واللہ تم سید ہو" میں نے عرض کی "میں تو سیدوں کا غلام ہوں" فرمایا یوں بھی تو سید ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "مولی القوم منہم" قوم کا غلام آزاد شدہ انہیں میں سے ہے[3]۔

---

[1] : حسام الحرمین، ص: ۲۲۵/۲۱۲، بحوالہ فاضلِ بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، [2] : الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ مطبوعہ کراچی (بار اوّل، ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء) ص: ۳۸۴/۳۸۶، [3] : الملفوظ حصہ دوم ص: ۲۰۶،

آپ کی سند کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ یہ نسخہ سند الاجازات المتینہ میں اول نسخہ اجازت ہے۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔
ہم اس کی حمد کرتے ہیں اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں، سب تعریفیں اللہ کو ہیں جو یکتا ہے، جس کا کوئی نہیں اس کا وہ ہے، جس کا کوئی سہارا نہیں اس کا وہ سہارا ہے۔ افضل درود اور اکمل سلام ان پر جو نبیوں کے سردار ہیں، ساری مخلوق کو جن پر بھروسہ ہے جن پر عظمت والے پیغمبروں کے سلسلے ختم ہوتے ہیں اور آپ کی آل واصحاب پر جو آپ کے علوم کے راوی اور آپ کی اچھی روش وپاکیزہ دانش کے محافظ ہیں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد ــــ جب میرے رب نے میری کفایت فرمانے والے میرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طفیل مجھ پر احسان فرمایا کہ ۱۲۱۱ھ میں آستانہ عالیہ نبویہ (علیٰ صاحبہا وآلہ افضل الصلوٰۃ والتحیہ) کے چومنے کی سعادت بخشی تو اس وقت "مولانا السید شیخ محمد سعید صاحب" جو فضیلت والے آقا، عالم باعمل، یکتا متقی، شجرۂ نبوت کی حسین شاخ، کرم وسخا کے شجر عظیم، امین جمالی شریعت کی آنکھوں کی ٹھنڈک، سکون دینے والے شہر مدینہ کے جگر گوشہ ہیں، جو "دلائل الخیرات" کی اجازتیں بخشتے ہیں جن کی جانب اصحاب مراتب ٹوٹ ٹوٹ کر آتے ہیں جو عزتوں کے جامع، فضیلتوں کے منبع ہیں ــــ اور سید اجل، علامہ اکمل زمین کے مشارق ومغارب میں شہرت پانے والے، شریعت کے مطالب ومقاصد کے جمع کرنے والے "مولانا السید محمد المغربی" (اللہ تعالیٰ انہیں اپنے وہبی فضل میں چھپائے) کے فرزند ہیں، میرے پاس تشریف لائے: ؎

وکان علی اتیہ لکن
تقدم والتقدم للکرام

(یعنی) ضروری تھا کہ میں جاتا مگر وہ آگئے پہلے۔
کرم کرنے والے نواز تو ہمیشہ پہل کرتے ہیں

میں جب ان کی آمد کی برکت سے مشرف ہوا تو انہوں نے مجھ سے حدیث مسلسل بالاولیت کا سماع کیا اور وہ پہلی حدیث ہے جو انہوں نے مجھ سے سُنی انہوں نے وہ تمام اجازتیں بھی طلب کیں جو مجھے اپنے اکابر مشائخ سے ملی تھیں۔ اگرچہ میں بخیال خود اس قابل نہیں مگر اُن کے حسن ظن کے عادی ہوتے ہیں، چونکہ تعمیل ارشاد کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا اس لئے ان کے امر شریف وحکم منیف کو بجالاتے ہوئے انہیں تمام علوم وفنون کی روایت کی اجازت دیتا ہوں۔ جنکی روایت کا میں مجاز ہوا اور تمام تصانیف کی بھی ——— جنکی تعداد (از) وقت) دو سو سے اُوپر ہے ——— اور طریقت کے تمام سلسلوں کی بھی جو مجھ تک پہنچتے ہیں اور تعداد میں تیرہ ہیں، بالخصوص سلسلہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ نقشبندیہ ——— اور اب چونکہ کوچ کا وقت آچکا ہے اس لئے وطن جانے کے بعد عزیز محترم کے لئے بعونہ تعالیٰ قدرے تفصیل سے لکھ بھیجوں گا۔

ہماری دعا کا خاتمہ اس پہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کو ہیں اور افضل درود وسلام کرم فرمانے والے حبیب پہ اور آپ کی آل و اصحاب پہ اور آپ کے تمام خواہش داقارب پہ۔ آمین!
ا ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ بروز ہفتہ[1]

لہ :۔ رسائل رضویہ حصہ دوم ص ۱۱۳ ——— ۱۱۳ ، الملفوظ حصہ دوم ص ۱۶ ، ۱۶ ، فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں

الشیخ محمد صالح کمال بن الشیخ صدیق کمال

مفتیٔ حنفیہ، خطیب و امام مسجد حرام مکہ معظمہ رحمۃ اللہ علیہ

علامہ شیخ محمد صالح کمال بن علامہ صدیق بن علامہ عبد الرحمٰن کمال حنفی (رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ) ربیع الاول ۱۲۶۱ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اپنے والد ماجد سے مختلف علوم حاصل کئے۔ بعدازاں کتبِ فقہ کا درس شیخ عبد القادر خوقیر (المتوفی ۱۲۷۴ھ) سے لیا۔ اور [illegible] بھی انہی سے پڑھی۔ لغت، تفسیر اور حدیث کا علم شیخ الاسلام سید احمد زینی دحلان مکی قدس سرہ الملکی سے حاصل کیا۔ علومِ عقلیہ اور اصولِ فقہ کی تحصیل علامہ رحمت اللہ عثمانی بانی مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ سے کی۔ نحو، معانی، بیان اور عروض علامہ سید محمد عمر شامی البقاعی قدس سرہٗ سے پڑھا۔

آپ نے کم عمری ہی میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت حاصل کرلی آپ کی ذہانت و فطانت کے تمام اساتذہ معترف تھے۔ جلد ہی آپ کی علمی رفعت کے سبب مسجدِ حرام، مکہ معظمہ میں حلقۂ درس منعقد کرنے اجازت ملی۔ آپ نے باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا حلقہ درس قائم کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آپ کی علمی خدمات، ورع و تقویٰ اور حسنِ اخلاق کا شہرہ پھیل گیا۔ ۱۲۹۷ھ میں آپ کو جدہ کا قاضی مقرر کیا گیا۔ دو سال تک آپ اس عہدۂ جلیلہ فائز رہے۔ مشاہدۂ کعبہ کے شوق میں آپ اس عہدہ سے سبکدوش ہوگئے اور پھر نشرِ علوم کا سلسلہ شروع کر دیا۔

سیدنا عبد المطلب بن غالب شریف مکہ نے آپ کو اپنا "مشیر خاص" مقرر کیا۔ اور سیدنا عون شریف مکہ نے آپ کے مناصب میں اضافہ کرکے "شیخ المفتیین"، "شیخ الخطباء والائمہ" مقرر کیا۔ اس کے بعد سیدنا حسین بن علی شریف مکہ نے آپ کو شیخ العلماء کے منصب رفیعہ

پر مقرر کیا۔[1]

مفتی حنفیہ کا عہدہ اس وقت تمام مفتیان کرام سے بڑا تھا۔ آپ مفتی حنفیہ ——— مفتی اعظم کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ مکہ میں مفتی حنفیہ کا منصب "شریف مکہ" (گورنر) سے دوسرے درجے میں سمجھا جاتا تھا۔[2]

آپ کی ذات گرامی تدبر و فراست، جود و سخا، شرم و حیا، علم و عمل ایسے اخلاقِ فاضلہ کی حامل تھی۔ تمام شیوخِ حرم آپ کے شاگرد تھے۔ علامہ سید مرزوقی، علامہ سید علی، علامہ شیخ فارسی سعداللہ مکی، علامہ شیخ مہروی، علامہ شیخ امان اللہ، علامہ شیخ یحییٰ امان ایسے باکمال بزرگ

---

[1] جس طرح نظامِ سیاست اور انتظامِ حکومت کے استحکام اور رواج کے لئے عامل (گورنر) سے لیکر سپاہی تک بے شمار عہدے ہوتے ہیں۔ ان عہدوں پر مناسب شخصیتوں کا تقرر کیا جاتا ہے۔ عہدہ کی بڑائی کے پیشِ نظر انتخاب بھی بڑی احتیاط سے کیا جاتا ہے اور اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کے مالک ہی ان اعلیٰ مناصب کی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہو سکتا ہے اس طرح اسلامی حکومت میں بالعموم اور ترکی خلافت میں بالخصوص علمی اور شرعی تقاضے پورے کرنے کے لئے خالص علمی اور شرعی مناصب جلیلہ متعین تھے۔ شیخ الائمہ، شیخ الخطباء، شیخ العلماء، قاضی، مفتی، شیخ المفتین اور شیخ الاسلام کے عہدوں پر علم کی ترویج اور شرعی فیصلوں کے دریافت اور ان کے نفاذ کے لئے اہم علمی شخصیتوں کا تعین ہوتا۔ شیخ الاسلام کا عہدہ موجودہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے عہدے کے برابر ہوتا ہے۔ شیخ المفتین ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے برابر، قاضی اور مفتی مجسٹریٹ اور جج کے برابر ہوتے ہیں ان کے فیصلے ہر حال میں نافذ ہوتے یہاں تک کہ خلیفہ وقت بھی ان کے قبول کرنے کا پابند ہوتا۔ بارہا خلیفہ اور گورنران کے حضور بطور ملزم پیش ہوتا۔ تاریخِ اسلام میں اس قسم کی بے شمار قسم کی مثالیں موجود ہیں۔ یہی وہ بزرگ تھے جو اپنے عہدہ جلیلہ کے فرائض ادا کرتے ہوئے عدل اسلامی کو قائم کرتے زمانہ کو آج بھی ان کی برکات یاد ہیں۔ کاش اس ملک میں اسلامی قوانین نافذ ہوں اور ان مناصب

آپ کے ارشد تلامذہ میں شامل تھے[1] آپ کا قد میانہ رنگ گندمی تھا۔

دوسرے حج کے موقعہ پر آپ کی ملاقات اعلیحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی سے مکہ معظمہ میں ہوئی۔ امام احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپکے پاس اتنی مرتبہ تشریف لائے کہ جس کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔[2]

مولانا صالح کمال کا وجود اس لحاظ سے بابرکت تھا کہ قیام حرم محترم مکہ معظمہ کے دوران اعلیحضرت بریلوی قدس سرہٗ سے علم غیب پر ایک ایسی کتاب لکھوائی جس کی نظیر آج تک علماء عرب وعجم کی نظر سے نہ گذری ۔ اس کتاب میں وہابیہ کے مختلف نوعیت کے اعتراضات کے ایسے مسکت جواب دیے جو آج تک لاجواب ہیں۔ اس کی تعریف میں علماء اعلام رطب اللسان ہیں۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد فرماتے ہیں :

"الدولۃ المکیہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں جو نسبتاً ضخیم ہے مسئلہ علم غیب پر فاضلانہ اور محققانہ بحث فرمائی۔ بعض مباحث جن کا تعلق علم ریاضی و علم منطق و فلسفہ سے ہے عامۃ الناس بلکہ اب تو خواص کے فہم سے بھی بالاتر ہوں گے"[3]

الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ (سنہ ۱۳۲۳ھ) کی تصنیف کا واقعہ خود مصنف علام سے سنیے :

باقی گذشتہ صفحہ) پر اہل علم حضرات ... التعین ہو۔ انشاء اللہ العزیز خلافتِ راشدہ کے عدل وانصاف کا پرتو نظر آجائے ۔ [1] الملفوظ حصہ دوم مطبوعہ کراچی ص : ۱۹ - ۱۷

حاشیہ صفحہ ہذا) [1] ، دروس من ماضی التعلم وحاضرہ بالمسجد الحرام از عمر الجبار المکی ص : ۲۶/۲۵ مملوکہ شاہ محمود احمد قادری کانپور - انڈیا) [2] الملفوظ حصہ دوم ص : ۱۷ -

[3] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص : ۱۰۳ -

۲۵ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۳ھ کی تاریخ ہے بعد نماز عصر میں حرم محترم کے کتب خانے

کے زینے پر چڑھ رہا ہوں۔ پیچھے سے ایک آہٹ معلوم ہوئی۔ دیکھا تو حضرت مولانا شیخ صالح کمال ہیں۔ بعد سلام و مُصافحہ دفتر کتب خانہ میں جاکر بیٹھے۔ وہاں حضرت مولانا سید اسمٰعیل اور ان کے نوجوان سعید رشید بھائی سید مُصطفٰے اور ان کے والدِ ماجد مولانا سید خلیل اور بعض حضرات بھی کہ اس وقت یاد نہیں، تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جیب سے ایک پرچہ نکالا جس پر علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے (یہ وہی سوال ہیں جن کا جواب مولانا نے شروع کیا تھا اور تقریر فقیر کے بعد چاک فرما دیا) مُجھ سے فرمایا "یہ سوال وہابیہ نے حضرت سیدنا کے ذریعہ سے پیش کئے ہیں اور آپ سے جواب مقصود ہے[1]"۔

اعلحضرت قدس سرہٗ نے ان سوالات کا جواب دینے کے لئے قلم دوات اور کاغذ طلب فرمایا۔ اکابر علماء نے کہا کہ "ہم ایسا فوری جواب نہیں چاہتے۔ بلکہ ایسا جواب ہو کہ خبیثوں کے دانت کھٹے ہوں"۔

ایسا جواب لکھنے کے لئے اعلحضرت قدس سرہٗ نے مہلت طلب کی۔ مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا "کل سہ شنبہ، پرسوں چہار شنبہ ہے۔ ان دو روز میں ہو کر پنجشنبہ کو مجھے مل جائے کہ میں شریف کے سامنے پیش کر دوں"۔ اعلحضرت بریلوی رضی اللہ عنہ نے وعدہ فرمالیا۔ آپ اپنی کتابوں سے جُدا، وطن سے دور، بیت اللہ کی زیارت میں مشغول اور اپنے محبوب و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مبارک کی جانب جانے کی جلدی میں تھے۔ وہابیہ کی طرف سے اس حالت میں سوالات پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ امام احمد رضا خاں بریلوی اظہارِ جواب سے عاجز رہ جائے گا، تو انہیں اس کی عید خوشی ہوگی ——

---

[1] سیدنا وہاں شریف مکہ کو کہتے ہیں کہ اس وقت شریف علی پاشا تھے۔ الملفوظ حصہ دوم ص۹

مگر یہ نہ جانا کہ دین منتین امان میں ہے۔ اور جو کوئی اس کی مدد کرے منصور و محفوظ ہے [1]

کتاب مذکور کی تصنیف کے دوران علماء سے ملاقاتیں ہوتی رہیں، ان کو اجازتیں ملتی رہیں اور خود مصنف کو بخار رہا۔ تاہم وقت سے پہلے کتاب مکمل ہوگئی۔ مجموعی طور آٹھ گھنٹے سے کچھ زائد وقت صرف ہوا۔ کتاب مکمل ہو کر حضرت مولانا صالح کمال کی خدمت میں پہنچا دی گئی اور شریف مکہ کی مجلس میں علماء کی موجودگی میں پڑھی۔ دو راتوں میں کتاب پڑھی گئی — شریف مکہ کی موجودگی میں علماء کے مجمع میں حضرت صالح کمال نے علی الاعلان فرمایا:

"اس شخص (امام احمد رضا خاں بریلوی) نے وہ علم ظاہر کیا جس کے انوار چمک اٹھے اور جو ہمارے خواب میں بھی نہ تھا"۔

الدولۃ المکیہ کے دلائل قاہرہ کو سُن کر سیدنا شریف نے بآواز بلند فرمایا:

"اللّٰہ یعطی وھؤلاء یمنعون" یعنی اللہ تو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرماتا ہے اور یہ وہابیہ منع کرتے ہیں [2]

---

[1] الدولۃ المکیہ مطبوعہ کراچی ص: ۱۶۸/۱۷۰۔ نوٹ: مصنف نے رسالہ مذکورہ کی تصنیف کے وقت کو اس طرح بیان کیا: "الحمد للہ بندہ ضعیف نے پہلا حصہ پہلے دن سات گھنٹے میں پورا کر دیا تھا، پھر ان فائدے کے لئے نظر ششم پڑھائی اور آج باوصف کثرت اشغال کے دوسرا حصہ بعد ظہر کے لکھا اور اسے ایک گھنٹے سے کچھ زائد میں تمام کر دیا تو بحمد اللہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ روز چہار شنبہ کو عصر سے پہلے پورا ہو گیا (الدولۃ المکیہ ص: ۲۵۷)

[2] الملفوظ حصہ دوم ص: ۱۰۱۔ نوٹ: مسئلہ غیب کے بارے میں وہابیوں اور دیوبندیوں نے ایک بحث چھیڑ کر شریف مکہ کی حکومت کو بھی اس میں ملوث کیا مگر فاضل بریلوی نے اس کا مسکت جواب دیا۔ اس فاضلانہ عارفانہ اور محققانہ جواب کو الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ (۱۳۲۳ھ) کے تاریخی نام سے معنون کیا اور پھر اس پر علماء حجاز، شام، مصر اور یمن وغیرہ کی تصدیقات حاصل کیں۔ ان تصدیقات کو الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ (۱۳۲۶ھ) کے نام سے جمع کیا

اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ القوی نے حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ کی تصنیف المعتقد المنتقد (سنہ ۱۲۷۰ھ / سنہ ۱۸۵۳ء) پر تعلیقات اور حواشی کا اضافہ فرمایا۔ ان حواشی کا نام المعتمد المستند (سنہ ۱۳۲۰ھ / سنہ ۱۹۰۲ء) رکھا۔ قیام حرم محترم کے دوران ۲۱ ذی الحجہ کو ان تعلیقات کا خُلاصہ علمائے حجاز کی خدمت میں تصدیقات کے لئے پیش کیا۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے سب سے پہلے اس پر اپنی تقریظ لکھی اور فتویٰ مذکورہ کی تصدیق فرمائی۔ اس سے پہلے کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" پر تقریظات کے دوران دوسرے علوم کی طرح مولانا شیخ صالح کمال نے حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ کے فتویٰ کو تسلیم کرتے ہوئے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور اس کے اُستاد مولوی رشید احمد گنگوہی کو زندیق لکھا۔

جس وقت آپ سیّدنا شریف کے دربار میں الدولۃ المکیہ پڑھ رہے تھے۔ اسی دوران آپ نے خلیل احمد انبیٹھوی کے عقائد ضالّہ اور اس کی کتاب براہین قاطعہ کا بھی ذکر کیا۔ (اتفاقی کی بات یہ ہے کہ اسی سال مولوی خلیل احمد انبیٹھوی حج کو گئے تھے) انبیٹھوی صاحب کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ حضرت مولانا صالح کمال کے پاس حاضر ہو کر اپنی صفائی پیش کرنے لگے۔ آپنے فرمایا "تیری کتاب چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور میرے پاس موجود ہے۔ کلمات کفریہ کا اقرار کر کے توبہ کر لو۔" مگر انبیٹھوی صاحب رات ہی میں جدّہ کی طرف فرار ہو گئے۔ مولانا صالح کمال نے حضرت سید اسمٰعیل کو اس واقعہ کی اطلاع بذریعہ خط (محررہ ۲۸ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۳ھ) کر دی[1]

بقیہ گذشتہ صفحہ) ان تصدیقات اور تقریظات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء عرب امام بریلوی کی شخصیت و علمیت سے بے حد متاثر تھے۔ تفصیل کے لئے "فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں" ملاحظہ فرمائیں۔

[1] واقعات کا تجزیہ کرنے کے اور حضرت صالح کمال کے تاریخی خط سے آپکے عقائد معلوم (جاری)

حضرت مولانا صالح کمال مُفتی حنفیہ، امام احمد رضا خاں بریلوی کا بے حد ادب و احترام فرماتے۔ آپ کے آرام و آسائش میں مقدور بھر کوشش کرتے۔ اور بار بار تشریف لاتے۔ مکہ معظمہ میں پلنگ کا رواج نہ تھا۔ لوگ بالاخانوں میں فرش پر استراحت کرتے۔ مگر حضرت صالح کمال اور حضرت سید اسمٰعیل نے اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے لئے ایک عُمدہ پلنگ بنوا دیا۔ مرکز علم و عرفان، مکہ معظمہ کے علماء اعلام و فضلاء انام باوجود سیادت کے اعلیٰحضرت بریلوی کے قیام مکّہ کو طویل کرنا چاہتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ آپ کے ساتھ علمی، روحانی مجالس تا دیر جاری رہیں اور آپ کے فیوضات و برکات سے متمتع ہوں۔ اسی غرض سے حضرت مولانا

بقیہ گذشتہ صفحہ) کرنے کے لئے ہم اس کا ترجمہ لکھتے ہیں۔ اصل عربی خط الملفوظ میں موجود ہے۔

مکتوب شیخ صالح کمال قاضی مکہ معظمہ و مفتی حنفیہ بنام سید اسمٰعیل خلیل محافظ کتب حرم محترم

صاحب الفضیلۃ والاخلاق والمحبۃ الجمیلۃ حضرت السید اسمٰعیل آفندی حافظ کتب!

چند روز ہوئے خلیل احمد نامی ایک ہندوستانی مکہ کے چند مجاورین علمائے ہند کے ساتھ میرے پاس آیا تھا، اس کو کہیں سے یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ مَیں اس سے ناراض ہوں اسلئے مجھ سے ملنے آیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا: "سیّدی! مجھے خبر ملی ہے کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں" (شاید اس کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ جو کچھ اس نے براہین قاطعہ میں لکھا ہے وہ سب کچھ مَیں نے شریف کے گوش گذار کر دیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ میرے پاس آیا بہرکیف) مَیں نے اس سے کہا "شاید تو خلیل احمد انبیٹھوی ہے" کہنے لگا ہاں! میں نے کہا کہ تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے براہین قاطعہ میں ایسی نازیبا اور ناجائز لکھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔ مَیں تجھ سے کیوں ناراض نہ ہوں۔ مَیں تو تجھے زندیق لکھ چکا ہوں۔ یہ تمام باتیں براہین قاطعہ میں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ پھر کیوں مذر و انکار کرتا ہے کہنے لگا سیدی بیشک وہ میری کتاب ہے مگر اس میں

صالح کمال نے حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے کہا "اجازت ہو تو ہم یہاں آپ کی شادی کی تجویز کریں"۔ اس سے غرض یہی طوالت قیام تھی [1] (آپ نے اپنی رفیقہ حیات کی موجودگی میں دوسرا عقد مناسب نہ سمجھا اور وہ بھی آپ کے ساتھ حج و زیارت سے مشرف ہوئیں)

حضرت مفتی حنفیہ تین تین پہر امام بریلوی قدس سرہ القوی کی خدمت میں رہتے۔ اس مجالست میں سوائے مذاکرات علمیہ کے اور باتیں نہ ہوتیں جس زمانہ میں یہ مکہ کے قاضی رہے تھے اس وقت کے اپنے فیصلوں کے مسئلے دریافت فرماتے اور تصدیق چاہتے۔ امام بریلوی

(بقیہ گذشتہ صفحہ) امکان کذب کا مسئلہ نہیں۔ اور اگر ہے تو اس سے توبہ کرتا ہوں اور (اس کے علاوہ) جو باتیں مذہب اہلسنت و جماعت کے خلاف ہیں ان سے رجوع کرتا ہوں —— میں نے کہا بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔ براہین قاطعہ میرے پاس موجود ہے میں ابھی نکالتا ہوں اور دکھاتا ہوں کہ تو نے اللہ تعالیٰ کے حضور کیسی جرأت سے کام لیا ہے۔ اس پر وہ خوشامد و عذر کرنے لگا اور کہنے لگا کہ اگر یہ باتیں براہین قاطعہ میں بتائی جاتی ہیں تو مجھ پر افترا ہیں۔ میں تو موحد مسلمان ہیں۔ یہ بات نہ میں نے کہی اور نہ مذہب اہلسنت کے خلاف کوئی بات کہی ہے۔ یہ بات سُن کر مجھے تعجب ہوا کہ جو باتیں براہین قاطعہ میں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں اس نے کیسے انکار کر تا ہے بہر کیف مجھے یقین ہو گیا کہ یہ شخص تقیہ کرتا ہے جیسا کہ روافض تقیہ واجب سمجھتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ کسی ایسے شخص کو بلاؤں جو براہین قاطعہ کی زبان سمجھتا ہو (کہ یہ اردو میں شائع ہوئی تھی) تاکہ کلمات کفریہ پر اس سے اقرار کراؤں اور پھر توبہ لوں۔ لیکن جس بعد وہ میرے پاس آیا اس کے دوسرے روز جدہ فرار ہو گیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ میں نے مناسب سمجھا کہ ان تمام واقعات سے آپ کو آگاہ کر دوں خدا آپ کو سلامت رکھے۔ ۸

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ محمد صالح کمال

---

[1] الملفوظ حصہ دوم ص: ۲۱ - [2] الیفاً ص: ۲۴، ر نوٹ: شدتِ مرض و شوق مدینہ منورہ (جاری)

اس کی توثیق فرماتے تو ان کے چہرے پر بشاشت اور خوشی کا اثر ہوتا ورنہ ملال و کبیدگی[1]

جلیل القدر علامہ صالح کمال کی جلالت شان و عظمت کے پیشِ نظر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے ان کے لئے سندِ اجازت لکھنے میں کافی توقف فرمایا۔ وہ جب ملاقات کے لئے تشریف لاتے، سند کا مطالبہ فرماتے اور تقاضے پر تقاضا کرتے۔ جب اصرار حد سے بڑھا اور امام بریلوی کو مجبور کر دیا گیا تو ان کے لئے سند کا الگ بڑا نسخہ تحریر فرمایا جس کا تاریخی نام "الاجازات الرضویہ لمبجل مکۃ البہیہ" (۱۳۲۳ھ) تجویز کیا۔ اس نسخہ کو اجازاتِ علوم و سلاسلِ طریقت کا جامع اور پوری طرح کامل بنا دیا۔ یہ نسخہ اجازت ایسا حسین ہوا کہ ہر زیبائش سے مستغنی نظر آنے لگا[2]

حضرت صالح کمال کے فضل و کمال کا اعتراف اعلیٰحضرت نے یوں کیا:

"میرے نزدیک مکہ معظمہ میں ان کے پائے کا دوسرا عالم نہ تھا"[3]

مفتی حنفیہ، حضرت موصوف نے الدولۃ المکیہ، حسام الحرمین اور کفل الفقیہ الفاہم پر بڑی عمدہ تقاریظ لکھیں۔ تقاریظ کے چند اقتباس درج کئے جاتے ہیں جو دلچسپی سے خالی

(بقیہ گذشتہ صفحہ) میں عبد المصطفےٰ امام احمد رضا خان بریلوی نے جب یہ جملہ فرمایا کہ روضہ انور پر ایک نگاہ پڑ جائے پھر دم نکل جائے " شیخ صالح کمال اور سید اسمٰعیل کا غایت محبت کے سبب غصہ سے رنگ متغیر ہو گیا۔ حضرت صالح کمال نے فرمایا۔ "نہیں بلکہ تو آپ روضہ انور پر حاضر ہو، پھر حاضر ہو، پھر حاضر ہو۔ پھر مدینہ منورہ میں وفات نصیب ہو" مولیٰ تعالیٰ ان بزرگوں کے صدقے ہمیں بھی آقا و مولےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت نصیب ہو۔ آمین) [1] الملفوظ حصہ دوم ص: ۲۲۔

[2] رسائل رضویہ جلد دوم ص: ۲۵۲، الملفوظ حصہ دوم ص: ۲۲۔ نوٹ: بعد میں آنے والے اکثر مستجزین نے یہ نسخہ سند طلب فرمایا۔ چنانچہ ان کی شان کے لائق کلمات لکھ کر انہیں بھی اس نسخہ سند کی نقل کی اجازت دیگئی تفصیل کے لئے رسائل رضویہ اور فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ملاحظہ کریں۔ [3] الملفوظ حصہ دوم ص: ۲۲

نہیں:

"رسالہ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" ان باتوں سے خالی ہے جو اس کے مصنف پر جھوٹے مفتریوں نے ادعا کیں کہ مولف نے علم الٰہی سے علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کا دعویٰ کیا ـــــ کیا اس پر باز نہیں آتے جو رسوائی اور مصیبت انہیں (افترا کرنے والے وہابیوں اور دیوبندیوں) کو مکہ معظمہ میں اس رسالے کے زمانہ تصنیف میں پہنچی، جب پیٹھ پھیر کر بھاگے ـــــ [1]

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

لاسیما العالم العلامۃ بحر الفضائل قرۃ عیون العلماء الاماثل مولانا الشیخ المحقق برکۃ الزمان احمد رضا خان البریلوی حفظہ اللہ وابقاہ ۔[2]

(رحمتیں نازل فرما) اس عالم دین پر کہ جو فضائل کا دریا ہے اور علماء عمائد آنکھوں کی ٹھنڈک، حضرت مولائے محقق، زمانے کی برکت احمد رضا خاں بریلوی۔ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے اور سلامت رکھے۔

علم وعرفاں، فضل وکمال کا یہ روشن نور ۱۳۳۲ھ میں پردہ فرما گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ شیخ سلیمان حسب اللہ نور اللہ مرقدہ نے پڑھائی اور آبدیدہ ہو کر فرمایا

"الیوم مات فقہ ابی حنیفہ"

جنت المعلیٰ مکہ معظمہ میں آخری آرام گاہ ہے [3]

---

[1] الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ ص: ۲۶ و ۲۸ ـ [2] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین، ص: ۱۳۰

[3] دروس من ماضی التعلم ص: ۲۰۵/۲۰۷ ـ ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے تاریخ وصال ۱۹۰۷ء تحریر فرمائی۔ واللہ اعلم

السید محمد عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ بن سید عبدالکبیر الکتانی

الحسنی الادریسی الفاسی محدث بلادِ مغرب

منبع الفوضل جامع الکمالات والفضائل سید محمد عبدالحئی بلادِ مغرب (افریقہ) کے رہنے والے تھے۔ ان دیار میں آپ کی علمی شہرت کا چرچا عام تھا۔ نسب کے لحاظ سے حسنی سید ہیں۔ علومِ دینیہ اور علم حدیث میں ساٹھ سے زائد کتب کے مصنف تھے۔ بڑے پائے کے محدثین میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کی تصانیف مصر میں چھپ چکی ہیں۔ "فہرس الفہارس" (اسانید اور رجال کے موضوع پر) دو جلدوں میں شائع ہوکر قبولیتِ عامہ حاصل کرچکی ہے ــــــ بغیر کسی سابق تعارف وسابق ملاقات کے حضرت محدثِ مغرب موصوف نے ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا (آپ اس وقت دوسری بار کے حج سے فارغ ہوکر مکہ معظمہ میں قیام پذیر تھے) کہ میں آپ کے نورِ علم سے مقتبس ہونے کے لئے آنا چاہتا ہوں۔

امام اہلِ سنت قدس سرہٗ ان دنوں وہابیوں کے رد اور علم غیب کی تحقیق میں الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ (۱۳۲۳ھ) لکھنے میں مصروف تھے اور تین دن میں کتاب مذکور کی تصنیف وتبییض کے مکمل کرنے کا علماء کرام (مولانا شیخ صالح کمال، مولانا سید اسمٰعیل خلیل مولانا سید مصطفےٰ خلیل، مولانا سید خلیل، مولانا شیخ احمد ابو الخیر میرداد شیخ الخطباء وغیرھم) سے وعدہ فرماچکے تھے۔ بوجہ ملاقات کتاب کی تکمیل میں تاخیر کا خوف تھا اور وعدے میں ایک ہی دن باقی تھا اس لئے سید جلیل کی خدمت میں عذر کر بھیجا کہ آج کی معافی دیں کل تک

کتاب مکمل ہوجائیگی تو پرسوں میں خود حاضر ہوجاؤں گا۔ سید صاحب کا خادم فوراً واپس آیا کہ میں کل مدینہ منورہ جارہا ہوں۔ کرایہ کے اونٹ لے لئے ہیں۔ کل دوپہر کے بعد روانگی کا پروگرام بن چکا ہے۔ مجبوراً سید موصوف کے تشریف لانے کی اجازت دے دی۔ اور کتاب کی تکمیل خدائے ذوالجلال کے سپرد کی۔ سید محترم خوش ہوئے اور صبح ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ تشریف لائے۔ انہوں نے آتے ہی "مسلسل حدیث بالاولیت" کا سماع کیا علمی مذاکرات فرمائے۔ اجازتِ حدیث حاصل کی۔ اولیاء کبار کے سلاسل طریقت کی اجازتیں حاصل کیں۔ اعلیحضرت قدس سرہٗ نے تمام اجازتیں ان کی منشائے مطابق لکھ کر مرحمت فرمائیں یہ مجلس ظہر تک رہی۔ ظہر کی نماز کے بعد محدثِ موصوف مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوگئے سید صاحب سب سے پہلے مستجیز ہیں جو مکہ معظمہ میں اجازت وخلافت کے حصول کے لئے تشریف لائے اور حسب منشا خود تمام سلاسل کی اجازت سے مشرف ہوئے[1]

اس مختصر سی مجلس کے دوران آپ کے تبحرِ علمی کا اعلیحضرت قدس سرہٗ نے یوں اعتراف کیا:

وبعد فقد تفضل علی المحدث الفاضل العالم الکامل السید النسیب الحسیب الاریب مجمع الفضائل منبع الفواضل مولانا السید الشیخ محمد عبد الحیٔ ابن الشیخ الکبیر السید عبد الکبیر الکتانی الحسنی الادریسی الفاسی محدث الغرب بل محدث العجم والعرب ان شاء الرب[2]

---

[1] الاجازات المتینہ مطبوعہ لاہور۔ ص: ۲۵۰/۲۶۸، الملفوظ حصہ دوم ص: ۱۱، اعلیحضرت بریلوی مطبوعہ لاہور ص: ۹۴ [2] رسائل رضویہ جلد دوم ص: ۲۶۸،

ترجمہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ محدث، فاضل، عالم، کامل، سید نسب و حسب والے، ماہر فضیلتوں کے مجمع، عزتوں کے منبع حضرت مولانا سید محمد عبدالحیٔ بن شیخ کبیر سید عبدالکبیر الکتانی الحسنی الادریسی الفاسی بلاد مغرب کے محدث بلکہ بمشیتہ تعالیٰ عجم و عرب کے محدث میرے پاس تشریف لائے۔

آپ کا وصال ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء میں ہوا[1]

آپ کی سند اجازت کا صرف ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ بخوفِ طوالت عربی عبارت درج نہیں کی جارہی۔ اصل عبارت کے شائقین حضرات "الاجازات المتینۃ" کا پہلا نسخہ اجازت ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ سند

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔ سب تعریفیں اللہ کو ہیں، وہ اس کا ہے جس کا کوئی نہیں، اس کو سہارا دیتا ہے جس کا کوئی سہارا نہیں۔ افضل درود اور اکمل سلام ان پر جو سخیوں کے سردار اور ساری مخلوق کے سہارا ہیں، جو عظمت والے پیغمبروں کے سلسلوں کی نہایت ہیں۔ آپ کی آل و اصحاب پر بھی جو آپ کے علم کے راوی اور اچھی روش و پاکیزہ دانش کے محافظ ہیں۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ محدث، فاضل، عالم، کامل، سید نسب و حسب والے، ماہر، فضیلتوں کے مجمع، عزتوں کے منبع، حضرت مولانا سید محمد عبدالحیٔ بن شیخ کبیر سید عبدالکبیر الکتانی الحسنی الادریسی الفاسی، غرب کے محدث

---

[1] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں: ص: ۷۵۔

بلکہ بمشیتہ تعالیٰ اعجم وعرب کے محدث، میرے پاس بتاریخ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ جمعہ تشریف لائے، میں اس وقت مکہ مکرمہ میں تھا۔ انہوں نے آکر مجھ سے "حدیث مسلسل بالاولیت" کا سماع کیا اور یہ پہلی حدیث ہے جو انہوں نے اس عبدِ ضعیف سے سُنی جس طرح مَیں نے یہ حدیث اپنے مولیٰ، اپنے مرشد، اپنے سردار، اپنے بھروسہ، اپنے خزانہ، دُنیا و آخرت میں اپنے ذخیرہ سیدنا شاہ آلِ رسول الاحمدی (رضی اللہ عنہ بالرضی السرمدی) سے سب حدیثوں سے پہلے سنی —— اور انہوں نے یہ حدیث محدثِ ہند، مشہود درعرب وسند مولانا الشاہ عبدالعزیز دہلوی سے سب حدیثوں سے پہلے سُنی اور انہوں نے یہ حدیث اپنے باپ اپنے شیخ الشاہ ولی اللہ دہلوی سے سب حدیثوں سے پہلے سُنی۔ ان کا سلسلۂ سند مشہور اور اُن کی کتاب مسلسلات میں مذکور ہے۔ سید عبدالحی موصُوف نے مجھ سے اس حدیث کی اور اس کے علاوہ ان تمام مرویات کی اجازت مانگی جن کی روایت کا مَیں درجِ ذیل (۶) مشائخ کرام کی طرف سے مجاز ہوں:

(۱) ہمارے آقا و مرشد جن کا ابھی ذکر شریف ہوا۔

(۲) سیّدی والد ماجد میری نعمت کے والی، اہلِ تحقیق کے خاتم، اہلِ تدقیق کے امام، حامئ سنت، ماحئ فتنۂ بدعت، عمدہ تصانیف، غالب حُجۃ، روشن طریق والے حضرت مولانا محمد نقی علی خاں صاحب القادری البرکاتی البریلوی قدس سرہ القوی (المتوفی ۱۲۹۷ھ)۔ وہ اپنے والد گرامی عارف ربانی سیدنا المولوی رضا علی (قدس سرہ) کی طرف مجاز ہیں۔

(۳) امن والے شہر مکہ مکرمہ کے شیخ العلماء، امام، محدث، فقیہہ کے امانت دار، سیدنا المولوی سید احمد بن زین دحلان المکی (قدس سرہٗ المکی)۔ وہ حضرت عثمان دمیاطی کی طرف سے مجاز ہیں۔

(۴) بلند ہمت امام، حرمت والے شہر میں اللہ کے روشن چراغ مولانا عبدالرحمٰن بن مولوی عبداللہ سراج مکہ محمیہ میں حنفیوں کے مفتی (رحمہما اللہ تعالیٰ)۔ وہ مولوی جمال بن عبداللہ بن عمر مفتی احناف کی طرف سے مجاز ہیں۔

(۵) نیک سردار شیخ الخطبا مکہ مکرمہ میں امام شافعیہ مولانا حسین صالح جمل اللیل (رحمہ اللہ تعالیٰ) ۔ وہ مولیٰ عابد السندی کی طرف سے مجاز ہیں۔

(۶) میرے مرشد کے پوتے، ان کے سجادہ نشین، سیادتِ جلیلہ، سعادتِ جلیلہ کے صاحب اور مقاماتِ عظیمہ کے مالک، سیدنا مولانا الشاہ ابوالحسین احمد النوری (اللہ تعالیٰ ان کے نورِ معنوی اور نورِ صوری کی تنویر برقرار رکھے) وہ شاہ علی حسین مرادآبادی کی طرف سے مجاز ہیں۔

عبدِ حقیر خود کو اس لائق نہیں سمجھتا کہ سید صاحب جیسے مقتدا مجھ سے سندِ حدیث حاصل کرتے اور میرے پاس چل کر تشریف لاتے ؎

وکان علی ان اتیہ لکن

تقدم والتقدم للکرام

"ضروری تھا کہ میں جاتا مگر وہ آگئے پہلے، کرم والے نوازش میں ہمیشہ پہل کرتے ہیں"۔

مگر درحقیقت مامور معذور ہوجاتا ہے خاص کر وہ مامور جسے اتنے بڑے شہرت یافتہ سردار نے امر فرمایا ہو۔ یہاں تو یہ امید بھی ہے کہ حوضِ مورود کے ساقی اور مقامِ محمود کے مالک حضرت جناب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکتیں ہم سب کو

شامل ہوں گی کیونکہ طریق پر دی گئی سندِ اجازت کے سبب ایک جدید اتصال بارگاہِ رسالت (علیہ السلام) سے پیدا ہو جائے گا (درود میں افضل، سلاموں میں اکمل سلام، تحیات میں حسین تحیہ اور برکات میں بڑی برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو)۔ اس لئے کہ سید محترم، اہل بیتِ رسالت سے ہیں اور اہل بیت کو رب ذوالجلال کی لطفِ عنایت سے دنیا میں بھی عزتیں دی گئی ہیں اور آخرت میں بھی توجسے ان کے ساتھ تعلق ہوگا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کرم سے ہر برکت اور ہر نعمت کی امید کی جاسکتی ہے۔

اس حسین آرزو کی خاطر اور اس جلیل الشان سید محترم کے امتثالِ امر کے لئے میں نے انہیں "حدیثِ مسلسل بالاولیت" کی اور ان تمام مرویات کی اجازت دی، جن کی مجھے اپنے قابلِ ستائش مشائخ کرام سے اجازت ہے۔ سید صاحب سے التماس ہے کہ اپنی نیک دعا کے وقت اس حقیر و کمزور بندے کو نیز اس کے بھائیوں، بیٹوں اور دوستوں کو نہ بھولیں اور بڑی امید اس دن ہے جب کہ بحولہ تعالیٰ (میدانِ حشر میں) اپنے جدِ کریم سید الانبیا (علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم) سے ملاقات کریں گے۔ اے اللہ! اس حبیب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو رحمت و نعمت بنا کر بھیجنے والے! آپ پر درود و سلام اور برکتیں اس قدر نازل فرما جس قدر تیرا علم اور تیرے کلمات ہیں، اور تیری بارگاہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مرتبہ ہے اس کے طفیل ہمارے اعمال سنوار، آرزوؤں کو پورا، بوجھوں کو ہلکا اور حالات کو درست فرما۔ ہماری آخری دعا یہی ہے کہ سب تعریفیں اللہ رب العالمین کو ہیں اور درود و سلام رسولوں کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل و تمام اصحاب پر۔

یہ الفاظ اپنے منہ سے کہے اور قلم سے لکھے فقیر احمد رضا المحمدی السنی

الحنفی القادری البرکاتی نے اللہ تعالیٰ گذشتہ اور آئندہ تمام گناہوں کی مغفرت فرمائے۔ آمین!

اور میں نے سید محترم کو اپنی تمام تصانیف کی بھی اجازت دی جو اس وقت دو سو تک پہنچ چلی ہیں اور رب تعالیٰ کی توفیق سے اور بھی لکھی جائیں گی۔ ان میں ایک فتاویٰ بنام "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" بھی ہے جس کی مکررات کے علاوہ سات جلدیں مرتب ہو چکی ہیں اور رب مجید کے فضل و کرم سے مزید جلدوں کی اُمید ہے میں نے انہیں طریقت کے ان تمام سلسلوں کی بھی اجازت دی جن کی مجھے اجازت ہے:

۱- طریقہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ ۲- قادریہ قدیمہ
۳- قادریہ اہدلیہ ۴- قادریہ منورہ
۵- چشتیہ قدیمہ ۶- چشتیہ جدیدہ
۷- سہروردیہ قدیمہ ۸- سہروردیہ جدیدہ
۹- نقشبندیہ علائیہ (جو حضرت سید کریم ابو العلاء اکبرآبادی کی طرف منسوب ہے)۔
۱۰- سلسلہ بدیعیہ ۱۱- علویہ منامیہ

اور میں نے ان سے چار مصافحے بھی کئے:

۱- مصافحہ خضریہ
۲- مصافحہ جنیہ
۳- مصافحہ معمریہ
۴- مصافحہ منامیہ

ان جلیل الشان سید صاحب موصوف کی طرح اپنی تمام مرویات و مصنفات

کی ان کے بچوں اور پوتوں کو بھی اجازت ہے اور آخر زمانہ تک پیدا ہونے والی ان کی اولاد در اولاد کو بھی (جو علم دین حاصل کریں) ہر ایک کے لئے وہی شرط ہے جو اہل علم کے ہاں معروف ہے ۔ اور اللہ کو حمد ہے ہر علمی گھاٹ میں اترتے وقت بھی اور سیراب ہو کر واپس ہوتے بھی ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود نازل ہو اُن پر جو بروزِ محشر شفاعت فرمائیں گے ، اس دن اپنے کرم کی پاکیزہ خوشبوئیں آپ ہی بکھیریں گے ۔ آپ کی آل و اصحاب پر بھی اور آپ کی امّت و گروہ پر بھی ۔ آمین !

سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں میرا شجرۂ طریقت یہ ہے :

الفقیر احمد رضا[1] نے شرفِ بیعت حاصل کیا اپنے مرشد[2] سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی سے ــــــ انہوں نے شمس[3] الملۃ والدین ابو الفضل سید آل احمد اچھے میاں سے ــــــ انہوں نے اپنے والد سید شاہ حمزہ[4] سے ــــــ انہوں نے اپنے والد سید شاہ آل محمد[5] سے ــــــ انہوں نے والد صاحبِ برکات والدبات[6] سید شاہ برکت اللہ سے ــــــ انہوں نے سید[7] جلیل الشان فضل کالغوی سے ــــــ انہوں نے اپنے والد سید[8] احمد سے ــــــ انہوں نے اپنے والد سید[9] محمد سے ــــــ انہوں نے حضرت[10] جمال الاولیاء جہاں آبادی سے ــــــ انہوں نے قاضی ضیاء الدین[11] نیوتنوی سے ــــــ انہوں نے محمد بھکاری[12] نظام الدین قاری سے ــــــ انہوں نے سید ابراہیم[13] ایرجی سے ــــــ انہوں نے حضرت بہار[14] الملۃ والدین سے ــــــ انہوں نے سید احمد[15] جیلانی سے ــــــ انہوں نے سید[16] حسن سے ــــــ انہوں نے سیّد موسیٰ[17] سے ــــــ انہوں نے سید علی[18] سے ــــــ انہوں نے سید محی الدین[19] ابو النصر سے ــــــ انہوں نے سید قاضی امام ابو صالح ہبۃ[20] اللہ سے ــــــ انہوں نے اپنے والد جلیل القدر امام تاج الملۃ والدین سید ابو بکر عبد[21] الرزاق سے ــــــ انہوں نے اپنے والد ماجد، قطب الارشاد

منقبت

افراد کے مرجع، اوتاد کے امام، آبادیوں کی برکت، بندوں پر رحمت، باذنہ تعالٰے مراد پوری کرنے والے، جن و انس کی فریاد کو پہنچنے والے، دونوں جہان میں باران رحمت دنیا و آخرت میں مددگار، دن رات میں فریاد رس، امام محمد سیدنا[22] عبد القادر حسنی حسینی، جیلانی، قطب صمدانی، نور ربانی سے ـــــ انہوں نے امام ابو سعید[23] مخزومی سے ـــــ انہوں نے شیخ الاسلام والمسلمین ابوالحسن[24] علی قرشی اموی ہکاری سے ـــــ انہوں نے امام ابوالفرح[25] طرطوسی سے ـــــ انہوں نے امام ابوالفضل عبد الواحد[26] سے ـــــ انہوں نے امام ابوبکر شبلی[27] سے ـــــ انہوں نے سید الطائفہ العلیۃ ابوالقاسم جنید[28] بغدادی سے ـــــ انہوں نے اپنے ماموں حضرت امام سری[29] سقطی سے ـــــ انہوں نے امام معروف[30] کرخی سے ـــــ انہوں نے سید[31] اجل ابن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) امام علی رضا سے جو فرزند ہیں امام موسٰی کاظم کے جو فرزند ہیں، امام جعفر صادق کے جو فرزند ہیں، عالم اہلبیت امام محمد باقر کے جو فرزند ہیں، امام السجاد زین العابدین کے جو فرزند ہیں صاحب سعادت، صاحبِ شہادت، ریحانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوعبداللہ امام حسین کے جو فرزند ہیں سیدۂ بتول زہرا کے شوہر پاک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر امام علی المرتضٰی کے (اللہ تعالٰی ان سب کے وجود مبارکہ کو عزتیں بخشے اور ان سب کے طفیل ہم سب سے اچھی طرح راضی ہو) ـــــ انہوں نے اپنے والد ماجد موسٰی[32] کاظم سے ـــــ انہوں نے امام علی رضا کے دادا[33] (جعفر صادق) سے ـــــ انہوں نے امام علی رضا کے باپ کے دادا[34] (امام باقر) سے ـــــ انہوں نے امام علی رضا کے دادا کے دادا[35] (امام زین العابدین) سے ـــــ انہوں نے امام علی رضا کے دادا کے باپ[36] (امام حسین) سے ـــــ انہوں نے امام علی رضا کے دادا کے دادا[37] (مولا علی شیرِ خدا) سے ـــــ انہوں نے نبیوں[38] کے خاتم

رسولوں کے سردار، چمکتی پیشانی، چمکتے ہاتھ پاؤں والوں کے قائد سے جو دین ودنیا میں ہمارے وسیلہ ہیں، جنہیں سارے جہانوں پر رحمت فرمانے کے لئے بھیجا گیا ہے جو ہمارے سردار، ہمارے مولیٰ، ہماری شفاعت فرمانے والے، ہمارے محبوب، ہمارے مددگار، ہمارے معین، ہمارے غوث، ہمارے فریادرس ہیں جو نعمتیں اور بزرگیوں کے خزانوں کے قاسم ہیں یعنی سیدنا ابوالقاسم محمد رسول رب العالمین (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائیں آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر اور سلسلہ عالیہ کے تمام مشائخ پر اور ان کے سبب سے ان کی خاطر ان کے زمرے میں شامل کرکے ان کی معیت میں رکھے کرہم پر۔ آمین! اے سچے معبود آمین! اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کو ہیں۔ ۲۷ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ ــــــ اس سے پہلے یہ بات مذکور ہوچکی ہے کہ سید صاحب کے ساتھی جناب حسین جمال بن عبدالرحیم نے زبانی اجازت لی تھی۔

اللہ تعالیٰ سب کا خاتمہ اچھا کرے اور سب کو جمال ایمان اور دائمی رحمت سے نوازے، آمین!

السیّد محمد عمر بن السیّد ابوبکر رشیدی رحمۃ اللہ علیہ

سید جلیل محمد عمر کے والد کا نام سید ابوبکر رشیدی تھا۔ آپ حج و طواف کرانے پر مامور تھے۔ اس لئے عمر المطوف کے نام سے مشہور تھے۔ سنہ ۱۳۲۳ھ میں حج و زیارت کے دوران اعلیحضرت امام بریلوی نے پہلے شیخ عمر صبحی کا مکان کرایہ پر لے رکھا تھا بعدہٗ سید موصوف اعلیحضرت رضی اللہ عنہ کی جلالتِ شان سے متاثر ہو کر بغرض حصولِ برکت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے مکان میں رہائش پذیر ہونے کی التجا کی۔ جسے آپ نے ان کی حسنِ نیت اور اصرار پہ قبول فرمالیا۔ اس طرح آپ سید موصوف کے مکان کے بالاخانے میں قیام پذیر ہو گئے اور آپ کا پلنگ مبارک در وسطانی میں بچھایا گیا تاکہ زائرین، مستجزین علماء و محدثین کے تشریف رکھنے کے لئے جگہ وسیع رہے۔ آپ کی تشریف آوری سے قبل اس حصّہ مکان میں کبوتر بیٹھا کرتے تھے۔ جب سے آپ نے یہاں قیام فرمایا کبوتروں نے یہ در چھوڑ دیا اور دوسرے در میں بیٹھنا شروع کیا۔ مولانا سید اسمٰعیل نے امام احمد رضا خاں سے کہا "وحشی کبوتر بھی آپ کا ادب کرتے ہیں"۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا "ہم نے اُن سے صلح کر لی ہے۔ انہوں نے ہم سے صلح کر لی ہے"۔ سید محمد عمر نے کہا "یہ کبوتر ایذا دیتے ہیں۔ اُوپر سے کنکریاں پھینکتے ہیں۔ لیمپ کی چمنی توڑ دیتے ہیں"۔ اعلیحضرت نے ارشاد فرمایا۔ "یہ ابتداً ایذا نہیں دیتے۔ اگر ایسا ہو تو شریعت میں فاسق ٹھہریں۔ حالانکہ بالاجماع فاسق نہیں ہیں[1]"

[1] فاسق وہ جانور ہے جو بغیر اپنے نفع کے بالقصد ابتداً ایذا پہنچائے۔ ایسے جانور کا (جاری ہے)

سید عمر مطوف کے مکان میں علماء و فضلا تشریف لاتے، علمی مذاکرات ہوتے عجیب بہار تھی۔ آپ کا مکان ان دنوں شریعت و طریقت کا مجمع البحرین بنا تھا۔ سید موصوف نے مکان پیش کر کے گویا علماء و طلباء کو اپنے ہاں ہر روز صبح و شام آنے کی دعوت دی۔

۱۱ صفر ۱۳۲۴ھ کو ایک مجلس میں سید محمد عمر نے اعلیٰحضرت قدس سرہٗ سے علوم، حدیث اور دیگر مرویات کی اجازت طلب فرمائی۔ اس مجلس میں دیگر اکابر کے علاوہ سید صالح کمال بھی تشریف رکھتے تھے آپ نے انہیں زبانی اجازت مرحمت فرمائی۔

اعلیٰحضرت قدس سرہٗ چونکہ آپ کے مکان میں قیام فرما تھے۔ اس لیے ان کے گھریلو معاملات سے معمولی طور پر واقف تھے۔ جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے۔ اس وقت سید محمد عمر کے ہاں کوئی بیٹا نہ تھا۔ اعلیٰحضرت نے ان کے لئے صالح، عالم، باعمل بیٹے کی دعا فرمائی۔ نیز ارشاد فرمایا۔ "ہونے والے بیٹے کا نام عثمان رکھنا۔ تاکہ اس کا نام "عثمان بن عمر بن ابوبکر" بن جائے۔ اس طرح جلیل القدر صحابہ کے اسماء جمع ہو جائیں"۔ سید محمد مطوف نے عرض کیا "میری نیت ہے کہ میں نومولود کا نام 'احمد رضا' رکھوں۔ تاکہ آپ کے نام کی برکت حاصل ہوتی رہے"۔ اس پر سید جلیل صالح نے افادہ فرمایا۔ "ہاں جب دوسرا بیٹا پیدا ہو تو اس کا نام حسب نیت احمد رضا رکھنا۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے فرمایا۔ "میں ہونے والے دونوں بیٹوں کو بھی اپنی مرویات کی اجازت دیتا ہوں اور یہ اجازت دینا علماء محدثین کے نزدیک مقبول و مروج ہے۔ تاکہ وہ سند عالی والوں میں شمار ہو۔[1]

(بقیہ گذشتہ صفحہ) قتل حرم میں بھی جائز ہے۔ جیسے چیل۔ کوا۔ چوہا۔ بندر وغیرہ۔ الملفوظ حصہ دوم ص: ۲۶۔ **نوٹ**: فاسق جانور کا گوشت کھانا حرام ہے علماء دیوبند نے کوے کی حلت کا مسئلہ نہ معلوم کہاں سے نکال لیا۔ [1] الاجازات المتینہ ص: ۳۲

اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے یہ سارا واقعہ سید محمد عمر کی سند میں تحریر فرما دیا ہے۔

سید جلیل محمد عمر نے الدولۃ المکیہ اور حسام الحرمین پر تقاریظ لکھیں۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

" رب کریم اس امام کی حفاظت کرے اور اسے وہ تلوار بنائے جو سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان پھر جانے والوں کی گردنیں کاٹے اور مصنّف کو اپنی پسندیدہ بات کی توفیق دے اور اپنے اپنے احسان واکرام سے عطا کرے۔ اور اس جیسے بکثرت پیدا فرمائے اور اسے اسلام ومسلمانوں کی طرف سے وہ جزا دے جو سب سے اکرم وافضل ہو۔[1]"

سیّد موصوف نے امام بریلوی سے اس وقت تحریری سند کے لئے عرض کیا جب آپ مدینہ منورہ جانے کے لئے جدہ پہنچ چکے تھے۔ آپ نے ان کی سند کا وہ نسخہ تجویز فرمایا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔ سب تعریفیں اللہ کو ہیں جو اکیلا ہے اور درود وسلام ان پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور آپ کی آل واصحاب پر جو اللہ کے نزدیک عزت والے ہیں۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد ــــــــ جب مجھ سے سوال کیا جلیل القدر سردار صاحب شرافت لائق عظمت رفیع المرتبت، صاحب عزت، عالی ہمت مولانا السید محمد عمر نے جو بلند شان والے سردار، صاحب جمال وافتخار، مورد رحمتِ پروردگار رشید ابوبکر الرشیدی کے فرزند ہیں۔ (اللہ تعالیٰ ان کی زندگی کے ہر دن کو عید جیسے سرور سے بھرپور فرمائے۔) ــــــــ (سوال یہ تھا) کہ میں انہیں حدیث شریف کی اور اُن تمام علوم ومدارک کی سند

---

[1] الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ، مطبوعہ کراچی، ص: ۴۳،

اجازت دوں جن کی روایت کا میں مجاز ہوں۔ بایں اُمید کہ اللہ سبحانہ تعالےٰ انہیں ان علمی راستوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آدمی کو اس کی اچھی نیت پر بھی ثواب ملتا ہے اور مومن کی اچھی نیت عمل سے بہتر ہوتی ہے۔ جو شخص نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور اس کے لئے کوشش کرتا ہے تو حق سبحانہٗ تعالیٰ اس کی آرزو پوری فرماتا ہے اور علماء کے معمولات میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ بعض دفعہ مستقبل قریب میں پیدا ہونے والے بچے کو بھی اجازت دے دیتے ہیں تو جو موجود ہے اور اس نے ابھی تحصیل علم سے فراغت نہیں پائی اُسے اجازت دینا بطریق اولیٰ درست ہے۔ اس بنا پر میں نے سید محترم کی بات مانی، اُن کی مراد پوری کی۔ میں انہیں قرآن مجید کی، حدیث شریف کی، فقہ و اصول کی، معقول و منقول کے اُن تمام فنون کی اجازت دیتا ہوں جن کی جانب وہ توجہ فرمائیں۔ یہ اجازت اسی شرط کے ساتھ ہے جو ائمہ کرام کے ہاں مُقرر و مُسلّم ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ سید محترم کو نیک لڑکا عطا فرمائے جو عالم بھی ہو اور کامل بھی۔ دین و دنیا میں کامیاب بھی ہو اور معزز بھی۔ تو جب اُن کے ہاں بچہ متولد ہو اور وہ (بڑا ہو کر) علم مُبین کی تحصیل کی طرف توجہ کرے تو اُسے بھی میری طرف سے اجازت ہے۔ پیدا ہونے والے پہلے بچے کو اجازت اس لئے دی جاتی ہے تاکہ وہ بھی عالی سند والوں میں شمار کیا جائے۔ سید محترم نے بنا بر حُسنِ ظن بغرضِ حصُول برکت یہ نیت کی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں فرزند دلبند مرحمت فرمائے تو وہ اسکا نام اس فقیر کے نام پر "احمد رضا" رکھیں گے۔ میں نے انہیں مشورہ دیا کہ بچے کا نام عثمان رکھنا تاکہ باپ دادا کے ناموں کے ساتھ مل کر اس کا نام

اس طرح ہوجائے۔ "سید عثمان بن سید عمر بن سید ابوبکر"۔ اس مجلس میں جلیل الشان علامہ مولانا صالح کمال بھی تھے۔ انہوں نے افادہ فرمایا کہ جب پہلا بچہ پیدا ہو تو اس کا نام "عثمان" رکھنا، پھر جب دوسرا بچہ عطا ہو تو اس کا نام حسب نسبت "احمد رضا" رکھنا۔ یہ مجلس اس گفتگو کے ساتھ ختم ہوئی۔

ہمیں اُمید ہے کہ مولیٰ تعالیٰ سُبحانہ وتعالیٰ آرزوؤں کو پُورا فرمائے گا۔ اور مُتصوّر فی الخیال کا مُشاہدہ کرائے گا۔ یہ گفتگو جمعہ کی شب بتاریخ ۱۱ صفر الخیر سنہ ۱۳۲۴ھ مکّہ مکرمہ میں ہوئی۔ اور سندِ اجازت بتاریخ ۲۴ صفر جدہ میں لکھی گئی جبکہ مَیں اس امن والے، رحمت والے، چین وسکون والے شہر مدینہ منورہ کی حاضری کو تیار تھا۔ (جنہوں نے مدینہ منورہ کو اپنی خوشبوؤں سے مہکایا، اُن پر اور ان کی آل واصحاب پر اللہ تعالیٰ درود بھیجے، برکت فرمائے، سلام اُتارے، شرافت وکرامت بخشے۔ (آمین)[1]

---

[1] رسائل رضویہ جلد دوم، مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۶ء، ص: ۲۵۵، ۳۴۱ تا ۳۴۳، الملفوظ حصہ دوم ص: ۲۶، فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، مطبوعہ کراچی ص: ۸۹،

الشیخ مولانا محمد یوسف مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ

مولانا محمد یوسف علم و فضل میں کمال درجے پر فائز تھے۔ حرم شریف میں مولانا رحمت اللہ علیہ الرحمۃ کے مدرسہ صولتیہ میں مدرس تھے۔ ۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ کو امام احمد رضا بریلوی سے نسبتِ علوم و سلاسل طریقت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ ان کا نسخہ اجازت الاجازات المتینیہ میں چوتھا نسخہ اجازت ہے[1]

حدیث، تفسیر، فقہ، کلام وغیرہ تیس علوم، مقاصد و آلات کی جملہ کتب، جملہ سلاسل طریقت (جن کی اجازت عطا ہوئی بارہ سلاسل طریقت ہیں) اربعہ مصافحات کے علاوہ شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا بریلوی نے اپنی جملہ تصانیف کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ مولانا موصوف کے علاوہ آپ کی نسل میں بیٹوں، پوتوں، نواسوں اور بھائیوں کو اجازت عطا ہوئی۔ اس قسم کی اجازت علوم مذکورہ کے آئمہ کے ہاں مسلّم و معروف ہے اور اس کی شرائط معلوم ہیں۔ سند اجازت میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا:

الفاضل الکامل ذو المفاخر و الفضائل الشاب الصالح المستقیم علی الدین القدیم و الصراط القویم جامع اسباب الفضل و التشرف مولانا الشیخ محمد یوسف[2]

---

[1] یہی نسخہ اجازت... سید ابو الحسین محمد مرزوقی، مولانا بکر رفیع، مولانا اسعد الدہان، مولانا عبد الرحمٰن الدہان، مولانا محمد عابد بن حسین، مولانا علی بن حسین، مولانا محمد جمال بن محمد الامیر، مولانا عبد اللہ میرداد، مولانا حسن العجیمی، مولانا سید سالم بن عیدروس، مولانا سید علوی بن حسن الکاف، مولانا سید عبد اللہ دحلان، مولانا سید محمد بن عثمان دحلان

(باقی آئندہ صفحہ)

فوٹ

ترجمہ

فاضل کامل، فضیلتوں اور بزرگیوں والے، نیک جوان، سیدھے راستے اور پرانے دین پر قائم رہنے والے، فضل وشرف کے اسباب کے جامع، حضرت مولانا محمد یُوسف۔

فاضل جلیل، مدرّس نبیل مولانا محمد یُوسف نے امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کی تصانیف پر تقاریظ لکھیں اور آپ کے فتاویٰ حسام الحرمین کو نہ صرف صحیح بتایا بلکہ آپ کو مدارِ شریعت، مینارِ طریقت اور محافظ دین قویم جیسے پیارے القاب سے یاد فرمایا۔

حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین پر تقریظ کا اقتباس مُلاحظہ ہو:

فانی قد اطلعت علی ھذہ الرسالۃ التی الفہا فاضل العلامۃ والحبر الفہامۃ المتمسک بحبل اللہ المتین الحافظ منار الشریعۃ والدین من قصرت لسان البلاغۃ عن بلوغ شکرہ وعجز عن القیام بحقہ وبرہ الذی افتخر بوجودہ الزمان مولانا الشیخ احمد رضا خاں لازال سالکا سبیل الرشاد وناشر الریۃ الفضل علی روس العباد۔[۲]

ترجمہ

یہ رسالہ میرے علم میں آیا جسے علامہ فاضل اور دریائے علم و دانش نے تصنیف فرمایا جو اللہ کی مضبوط رسی تھامے ہوئے ہیں۔ دین و شریعت کے مینارۂ نور کے محافظ، وہ کہ زبانِ بلاغت اس کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہے

---

[۱] باقی گذشتہ صفحہ) اور مولانا سید ابوبکر بن سالم البار کو عطا ہوا۔ رسائل رضویہ جلد دوم ص: ۳۲۶/۱۳۲

[۲]: رسائل رضویہ جلد دوم ص: ۳۳۰) حاشیہ صفحہ ہٰذا لے حسام الحرمین ص: ۱۷۸۔

اس کے حقوق واحسانات کی خدمت سے عاجز ہے، وہ کہ جس کے وجود پر زمانے کو ناز ہے۔ حضرت مولانا الشیخ احمد رضا خاں، وہ ہمیشہ اس ہدایت پر گامزن رہے اور بندوں کے سروں پر فضل واحسان کے پھریرے اڑاتا رہے۔

حضرت سید مصطفیٰ خلیل مکی آفندی رحمۃ اللہ علیہ

نام آپ کا سید مصطفیٰ تھا۔ والدِ گرامی کا نام سید خلیل تھا۔ اور بڑے بھائی سید اسمٰعیل خلیل تھے۔ جو حرم شریف کے محافظِ کتب تھے۔ ۱۳۲۳ھ کے سفرِ حج وزیارت کے موقعہ پر امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ سے اجازت وخلافت پائی۔ برادرِ بزرگ سید اسمٰعیل خلیل کی طرح اعلیٰحضرت قدس سرہٗ سے والہانہ محبت تھی۔ قیام مکۂ معظمہ کے دوران دونوں بھائیوں نے محض رضائے الٰہی کی خاطر امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کی از حد خدمت کی اور آپ کے آرام وآسائش کی خاطر ہر ممکن کوشش فرمائی۔

حضرت شیخ صالح کمال نے جب پانچ سوالات پر مشتمل ایک پرچہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس وقت حرم پاک کے کتب خانہ میں سید اسمٰعیل، سید مصطفیٰ اور اُن کے والد سید خلیل اور بعض دیگر حضرات بھی موجود تھے۔ امام اہلِ سنت رضی اللہ عنہ نے فوراً مختصر جواب لکھنا چاہا اس غرض سے آپ نے قلم دوات کے لئے سید مصطفیٰ خلیل سے ہی فرمایا۔ حرمِ پاک میں بیت اللہ کے جلو میں لکھی جانے والی امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کی

لہ: یہ وہی سوالات ہیں جن کے جواب مولانا صالح کمال نے شروع فرمائے تھے۔ مگر اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے جواب کے بعد چاک فرما دیے۔ یہ سوالات علمِ غیب کے بارے میں تھے جن کا جواب "الدولۃ المکیہ" کی شکل میں موجود ہے۔ (الملفوظ حصہ دوم، ص: ۹) ٢ہ: الملفوظ حصہ دوم، ص: ۱۰۔

دوسری تصنیف کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم (۱۳۲۴ھ) کا مبیضہ آپ نے نقل فرمایا۔ کیونکہ آپ نہایت جمیل الخط تھے۔

ایک مرتبہ علماء کی محفل جمی تھی۔ علمی گفتگو جاری تھے۔ اعلیحضرت قدس سرہٗ نے سے ارشاد فرمایا: "ھل عندکم شیٔ من ھزمۃ جبریل"۔

آپ کے پاس سیدنا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ٹھوکر کا کچھ بقیہ ہے۔ سیدزادہ آپ کی بات سمجھ گیا۔ کمال ادب سے عرض کی "نعم" اور کٹورے میں زمزم شریف لائے۔ بیماری اور ضعف کے باعث اعلیحضرت قدس سرہٗ کو کھڑا ہونا دشوار تھا۔ اس لئے بیٹھ کر ہی زمزم شریف نوش فرمانے لگے۔ سید جلیل نہایت ادب واحترام اور زمزم شریف کے اکرام میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ جب تک آپ پانی پیتے رہے۔ سید موصوف کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ کٹورا ان کے ہاتھ میں دے دیا[1]
یہ حال اس معظم و معزز بندۂ خدا کے ادب و اجلال کا تھا۔ جو اپنے شیخ و مرشد اعلیحضرت قدس سرہٗ کے حضور روا رکھا گیا۔

ایک اور مجلس میں جہاں علمائے حرمین میں سے سید مصطفیٰ، سید اسمٰعیل اور مولانا صالح کمال وغیرھم جمع تھے اور اعلیحضرت شدید علیل تھے۔ شدتِ مرض اور شوقِ مدینہ منورہ کے باعث جب امامِ اہلِ سنّت نے فرمایا کہ:

"روضہ انور پر ایک نگاہ پڑ جائے پھر دَم نکل جائے"۔

تو (سید مصطفیٰ اور سید اسمٰعیل) دونوں علماء کرام کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ حضرت صالح کمال نے فرمایا: ہرگز نہیں بلکہ: تعود ثم تعود ثم تعود۔ تو روضۂ انور پر اب حاضر ہو پھر حاضر ہو۔ پھر مدینہ طیبہ میں وفات نصیب ہو"۔[2]

عرب و عجم کے علماء کے اُستاذ (اعلیحضرت قدس سرہٗ) آپ کے علم و فضل، محبت واخلاص کا یوں اعتراف فرماتے ہیں:

---

[1] : ایضاً ص: ۲۳، [2] : ایضاً ص: ۲۳، [3] : الاجازات المتینہ ص: ۲۹۴،

النجیب الحسیب النسیب اللبیب الاریب اخو الوفاء
والصدق والصفا السید مصطفیٰ اعطاہ اللہ من العلم
والمنی والغناء والھنی فوق ماتمنی،

(ترجمہ)

نجابت، شرافت، حسب ونسب، عقل، دانائی کے مالک اور وفاداری صدق شعاری اور صفا پسندی سے موصوف ہیں سید مصطفیٰ۔ اللہ تعالیٰ انہیں دولتِ علم اور خوشگوار دولت مندی سے ہماری تمنا سے زیادہ مرحمت فرمائے۔ [۳]

یہی وجہ ہے کہ جب سید مصطفیٰ نے برادر بزرگ کے ساتھ سندِ اجازت وخلافت طلب فرمائی تو امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے باوصف جلالتِ علمی ورفعتِ شان اجازت دینے میں تاخیر فرمائی۔ مگر جب اصرار بڑھا تو آپ نے زبانی اجازت عطا فرمائی۔ اور تحریری اجازت ۱۷ شوال ۱۳۲۶ھ کو بریلی سے چھپ کر گئی۔ یہ سند بڑی حسین وجمیل عبارات پر مشتمل ہے۔ یہ طویل سند "الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیۃ" کے نام سے موسوم ہے۔ جو آپ کے علاوہ دیگر چند علماء کو بھی عطا ہوا۔ البتہ ان کے نام کے ساتھ ان کی شان کے لائق کلمات مدح وثنا علیحدہ علیحدہ لکھے۔ [۱]

۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء کو آپ کی وفات ہوئی۔ [۲]

---

[۱]: الاجازات المتینہ، ص: ۲۰۲، [۲]: فاضلِ بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص: ۷۵،

خُلفائے اعلیٰ حضرت

(پاک وہند)

مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ

احمد اشرف، حمد و شرف کے　　　　اس سے ذلت پاتے یہ ہیں۔ (اعلحضرت)

آپ کا اسمِ گرامی سید احمد اشرف، والد ماجد کا نام نامی حضرت سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی قدس سرہٗ (م ۱۳۵۵ھ) ہے۔ تاریخی نام مولانا ابو المحمود سید شاہ احمد اشرف ہے۔ ولادت مبارک ۱۴ شوال ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء بروز جمعۃ المبارک ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کچھوچھہ شریف سے حاصل کرنے کے بعد مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے درسیات کی تکمیل کی۔ خواب میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی دستار بندی فرمائی۔ اس لئے آپنے اس کے بعد دستار بندی نہ کرائی۔

آپ اپنے والدِ ماجد سے بیعت تھے۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ آپ کا وعظ بہت پُر اثر ہوتا تھا۔ اعلحضرت کے "قصیدہ معراجیہ" کی نہایت عمدہ شرح لکھی۔ طویل عرصہ تک روح آباد شریف میں مسندِ درس پر جلوہ افروز رہے۔ آپ کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا۔ ایک مرتبہ لاہور بھی تشریف لائے تھے۔

۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں والد ماجد کی حیات ہی میں طاعون کے سبب آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت شاہ محمد مختار اشرف مدظلہٗ آپ کی یادگار ہیں[1]

---

[1] تذکرہ علماء اہلسنت مطبوعہ کانپور (انڈیا) ۱۳۹۱ھ ص: ۳۰، تذکرہ مشائخ قادریہ از محمد دین کلیم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص: ۲۳۷،

مولانا احمد بخش صادق رحمۃ اللہ علیہ

مولانا احمد بخش بن مولانا دین محمد بن مولانا عطاء اللہ بن مولانا حافظ محمد شفیع بن مولوی عبدالکریم بن مولوی عبداللہ کی ولادت با سعادت ۱۲۶۲ھ میں ڈیرہ غازیخاں میں ہوئی۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ بتوں سے نقل مکانی کرکے ڈیرہ غازیخاں میں تشریف لائے تھے۔ آپ بہلیم قوم سے تعلق رکھتے تھے۔

آپ نے ہوش سنبھالنے کے بعد اپنے نانا مولوی رحمت اللہ (مُریدِ خاص شاہ محمد سلیمان تونسوی[1] رحمۃ اللہ علیہ) اور والد ماجد کے حضور زانوئے تلمذ تہ کیا اور چودہ برس کی عمر میں تمام علوم نقلیہ و عقلیہ سے فراغت پائی۔ آپ کو فقہ حنفی اور عربی ادب میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ چنانچہ ایک نعتیہ قصیدہ عربی زبان میں لکھ کر اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں ارسال کیا اور استدعا کی کہ اس قصیدہ کا پہلا شعر اپنے قلم سے تحریر فرما دیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت نے آپ کی خواہش کی تکمیل فرماتے ہوئے کئی اشعار میں اصلاح بھی فرما دی۔ یہ قصیدہ آپ کے کتب خانے میں بطور یادگار موجود ہے۔

آپ کی بیعت حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی[2] رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ اور کافی عرصہ تک اپنے مرشد کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمود رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہے۔

---

[1] (پ ۱۱۸۴ھ/۱۷۷۱ء) (م ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء) تذکرہ علمائے پنجاب مرتبہ اختر راہی ص ۶۸۰۔

[2] آپ خواجہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمہ کے پوتے اور خواجہ گل علیہ الرحمہ کے بیٹے ہیں (پ ۱۲۴۱ھ/۱۸۳۶ء) (م ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) تذکرہ علمائے پنجاب مرتبہ اختر راہی ص ۱۱۸۔

آپ اُن کے مشہور "مقدمہ تونسہ شریف" میں مختار خاص تھے۔ ۱۳-۱۹۱۲ء میں جب خواجہ محمود نے مدرسہ محمودیہ کی بنیاد رکھی تو آپ مدرسہ کے مہتمم بنے اور کئی سال دین کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ بعد ازاں واپس گھر آکر ایک عظیم الشان مسجد کی بنیاد رکھی اور اپنی تمام جائیداد فروخت کر کے مسجد کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

آپ نے سندِ حدیث اور اجازت و خلافت کا شرف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں سے حاصل کیا[1] اور مسلکِ اہلِ سنّت کی ترویج و اشاعت میں بھرپور سعی فرمائی۔ آپ شعر و ادب سے خاص شغف رکھتے تھے۔ صادق تخلص تھا۔ آپ کی تصانیف میں دو مشہور کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

"ارضاء الجواد الکریم"۔ "ہدیۃ الاعزۃ ولاشراف بجواز تعمل تبلغراف"۔ متعدد رسائل بھی تحریر فرمائے جو شائع نہ ہو سکے۔

آپ کی وفات ۲ رجب المرجب ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۳ جون ۱۹۴۵ء بروز بدھ ہوئی۔ اور اپنی تعمیر کردہ مسجد کے صحن میں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار زیارت گاہِ خاص و عام ہے[2]۔

---

[1] ماہنامہ "الرضا" بریلی، ربیع الآخر، جمادی الاول ۱۳۳۸ھ ص: ۱۰ [2] یہ حالات آپ کے نبیرہ مولوی عبدالرحمٰن سے حاصل ہوئے جن کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔
(قصوری)

حضرت مولانا احمد حسین امروہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت امروہہ ضلع مراد آباد میں ۲۴ شعبان المعظم ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء کو ہوئی۔ والدِ ماجد کا اسمِ گرامی حافظ محمد عباس علی خاں نقشبندی مجددی قادری تھا۔ آپ کی تربیت علمی ماحول میں ہوئی۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی (علی برادران) آپ کے قریبی رشتہ داروں میں تھے۔ مولوی احمد حسن امروہوی (م ۱۳۱۲ھ) (تلمیذ مولانا محمد قاسم نانوتوی) نے آپ کی خداداد ذہانت سے متاثر ہو کر از خود اپنے حلقۂ درس میں آپ کو شامل کر لیا۔ جناب شاہ محمود احمد قادری "تذکرۃ الکرام" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مولوی احمد حسن آپ کی لیاقت پر بہت نازاں تھے اور علامہ بایزید جیسے عظیم لقب سے آپ کو پکارتے لیکن مولانا احمد حسین اپنے استاذ کے باطل عقائد سے سخت نالاں تھے اور گاہ بگاہ ان کے مفاسد کا ردّ و ابطال فرماتے۔ آپ کے جدِّ اعلیٰ حضرت شیخ جان محمد خاں قادری بلخی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ امام ربانی مجددِ الف ثانی قدس سرہٗ) کے روحانی فیض کا اثر تھا کہ آپ مذموم نظریات کی جانب راغب نہ ہوئے۔[۱]

آپ نے حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی (م ۱۳۳۴ھ) اور حضرت مولانا محمد انوار اللہ خاں حیدر آبادی (م ۱۳۳۵ھ، مصنف انوار احمدی) علیہما الرحمہ سے بھی علمی و روحانی استفادہ کیا، بیعت و خلافت والد ماجد (خلیفہ مولانا حکیم

---

[۱] تذکرہ علمائے اہلسنت، ص: ۴۷، تذکرہ مشائخ قادریہ از محمد دین کلیم مطبوعہ لاہور ص: ۲۵۰

فخرالدین الہ آبادی علیہ الرحمہ[۱] سے تھی - آپ کی رفعتِ شان کے بدولت متعدد مشائخ نے آپ کو اجازت و خلافت کے شرف سے ممتاز فرمایا۔

اعلیٰحضرت عظیم البرکت کی زیارت کے لئے ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ کو بوقت نماز مغرب بریلی پہنچے اور اعلیٰحضرت کی اقتدا میں نماز ادا کی، امام اہلسنّت کی نگاہِ لطف و عنایت سلام پھیرتے ہی آپ پر پڑی، آپ نے اپنا عمامہ مولانا کو عطا فرمایا۔ اس اعزاز واکرام کا سبب یہ ہوا کہ دورانِ جماعت اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کو حضرت غوث پاک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مولانا کی رفعتِ مرتبت کے باعث اجازت و خلافت عطا کرنے کا ارشاد فرمایا تھا۔ اعلیٰحضرت نے "تاج الفیوض" کے نام سے فی البدیہہ تاریخ فرماکر عزت بخشی۔

آپ نے ۱۸۹۴ء میں "مطبع انتظامی" کے نام سے امروہہ میں ابتداً پرنٹنگ پریس کی بنیاد ڈالی اور گلدستہ "نسیم چمن" نامی ایک رسالہ بھی جاری کیا۔ ایک عرصہ تک حیدرآباد دکن میں بسلسلہ ملازمت سکونت پذیر رہے اور تبلیغِ دین کی خدمت بھی انجام دیتے رہے۔[۲]

آپ بلند پایہ سخن گو تھے، اردو کے علاوہ عربی فارسی شعر و ادب میں خاصا عبور حاصل تھا، احمد تخلص فرماتے۔ ذیل میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی شان میں آپ کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں ؎

---

[۱] حضرت مولانا حکیم فخرالدین احمد الہ آبادی (پ ۱۲۳۱ھ) حکیم بادشاہ کے لقب سے مشہور تھے۔ مولوی اسماعیل دہلوی کے رسالہ "تقویۃ الایمان" کے رد میں ایک رسالہ "ازالۃ الشکوک والا وہام" بھی لکھا۔ ۱۳۰۳ھ میں وفات پائی۔ مجید

(تذکرۂ علماء اہلسنت، مولانا محمود احمد قادری ص ۱۹۷ - ۱۹۸، مطبوعہ کانپور)

[۲] تذکرہ علماء اہلسنت، ص: ۴۷

با شجرہ طریقت کا بہم صدیق و حیدر سے — نسب فاروقِ اعظم کا مجدد الف ثانی کا
حیا و حلم عثماں کا کیا حق نے عطا ان کو — بنا احمد مسمّٰی کیا مجدد الف ثانی کا
طریق قادری میں فیض پایا شہِ سکندر سے — ہے جامع مشرب والا مجدد الف ثانی کا
طریقِ نقشبندی میں فیوضِ خواجہ باقی سے — بنا سینہ گنجینہ مجدد الف ثانی کا

کہے احمد نہ کیوں جب پائے وہ احمد کو احمد میں
کہ جلوہ ہے احمد کا مُجدّد الف ثانی کا [1]

آپ کی گراں قدر تصانیف کے نام حسبِ ذیل ہیں :-

۱۔ سُنن احمدیہ معروف بہ فتاویٰ مجبوبیہ (عبادات پر احادیث و اقوال صوفیہ کا بہترین مُرقع)
۲۔ عوامل احمدیہ
۳۔ تصحیح ترجمہ روضہ قیّومیہ
۴۔ مجموعہ سوانحات (سوانح مولانا رومی، سوانح حضرت خواجہ باقی باللہ، سوانح حضرت حکیم یا شاہ اللہ آبادی)
۵۔ جواہر مجددیہ (سیرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ)
۶۔ جواہر معصومیہ (" ، خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ)
۷۔ ترجمہ حضرات القدس [2]
۸۔ ترجمہ معرفۃ الحق
۹۔ ترجمہ عقائد مجددیہ
۱۰۔ ترجمہ اسرار التجلی فی ذکر الخفی
۱۱۔ کحل الجواہر
۱۲۔ وظائف احمدیہ
۱۳۔ معارف احمدیہ

---

[1] تذکرہ مشائخ قادریہ، ص: ۲۵۳ [2] جواہر معصومیہ مطبوعہ لاہور

آپ کی قابلِ رشک شخصیت ۲۷ رجب المرجب ۱۳۶۱ھ / ۱۱ اگست ۱۹۴۲ء بروز سہ شنبہ اجمیر شریف سے واپس ہوتے ہوئے دہلی میں اس دارِ فانی سے رخصت ہوگئی۔ نمازِ جنازہ حضرت مولانا مفتی شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ[1] خطیب جامع مسجد فتح پوری نے پڑھائی۔ اور دوسرے دن والد ماجد کے پہلو میں رشد و ہدایت کا یہ آفتاب روپوش ہوگیا۔ مولانا مسعود الحسن نے یہ تاریخ وفات کہی۔

"پیر کامل بود بخلد نشیں"[2]
۱۳ ۶۱

---

[1] حضرت مولانا مفتی شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ (پ ۱۳۰۳ھ / ۱۸۶ ء (م ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء) ابن مولانا محمد سعید دہلوی علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۳۰۷ھ) ابن مولانا مفتی شاہ محمد مسعود علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۳۰۹ھ) دہلی کے معروف مفتی اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے جید مشائخ میں سے ہیں آپکے فرزند ارجمند حضرت علامہ مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کراچی پاکستان میں نہ صرف آپکے سلسلہ کو فروغ دینے میں مصروف عمل ہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو جدید انداز سے روشناس کرانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ (مجید)

[2] تذکرہ علماء اہل سنت، ص: ۴۷،

مولانا شاہ احمد مختار صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی احمد مختار، والد ماجد کا نام شاہ عبدالحکیم تھا۔ دادی صاحبہ نے آپ کا نام امام الدین رکھا تھا۔ آپ ۷ محرم الحرام ۱۲۹۴ھ کو محلہ "مشائخاں" میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ آپ تین بھائی تھے۔ دوسرے دونوں بھائی شاہ نذیر احمد صدیقی اور شاہ عبدالعلیم صدیقی آپ سے چھوٹے تھے۔

پانچ برس کی عمر میں داخل مکتب ہوئے اور قرآن مجید ختم کیا۔ عربی فارسی کی ابتدائی کتب والد ماجد سے پڑھنے کے بعد مدرسہ "اسلامی اندرکوٹ" میرٹھ بعمر ۱۶ برس ۱۳۱۰ھ میں تکمیل علوم کر کے سندِ فراغ حاصل کی۔ ۱۳۲۱ھ میں مکہ معظمہ میں حضرت مولانا شاہ عبدالحق شیخ الدلائل الہ آبادی[1] سے حدیث کا درس لیا۔ ۱۳۲۲ھ میں ایک سال مدینہ منورہ میں رہ کر حضرت شیخ رضوان سے تکمیل علم حدیث کی سندیں حاصل کیں۔

حصول علم کے بعد میرٹھ کے مدرسہ قومی میں مدرسِ فارسی اور پھر اسلامیہ کالج اٹاوہ میں صدر شعبۂ علوم اسلامیہ مقرر ہوئے۔ بعدازاں امراؤ جہاں بیگم کے اسلامی مدرسہ بھوپال میں اوّل مدرس کے منصب پر فائز ہوئے۔ سامرود اور دمن (پرتگیز) میں بھی درس و تدریس کی خدمات انجام دیں۔ سفرِ برما کے دوران وہاں ایک سکول قائم کیا۔ مانڈے میں اعلٰے تعلیم کے لئے ایک درسگاہ کی بنیاد رکھی۔ ڈربن میں تعلیم نسواں کی جانب عورتوں کی توجہ دلائی۔ ۱۹۰۸ء میں افریقہ سے "الاسلام" نامی اخبار گجراتی زبان میں جاری کیا۔ قومی اور ملی معاملات سے خصوصی دلچسپی رکھتے تھے۔ ۱۹۲۰ء میں "تحریکِ خلافت" میں

---

[1] شاہ عبدالحق بن شاہ محمد بن یار محمد الحنفی الٰہ آبادی مکہ مکرمہ میں شیخ الدلائل کے لقب سے مشہور تھے وہیں آپ نے ۱۳۳۳ھ میں انتقال فرمایا۔ (نزہۃ الخواطر ج ۸، ص ۲۲۱) مجید۔

پُرجوش حصہ لیا۔ آپ کی قیادت میں آپ کے دونوں چھوٹے بھائیوں مولانا شاہ نذیر احمد میرٹھی اور شاہ عبدالعلیم میرٹھی (والدِ ماجد علامہ شاہ احمد نورانی) نے "مرکزی خلافت کمیٹی" میں تین لاکھ روپے کی خطیر رقم جمع کی۔ ۱۹۲۲ء میں ان سرگرمیوں کے باعث قید کر لیے گئے۔

آپ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ قطب العالم حاجی وارث علی شاہ دیوا شریف کی آپ پر خصوصی نظرِ التفات تھی۔ حضرت قطبُ المشائخ شاہ علی حسین کچھوچھوی قدس سرہٗ نے آپ کو سلسلۂ عالیہ اشرفیہ اور اس کے اشغال و اذکار کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

سعودی عرب میں شاہ سعود کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد مدینہ منورہ، مکہ معظمہ اور جنت البقیع میں مقابرِ متبرکہ کی بے حرمتی کا سلسلہ شروع ہوا تو عالمِ اسلام میں دینی غیرت اور مذہبی حمیت کا ایک طوفان اُمڈ پڑا۔ ۱۹۲۴ء میں مسلمانانِ لاہور نے سلطان سعود اوّل کو اس مذموم حرکت سے باز رکھنے کے لئے آپ کی قیادت میں ایک وفد بھیجا۔ جس کے دوسرے ارکان سید حبیب ایڈیٹر "سیاست" لاہور اور مولانا فضل اللہ خاں مالک علمیہ بک ڈپو بمبئی تھے۔

آپ کو یتیموں اور مسکینوں سے بہت محبت تھی۔ ۱۹۱۸ء میں میرٹھ اور ۱۹۳۵ء میں ڈربن میں یتیم خانے قائم کروائے۔ کثیر تعداد میں ہندوؤں اور عیسائیوں کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا۔ رسومِ بد اور شراب نوشی کے انسداد کے لئے آپنے قابلِ قدر مساعی انجام دیں۔ بہت سے شرابیوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔

آپ کی شادی مشہور بزرگ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کے خاندان میں ہوئی تھی۔ ۶۳ برس کی عمر پاکر ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۰ رجولائی ۱۹۳۸ء دمن (پرتگیز) میں بروز سوموار بعد نمازِ مغرب وصال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون[۱]

---

[۱]: تذکرہ علماء اہلسنّت، ص: ۳۱ ۔ المتوفی ۱۳۵۵ھ)

صوفی جمیل الرحمٰن علیہ الرحمہ قادری رضوی

مولانا جمیل الرحمٰن قادری بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ بریلی کے معروف دینی درسگاہ منظر اسلام میں تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰحضرت، امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے بھی اکتساب فیض کیا۔ نعتیہ شاعری کا فن خاص کر اعلیٰحضرت سے سیکھا۔ اس فن میں اعلیٰحضرت کے اوّل شاگرد مولانا حسن رضا بریلوی نے شاعر کی حیثیت سے بڑی شہرت پائی اس کے بعد آپ کے ایک اور شاگرد رشید مولانا جمیل الرحمٰن قادری نے پاک وہند میں بڑی شہرت حاصل کی۔ صوفی جمیل قادری ایک اچھے نعت گو شاعر کے علاوہ ایک منفرد نعت خواں اور میلاد خواں تھے آپ بہت ہی خوش الحانی سے بارگاہ نبوت و رسالت میں گل ہائے عقیدت پیش فرماتے۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے آپ کو" مداح الحبیب" کا خطاب عطا فرمایا تھا جس کا آپ نے اپنے نعتیہ دیوان" قبالۂ بخشش" میں اس طرح اظہار تشکر کیا ہے۔

کر دیا تیرا لقب مرشد نے مداح الحبیب
کر جمیلؔ قادری مدحت رسول اللہ کی

مولانا جمیل قادری علیہ الرحمہ اعلیٰحضرت سے شرف تلمذ رکھتے تھے آپ کو اپنے مرشد سیدی اعلیٰحضرت سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی آپ درحقیقت فنافی الشیخ کے مقام پر فائز تھے۔ اعلیٰحضرت سے جو آپ کو فیض ملا اس کا آپ نے اپنے نعتیہ دیوان میں کئی جگہ ذکر کیا ہے۔

جمیلؔ قادری کی دو جہاں میں لاج رہ جائے
طفیل حضرت احمد رضا خاں یا رسول اللہ

جمیل قادری نازاں نہ کیوں ہو اپنی قسمت پر
نوازش اس پہ ہر دم حضرت احمد رضا کی ہے۔

جمیل قادری چمکے نہ کیوں کلام تیرا
کہ تو جناب رضا سے ہے فیض پائے ہوئے

جمیل اپنے آقا کا مدحت سرا ہے
کرم ہے رضا کی نگاہِ کرم کا

ہے جمیل قادری یہ فضل اللہ و رسول
تیرا مرشد حضرت احمد رضا خاں کر دیا

میں ہوں بندہ رضا کا اور رضا احمد کے بندہ ہیں
جمیل قادری میں یوں ہوا بندہ محمد کا

نہ چھوٹے کبھی اپنے مرشد کا دامن
جمیل اس سے تیرا بیڑا پار ہو گا۔

شہرت ہے جمیل اتنی تیری یہ ہے سب کرامت مرشد کی
کہتے ہیں تجھے مداح نبی سب اہل سنت کیا کہنا

غزل اک اور بھی پڑھ اے جمیل قادری رضوی
کہ تجھ پر فیض ہے احمد رضا پیر طریقت کا

صوفی جمیل الرحمٰن قادری نے اعلیٰ حضرت کے بدایوں کے مقدمہ میں فتح حاصل ہونے کی خوشی میں ۱۳۳۵ھ میں ایک قصیدہ تصنیف فرمایا تھا جس نے بڑی شہرت پائی یہاں اس قصیدے کے چند اشعار پیش کیے جا رہے ہیں۔

ابروئے مومناں احمد رضا خان قادری
رہنما گمرہاں احمد رضا خان قادری

فتح دی حق نے تجھے اعدائے دین پر دائما
تجھ پہ ہے حق مہرباں احمد رضا خاں قادری

حق اسے کہتے ہیں دیکھو رد نہ کوئی کر سکا
تیرا فتوائے اذاں احمد رضا خاں قادری

تھے وصی احمد محدث رحمۃ اللہ علیہ
آپ کے رتبہ داں احمد رضا خاں قادری

محی سنت اور مجدد اس صدی کے آپ ہیں
اے امام مفتیاں احمد رضا خاں قادری

دے مبارکباد ان کو قادری اخوی جمیل
جن کے مرشد ہیں میاں احمد رضا خاں قادری

صوفی جمیل الرحمٰن قادری علیہ الرحمہ کو اپنے پیر و مرشد سے اجازت و خلافت بھی حاصل تھی آپ کا وصال ۱۳۴۳ھ میں ہوا۔ محترم زائر صاحب نے قطعہ وفات تصنیف فرمایا۔

ادھر یہ واصف حضرت سے کہہ رہی ہے اجل
ہر اک کو تیری طرح طالع سعید ملے

ادھر، ملہم غیبی نے دی ندا زائر
جمیل روح مقدس سے خوب عید ملے
۱۳۴۳

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن خاں پیلی بھیتی

رحمۃ اللہ علیہ

آپ ہندوستان کے مشہور روہیلہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ والدِ گرامی جناب غلام یزدانی خاں صوفی منش اور پیلی بھیت کے خوشحال زمینداروں میں شمار ہوتے تھے آپ کی پیدائش ۱۲۸۸ھ میں پیلی بھیت میں ہوئی۔ جملہ دینی علوم "مدرسۃ الحدیث" پیلی بھیت سے حاصل کئے اور بعد فراغت مدرسہ تکمیل الطب لکھنو سے فن طب کی سند حاصل کی۔ ۱۳۲۵ھ میں "مدرسۃ الحدیث" کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر اعلیٰحضرت قدس سرہٗ سے شرفِ بیعت حاصل کیا اور دوسرے سال خلافت سے سرفراز ہوئے "مدرسۃ الحدیث" میں عرصہ تک مدرس رہے۔ شرح وقایہ اور ہدایہ پڑھانے میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ پوری زندگی بریلی اور پیلی بھیت سے باہر قدم نہیں نکالا گھریلو حالات میں فارغ البال تھے، اس لئے زیادہ وقت خدمتِ علمِ دین میں گزارا۔ اپنے استاد حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ اور پیر و مرشد (اعلیٰحضرت) کے شیدائی تھے۔ پیلی بھیت کے دیہات میں دین کو پھیلانے اور اطراف و جوانب کے مسلمان بچوں کو علمِ دین کی جانب راغب کرنے میں آپ کی مساعی جمیلہ ناقابل فراموش ہیں۔

مولانا حبیب الرحمٰن پیلی بھیتی حضرت شاہ جی محمد شیر میاں علیہ الرحمہ (م ۱۳۲۴ھ) کے بھانجے تھے چنانچہ ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں آپ نے اپنے ماموں کے مزار سے متصل ایک مدرسہ قائم کیا جس کا تاریخی نام قاضی خلیل الدین حسن حافظ پیلی بھیتی (المتوفی ۱۹۲۹ء) نے "مدرسہ آستانہ شیریہ" تجویز کیا۔

آپ نہایت ملنسار با اخلاق باوضع اور پورے شہر میں مقبول و محبوب شخصیت تھے۔ آپکے تلامذہ میں مولانا مفتی وقار ملت علامہ وقار الدین پیلی بھیتی (صدر مدرس دار العلوم امجدیہ کراچی) مولانا عبد الرشید پیلی بھیتی اور مولانا انوار احمد مدرس مدرسہ بصیریہ پیلی بھیت کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں، مولانا حبیب الرحمٰن کا وصال پُر ملال ۱۹۴۳ء میں ہوا۔ اور اپنے ذاتی باغ میں سپرد خاک کئے گئے۔ [1]

---

[1] خواجہ رضی حیدر "محدث سورتی" ص ۲۶۷، سورتی اکیڈمی کراچی۔

مولانا حامد علی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی پیدائش ضلع پرتاب گڑھ میں ہوئی۔ مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف میں مولانا نور الحسین رامپوری اور مولانا رحم الٰہی منگلوری سے درس نظامی کی تکمیل کرکے ۱۳۴۰ھ میں سندِ فراغ حاصل کی طالب علمی کے زمانہ میں اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ تحصیل علم کے بعد تجارت کو مشغلہ بنایا۔ کمبل کے کاروبار کے سلسلہ میں ۱۹۲۲ء میں رائے پور گئے۔ قریہ قریہ گھوم کر تجارت کے ساتھ ساتھ تبلیغ دین کا فریضہ بھی انجام دینے لگے۔ رائے پور میں تعلیم اور اشاعتِ مسلکِ اہلسنت کے لئے کرایہ کے مکان میں مُسلم یتیم خانہ قائم کیا۔

آپ سیاسی امور میں دلچسپی لیتے تھے۔ اس لئے متعدد بار قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ ۱۹۲۲ء میں بغاوت کے الزام میں آپ کو گرفتار کیا گیا اور دو سال کے بعد رہائی نصیب ہوئی۔

اعلیٰحضرت قدس سرہٗ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ کی صبح کو چار بجے وصال فرمایا۔ آپ کی مرقد رائے پور میں ہے (تذکرہ علما اہلسنت، ص: ۸۵)

مولانا رحیم بخش آروی قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی رحیم بخش، ولادت سے لے کر وفات تک تمام زندگی آرہ (صوبہ بہار) میں بسر کی۔ عطائے رامپور و سہارن پور سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ حدیث کی چند کتابیں پھلواری شریف میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن ناصری گنج سے پڑھیں۔ اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ کا شہرہ سنا تو بریلی پہنچے۔ بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوکر وطن واپس لوٹے اور مدرسہ حنفیہ میں تدریسی خدمات سرانجام دینے لگے لیکن اراکین مدرسہ سے بعض اعتقادی مسائل میں اختلاف پیدا ہوجانے کے باعث "فیض الغرباء" کے نام سے اپنا الگ مدرسہ قائم کیا۔ آرہ کے مشہور شیخ طریقت حضرت شاہ محمد فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے تعاون فرمایا۔ آپ تادم زیست اس مدرسہ کے صدر مدرس اور مہتمم رہے۔

اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کو آپ پر بے حد فخر تھا۔ کئی مرتبہ اعلیٰحضرت آپ کی دعوت پر آرہ تشریف لے گئے اور طلباء کی دستار بندی فرمائی۔

آپ کے تلامذہ میں مولانا شاہ عبدالغفور، علامہ محمد ابراہیم آروی اور حضرت مولانا ولی الرحمٰن پوکھریروی مشہور ہیں۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے بھی کچھ عرصہ آپ سے درس لیا۔ ۸ رشعبان المعظم ۱۳۴۳ھ (بروایت دیگر ۱۳۴۴ھ) کو آپ کی وفات ہوئی۔[1]

---

[1] تذکرہ علماء اہل سنت ص: ۹۳،

مولانا رحم الٰہی منگلوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا رحم الٰہی منگلور ضلع مظفر نگر (یوپی) کے رہنے والے تھے۔ مدرسہ عالیہ رامپور میں درسِ نظامیہ کی تحصیل کی۔ مولانا عبدالعزیز امیٹھوی (المتوفی ۱۳۱۲ھ) تلمیذ رشید حضرت علامہ مولانا عبدالحق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی تلمذ تھا۔ معقولات میں دسترس حاصل تھی۔ تدریس کا انداز خوب تھا۔ مدرسہ منظر الاسلام بریلی، مدرسہ خانقاہِ کبیریہ سہسرام آرہ، مدرسہ اسلامیہ اندرکوٹ میرٹھ وغیرہ بطورِ صدر مدرس رہے۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔ مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے آپ سے خصوصی درس لیا۔ آخر عمر میں ضعفِ بینائی کے سبب وطن ہی میں سکونت اختیار فرمائی۔ احباب و تلامذہ کی محبت نے جوش مارا تو بریلی تشریف لے گئے۔ اختلاجِ قلب کے مریض تھے۔ واپسی پر گاڑی ہی میں انتقال ہوگیا۔ یہ آخر صفر ۱۳۶۳ھ کا واقعہ ہے۔

مولانا مرحوم کی خصوصیات میں یہ چیز قابلِ ذکر ہے کہ صبح اوّل وقت بیدار ہوتے اور استغفار نہایت خشوع و خضوع سے پڑھتے۔ آپ کے تلامذہ میں حضرت مفتیٔ اعظم ہند شاہ مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمہ۔ مولانا حسنین رضا خاں، مولانا تقدس علی خاں، مولانا ابراہیم رضا خاں اور مولانا سردار علی خاں نمایاں طور پر قابلِ ذکر ہیں۔[1]

---

[1] تذکرہ علماء اہلسنت، ص ۸۹، یادگار بریلی از پروفیسر محمد ایوب قادری، مطبوعہ کراچی، ۱۹۷۰ء، ص: ۳۱۔

مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی علیہ الرحمہ

مولانا ضیاء الدین ولد حسین علی شوال ۱۲۹۰ھ میں تلہر ضلع شاہجہانپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد ہی سے حاصل کی بعد میں حضرت وصی احمد سورتی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دورۂ حدیث کی تکمیل پر دستار فضیلت حاصل کی۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی سے آپ کو ارادت و خلافت حاصل تھی۔ استاد اور پیر و مرشد دونوں ہی آپ کی ذہانت و تبحر علمی کی قدر فرماتے تھے۔ مولانا ضیاء الدین عملی زندگی میں درس و تدریس کے علاوہ ہمیشہ تصنیف و تالیف میں مصروف رہے اور تصانیف کثیر سپرد قلم فرمائیں آپ نے تحفۂ حنفیہ پٹنہ کے ماہانہ پرچے میں کئی سال ادارت کے فرائض انجام دیئے۔ (خواجہ رضی حیدر "محدث سورتی" ص ۲۷۴)

مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی دین داری، پابندی شرح اور مذہبی رکھ رکھاؤ میں منفرد مقام کے حامل تھے۔ آپ کے وجود سے قرب و جوار میں شریعت کا رعب قائم رہا۔ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۶۴ھ بوقت فجر بحالت نماز روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ مولانا حشمت علی خاں لکھنوی علیہ الرحمہ [ف۱] ثم پیلی بھیتی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی چند کتابیں قابلِ ذکر ہیں مثلاً

۱۔ ذکر ابرار (مجموعہ لغت) ۲۔ ضیاء الارشاد ۳۔ التحقیق المعلیٰ

۴۔ فرامین شریعت ۵۔ مراتب شریعت ۶۔ مراتب سیاست

ف۱: مولانا حشمت علی خاں لکھنوی ثم پیلی بھیتی (المتوفی ۱۳۸۰ھ) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے آخری شاگردوں میں بہت ہی ہونہار طالب علم تھے اور اپنے وقت کے امام المناظر تھے آپ شیر بیشۂ اہلسنت اور مظہر اعلیٰ حضرت جیسے لقب سے مشہور و معروف ہے۔ اشد علی الکفار کا

حاشیہ اگلے صفحہ پر

مولانا ضیاء الدین احمد قادری مدنی علیہ الرحمہ

حضرت مولانا ضیاء الدین قادری متحدہ ہندوستان کے ضلع سیالکوٹ کے گاؤں کلاس والا میں ۱۸۷۹ء/۱۲۹۷ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کا سال ولادت یا غفور (۱۲۹۷ھ) سے برآمد ہوتا ہے۔ والد کا نام عبدالعظیم تھا۔ جد اعلیٰ کا نام شیخ قطب الدین قادری تھا جو صحیح العقیدہ قادری بزرگ تھے آپ کا نسبی سلسلہ سیدنا عبدالرحمٰن بن حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے اجداد میں مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی (المتوفی ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۶ء) بہت ہی معروف عالم گذرے ہیں۔[1]

بقیہ پچھلے صفحے کا حاشیہ

حقیقی نمونہ تھے۔ آپ کے کئی معرکۃ الآراء مناظرہ شائع ہو کر آپ کی علمیت کا لوہا منوا چکے ہیں ساتھ ہی کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں جس میں "الانوار الغیبیہ" اور "رد المہند علی المہنق الابلیہی المفند" بہت مقبول ہوئیں۔ راقم مجید اللہ کے والد ماجد حضرت شیخ حمید اللہ قادری حشمتی علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۹۸۹ء) حضرت کے خاص الخاص مریدوں میں تھے۔ مزید تفصیل کے لئے سوانح شیر بیشۂ اہلسنت مولف مولانا محبوب علی خاں ملاحظہ کیجئے (مجید)

ف[1]: اپنے زمانے کے عالم متبحر اور درویش صفت بزرگ تھے اگرچہ شاہجہاں کے زمانے میں آپ کو دو مرتبہ آپ کے وزن کے برابر سونے کے وزن میں تولا گیا مگر تمام عمر طالبین اور زائرین کے دامن طلب مراد کو علم و فضل اور ہدایت و تلقین کے جواہر مقصود سے بھرتے رہے آپ کی تصنیفات عرب و عجم کے ممالک میں بڑی عزت و قبولیت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں آپ کی تحریر کردہ چند کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی، حاشیہ مقدمات تلویح، حاشیہ شرح عقائد تفتازانی، حاشیہ خیالی حواشی شرح ہدایہ حکمت، حاشیہ شرح شمسیہ، شرح مواقف، حاشیہ شرح جامی، حواشی شرح حکمۃ العین، حواشی شرح مراح الارواح وغیرہا (رسالہ اثر الکرام) ص: ۲۰۵۔

[1] خلیل احمد رانا: انوار قطب مدینہ ص ۱۹۲

مجید

ابتدائی تعلیم حضرت مولانا محمد حسین نقشبندی پسروری (المتوفی ۱۳۰۸ھ) سے سیالکوٹ ہی میں حاصل کی۔ پھر لاہور تشریف لے گئے یہاں بیگم شاہی مسجد میں حضرت مولانا غلام قادر بھیروی[ف۱] (المتوفی ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء) سے لگ بھگ ڈیڑھ سال کتابیں پڑھیں اور پھر علم کی پیاس بجھانے کے لئے دہلی تشریف لے گئے جہاں حضرت محدث اعظم وصی احمد سورتی علیہ رحمہ سے دورہ حدیث مکمل کیا اور دیگر علوم و فنون کی بھی تکمیل کی اور سند فراغت محدث صاحب کے مدرسہ میں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے دست مبارک سے حاصل کی۔ اعلیٰحضرت امام اہلسنت نے ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں حضرت ضیاء الدین مدنی کو سلسلے میں داخل فرماتے ہوئے سلسلہ عالیہ، قادریہ، رضویہ کی اجازت و خلافت بھی عطا کی۔ اس وقت آپ کی عمر شریف صرف ۱۸ برس کی تھی[۱]

مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ کو اپنے استاد محترم حضرت محدث اعظم مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ سے بھی خلافت حاصل تھی اور آپ

ف۱: مولانا عبدالقادر (معروف بہ غلام قادر) بن غلام حید رنے مفتی صدر الدین آزردہ (م ۱۲۹۵ھ) کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ اورنٹیل کالج لاہور میں عربی کے استاد رہے اور بعد میں مدرسہ نعمانیہ لاہور میں تدریس کرنے لگے۔ ساتھ ساتھ بیگم شاہی مسجد میں امامت و خطابت بھی فرمانے لگے۔ آپ سلسلہ چشتیہ میں خواجہ شمس الدین سیالوی سے بیعت تھے اور ان کی خلافت بھی حاصل تھی۔ آپ نے چند کتابیں بھی تحریر فرمائیں اسلام کی گیارہ کتابیں، نماز ضروری، نماز حضوری، حقیقت انوار محمدیہ، شمس الحنفیہ وغیرہا۔

[۱] ماہنامہ عرفات لاہور، شمارہ نمبر۔ اکتوبر ۱۹۷۰ء

کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ پہلے اور آخری شاگرد ہیں جنہیں حضرت محدث سورتی نے خلافت و اجازت مرحمت فرمائی [1]

مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ نے ۱۳۱۸ھ میں بغداد شریف کا قصد کیا جہاں آپ ۹ برس تک رہے اور کئی بزرگوں سے فیض یاب ہوتے رہے ان میں شیخ حسین الحسنی الحمدی، شیخ مصطفٰے القادری، شیخ شرف الدین وغیرہما ان حضرات سے بھی اجازت و خلافت حاصل ہوئی۔ ۱۳۲۷ھ میں آپ بغداد شریف سے مدینہ منورہ پہنچے اس وقت وہاں ترک حکومت سلطنت عثمانیہ قائم تھی۔ جہاں اسلامی تہوار بڑے شان و شوکت سے منائے جاتے تھے تمام آثار کو حکومت کی جانب سے تحفظ حاصل تھا مگر انگریز کی فریب کاری نے نام نہاد مسلمانوں کو بغاوت پر آمادہ کیا اور اس طرح ترک حکومت کا خاتمہ ہوا حضرت کچھ عرصے کے لئے ترک لوگوں کے ساتھ مدینہ پاک سے چلے گئے۔ بعد میں ۱۳۴۳ھ میں شریف مکہ محافظ حرمین شریفین ہوا تو واپس مدینہ منورہ آ گئے۔ مگر پھر شریف مکہ اور سعودی خاندان کے درمیان ۱۳۴۳ھ میں جنگ ہوئی شریف مکہ کو شکست ہوئی اور سعودی خاندان عبد الوہاب نجدی کا پیروکار برسر اقتدار آ گیا مگر حضرت پھر مدینہ منورہ میں ہی رہے اور آخر دم تک یہاں قیام کیا [2]

حضرت ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ نے لگ بھگ ۷۰ برس سے زیادہ مدینہ منورہ میں گذارے جہاں ہزاروں علماء و مشائخ سے ملاقات ہوئی اور ہر کوئی عالم جو مدینہ منورہ پہنچا وہ آپ سے ضرور شرف ملاقات حاصل کرتا اور آپ کی

---

[1] روزنامہ حریت کراچی ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۱ء
[2] خلیل احمد رانا " انوار قطب مدینہ ص

روزانہ کی محفل میلاد میں ضرور شرکت کرنا۔ تمام علماء و مشائخ آپ کو قطب مدینہ تصور کرتے ہیں آپ نے اگرچہ کوئی باقاعدہ تدریس تو نہیں کی مگر درحقیقت آپ نے اپنی مسند سے رشد و ہدایت کے جو دریا بہائے ہیں اس کی گواہی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جہاں آپ کا مرید نہ ہو اور ہزاروں علماء و مشائخ کو خلافت عطا فرمائی۔ اور آپ کے خلفاء کی اس قدر طویل فہرست ہے کہ اس کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ پاک و ہند کا کوئی عالم ایسا نہیں جو آپ کے پاس حاضر ہوا ہو اور آپ نے اس کو خلافت سے نہ نوازا ہو اسی طرح بلاد عرب میں بھی سینکڑوں خلفاء موجود ہیں۔

آپ نے طویل عمر پائی اور مدینہ پاک ہی میں سفر آخرت باندھا آپ کا وصال پُرملال ۴ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ / ۲ اکتوبر ۱۹۸۱ء کو ہوا۔ نماز جنازہ مسجد نبوی میں فضیلۃ الشیخ مفتی محمد علی مراد شامی خلیفہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی نے پڑھائی جنت البقیع میں حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار مبارک سے چند قدم آگے آپ کو دفنایا گیا۔

●

پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید سلیمان اشرف سابق صدر شعبۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۸۷۸ء کے لگ بھگ صوبہ بہار کے ایک مردم خیز دیہات میں ایک ممتاز سید گھرانے میں پیدا ہوئے [۱] والد ذیشان کا نام محمد عبداللہ تھا جو جامع شریعت و طریقت بزرگ تھے۔ ابتدائی درسی کتابیں سید محمد حسن ستھانوی اور دارالعلوم ندوہ لکھنؤ میں [۲] پڑھیں بعد ازاں علوم اسلامیہ کی منتہی کتب کی تکمیل خاتم الحکماء مولانا ہدایت اللہ جونپوری سے کی [۳] سید صاحب کو اپنے استاذ مولانا جونپوری سے بڑی گہری محبت تھی جس کا نقشہ

---

[۱] معارف اعظم گڑھ جون ۱۹۳۹ء "شذرات" سید سلیمان ندوی ص: ۴۰۴

[۲] ایضاً ص: ۴۰۲

[۳] مولانا الشیخ الفاضل الکبیر ہدایت اللہ بن رفیع اللہ الحنفی رامپوری علیہ الرحمۃ نے علامہ فضل حق ابن فضل امام خیر آبادی سے علوم وفنون میں کمال حاصل کیا صحاح ستہ سید عالم علی حسینی النگینوی (المتوفی ۱۲۹۵ھ) سے پڑھیں۔ طویل عرصے تک جون پور میں مدرسہ حنفیہ میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے یہاں تک کہ ۱۸۷۰ء میں صدر مدرس بنا دیئے گئے۔

آپ کے شاگردوں میں حضرت شاہ سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمۃ کے علاوہ صدر الشریعۃ مولانا حکیم امجد علی (صاحب بہار شریعت) استاذ العلماء حکیم سید برکات احمد ٹونکی (المتوفی) مولانا عبدالسلام نیازی دہلوی اور مولانا شبیر علی (المتوفی ۱۳۵۴ھ) صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد قابل ذکر ہیں۔ آپ کا وصال ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۷ء میں جون پور ہی میں ہوا اسی وجہ سے جونپوری زیادہ مشہور ہیں۔ (حکیم عبدالحئی لکھنوی، نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۵۲۰) مجید

سید سلیمان اشرف مرحوم کو حقیقت یہ ہے کہ اپنے استاد کے ساتھ عقیدت ہی نہیں بلکہ عشق تھا۔ اُن کے حالات جب کبھی وہ سناتے تھے تو اُن کے طرزِ بیان اور گفتار کی ہر ادا سے اُن کی والہانہ عقیدت تراوش کرتی تھی۔ [۱]

مولانا ہدایت اللہ کی عظیم شخصیت کے علاوہ مولانا سلیمان اشرف جس دوسری عظیم شخصیت سے متاثر ہوتے وہ اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں کی ذاتِ گرامی تھی۔ آپ کو امامِ اہلِ سنّت سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی۔ مولانا سید سلیمان اشرف کے ایک عزیز شاگرد ڈاکٹر سید عابد احمد علی تحریر فرماتے ہیں :

استاذِ محترم سید سلیمان اشرف پر حضرت بریلوی کا اتنا اثر تھا کہ میں نے مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ کی شخصیت کا اندازہ دراصل اُستاذِ محترم ہی کی شخصیت سے لگایا۔ وہ اکثر مولانا بریلوی کا ذکر خیر چھیڑ دیتے اور یوں محسوس ہوتا کہ اکثر اُن ہی کے تصوّر میں مگن رہتے حتیٰ کہ اُستاذِ محترم کی طبیعت اُن کے رنگ میں رنگی گئی تھی۔ وہ اپنے معتقدات اور ایمانیات میں منطقی استدلال اور عُلومِ عقلیہ میں خوش کلامی اور قوتِ بیان میں حضرت مولانا کے انداز اور کیفیات کو اپنا چکے تھے غیر اسلامی شعائر کی مذمت میں تشدّد، کانگرس اور ہندوؤں کی ہمنوائی کرنے والے لیڈروں اور عالموں کے متعلق سخت گیر رویّہ، مشرکین کو نجس سمجھنا اور اُن کے معاملہ میں کسی قسم کی مداہنت روا رکھنا یہ سب صفات دونوں میں مشترک تھیں۔ اسی طرح عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاملہ میں طبیعت کا ایک والہانہ انداز بھی سید صاحب میں حضرت

---

[۱] معارف اعظم گڑھ جون ۱۹۳۹ء ص : ۴۰۲

فاضلِ بریلوی کی طرف سے آیا تھا۔ [1]

تکمیلِ علوم کے بعد آپ اپنے اُستادِ محترم مولانا ہدایت اللہ صاحب کے پاس جونپور رہی میں ٹھہر گئے۔ ۱۹۰۸ء میں مولانا جونپوری کا انتقال ہوا تو آپ کا جی بھی جونپور سے اُچاٹ ہوگیا ان ہی دنوں علی گڑھ محمڈن کالج میں دینیات کے پروفیسر کی جگہ نکلی تو آپ وہاں ملازم ہوگئے۔ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی فرماتے ہیں "نواب وقار الملک کے زمانہ میں علی گڑھ کالج میں پروفیسر دینیات کا عہدہ قائم ہوا تو سید سلیمان اشرف صاحب کا تقرر بطور پروفیسر دینیات عمل میں آیا۔ درسِ قرآن و تفسیر کی جماعت قائم ہوئی۔ درس میں شامل طلباء کا امتحان لینے کے لیے مولانا ولایت حسین صاحب المتوفی (۱۳۴۰ھ) الٰہ آبادی، مولانا احمد رضا خان بریلوی اور مولانا عبدالحق صاحب حقانی (المتوفی ۱۳۳۵ھ) صاحب تفسیر حقانی جیسے جید علماء کو دعوت نامے بھیجے گئے۔" [2]

۲۶-۱۹۲۵ء میں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے شعبۂ دینیات کے لئے میٹرک کی سطح سے لے کر ایم۔اے تک دینیات کا نصاب تیار کرنے کے لئے ماہرین درس و تدریس کی ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ اس میں آپ بھی مولانا مناظر احسن گیلانی اور مولانا امجد علی صاحب اعظمی مصنف بہارِ شریعت جیسے ماہرین کے ساتھ شامل تھے۔ اس کمیٹی نے متواتر سات اجلاس کرکے یونیورسٹی کے لئے جامع نصاب تیار کیا۔ [3]

قدرتِ ایزدی نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا، خطابت میں بلا کا زور تھا۔ جس وقت آپ گفتگو فرماتے تو دریا کی روانی کا نقشہ سامنے آجاتا۔ نقاش فطرت خواجہ حسن نظامی نے ۱۹۲۳ء کی "درویش جنتری" میں آپ کا سوانحی خاکہ بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

---

[1] مقالاتِ یوم رضا حصہ سوم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء ص: ۹، ۱۰

[2] مقالاتِ شروانی مطبوعہ علی گڑھ ص: ۱۸۰

[3] معارف اعظم گڑھ فروری ۱۹۲۶ء "شذرات" از سید سلیمان ندوی

گورا رنگ، مضبوط جسم، گنجان ڈاڑھی، تیز و چمکدار آنکھیں، عمر پچاس کے قریب، بہار میں مکان ہے۔ علی گڑھ کالج میں دینیات کے پروفیسر ہیں۔ صوفیانہ مشرب رکھتے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ تقریر ایسی تیز اور مسلسل کرتے ہیں جیسے ای۔ آئی۔ آر کی ڈاک گاڑی۔ دوران تقریر میں صرف درود پڑھنے کے لئے تھوڑی تھوڑی دیر میں وقفہ ہوتا ہے ورنہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمالہ کی چوٹی سے گنگا کی دھار نکلی ہے جو ہر دوار تک کہیں رکنے اور ٹھہرنے کا نام نہیں لے گی۔ بیان کی ایسی روانی آجکل ہندوستان کے کسی عالم میں نہیں ہے۔ تقریر میں محض الفاظ ہی نہیں ہوتے بلکہ ہر فقرے میں دلیل اور علمیت کا انداز ہوتا ہے

(بحوالہ کتابی دُنیا کراچی جنوری، فروری ۱۹۶۷ء، ص ۲۳)

۲۱-۱۹۲۰ء میں جب عدم تعاون کا طوفان اٹھا تو مولانا ابو الکلام آزاد، مولانا محمود الحسن دیوبندی اور مولانا محمد علی جوہر نے اپنی تمام تر قوت علی گڑھ کالج کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے لئے وقف کر دیں تو مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی ڈاکٹر سر ضیاء الدین اور مولانا سلیمان اشرف صاحب ہی کی مساعی اور کوشش سے مسلمانان ہند کا یہ عظیم ادارہ شکست و ریخت سے محفوظ رہا۔ اگرچہ ان حضرات پر مخالفین کی طرف سے ہر طرح سے طعن و تشنیع کے تیروں کی بوچھاڑ کی گئی لیکن ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ مولانا شروانی کو تو مولانا آزاد کے ہمنواؤں کی طرف سے "حبیب الشیطان" کا خطاب بھی ارزانی ہوا۔ [1]

عدم تعاون کی تحریک کے زمانہ ہی میں سید صاحب نے ایک کتاب "النور"

---

[1] ایضاً دسمبر ۱۹۵۰ء "صدر یار جنگ" مولانا عبدالماجد دریا بادی، ص: ۱۸۷

تصنیف فرمائی جس میں دو قومی نظریہ پر کھل کر بحث کی اور اُن غیر شرعی اقوال کا جو مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا شوکت علی اور مولانا ابوالکلام آزاد کی زبان سے نکلے تھے، ردِ بلیغ فرمایا اور آیات و احادیث سے ثابت کر دیا کہ کفر "ملۃ واحدۃ" ہے۔ اسلام کے مقابلہ میں دیگر تمام مذاہب مثلاً عیسائیت، یہودیت اور ہندو دھرم یک جان و یک آواز ہیں۔ اس کتاب نے آگے چل کر دارالعلوم علی گڑھ کے طلباء پر بڑا گہرا اثر ڈالا اور دو قومی نظریہ کو عام کرنے میں یہ کتاب بہت ممد و معاون ثابت ہوئی۔ تحریکِ ترکِ موالات کے زمانہ کی علی گڑھ کی حالت کی جو قلمی تصویر پروفیسر رشید احمد صدیقی (م ۱۹۷۷ء) نے اپنے جادو نگار قلم سے کھینچی ہے، وہ ملاحظہ ہو:

۱۹۲۱ء کا زمانہ ہے، نان کوآپریشن کا سیلاب اپنی پوری طاقت پر ہے۔ گائے کی قربانی اور موالات پر بڑے بڑے جید اور مستند لوگوں نے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔ اس زمانہ کے اخبارات، تقاریر، تصانیف اور رجحانات کا اب اندازہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے، کیا سے کیا ہو گیا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ کیا جا رہا ہے، وہی سب کچھ ہے، یہی باتیں ٹھیک ہیں۔ کالج میں افراتفری پھیلی ہوئی تھی مرحوم (سید سلیمان اشرف صاحب) مطعون ہو رہے تھے لیکن چہرہ پر کوئی اثر نہیں تھا۔ سیلاب گذر گیا، جو کچھ ہونے والا تھا وہ بھی ہوا لیکن مرحوم نے اس عہد سراسیمگی میں جو کچھ لکھ دیا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ حقیقت وہی تھی، اس کا ایک ایک حرف صحیح تھا، آج تک اس کی سچائی اپنی جگہ پر قائم ہے۔ [1]

علی گڑھ میں آپ کی قیام گاہ آدم جی منزل علماء و فضلاء کا مرجع تھا۔ مستقل

[1] گنجہائے گرانمایہ مطبوعہ لاہور، ص ۲۹

حاضر باشوں میں مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی، مولانا بدرالدین علوی، مولانا محمد مقتدی خاں شروانی، ڈاکٹر مولوی عبدالحق (جب وہ علی گڑھ میں ہوتے)۔ ڈاکٹر ذاکر حسین اور پروفیسر رشید احمد صدیقی جیسی فاضل ہستیاں شامل تھیں۔

مولانا سید سلیمان اشرف صاحب تصنیف و تالیف بزرگ تھے، درجن کے قریب بلند پایہ کتابیں آپ کے قلم سے نکلیں جن میں نمایاں یہ ہیں:

۱۔ المبین عربی زبان پر ایک نادر کتاب ہے۔ مولانا نے اس کا ایک نسخہ ڈاکٹر اقبال کو بھی بھجوایا تھا، اتفاقاً کچھ روز بعد اقبال علی گڑھ گئے تو دوران ملاقات اس کتاب کی بڑی تعریف کی اور فرمایا "مولانا آپ نے عربی زبان کے بعض ایسے پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے جن کی طرف پہلے کبھی میرا ذہن منتقل نہیں ہوا تھا"[۱] المبین کو ۱۹۳۰ء میں ہندوستان اکیڈیمی، الٰہ آباد کی طرف سے بہترین تصنیف ہونے پر پانچ سو روپیہ انعام بھی ملا تھا اور جس کمیٹی نے انعام کی سفارش کی، اس میں نیاز فتح پوری، پروفیسر رشید احمد صدیقی، سید سجاد حیدر یلدرم اور سید سلیمان ندوی صاحب جیسی باکمال ہستیاں تھیں۔[۲]

---

[۱] ایضاً، ص: ۱۴۱

[۲] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: معارف اعظم گڑھ نومبر ۱۹۵۵ء ص: ۳۸۶ - ۳۸۷

۲- النّور — دو قومی نظریہ پر ایک جامع ترین تصنیف ہے ۱۹۲۱ء میں علی گڑھ انسٹیٹیوٹ سے شائع ہوئی تھی اور اس قابل ہے کہ نئی ترتیب کے ساتھ ازسرِ نو شائع کی جائے

۳- الرشاد — گائے کی قربانی کے موضوع پر لکھی گئی۔

۴- الانہار — امیر خسرو علیہ الرحمہ کی مثنوی "ہشت بہشت" کے شروع میں بڑے سائز کے ۲۵۰ صفحات پر مشتمل ایک فصیح و بلیغ مقدمہ لکھا جسے الانہار کہا جاتا ہے۔

۵- الحج — حج و زیارت کے موضوع پر تالیف کی۔ روزنامہ "ہمدم" لکھنؤ نے ۲۸ اپریل ۱۹۲۸ء کے شمارے میں مذکورہ کتاب پر تبصرہ و تعارف کراتے ہوئے لکھا۔ "نجدی حکومت میں جب مآثرِ مقدسہ اور مقاماتِ متبرکہ کی توہین کی، مزارات کو منہدم کیا یہاں تک کہ غلافِ خانہ کو بھی نہ بخشا غلافِ کعبہ جو قدیم سے مصر میں تیار ہو کر آتا، اسے بھی روک دیا۔ جس وفد نے غلافِ کعبہ لانے کا اہتمام کیا ۱۹۲۶ء میں اس پر حملہ کر دیا۔ اگلے سال مصریوں سے ہم غلافِ کعبہ لینے سے انکار کر دیا۔ انہی ایام میں ہندوستان کے مسلمانوں نے غلافِ کعبہ بنا کر بھیجنے کا اہتمام کیا، اسی تحریک کے دوران

خانہ کعبہ اور غلاف کی تاریخ کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری شعبہ اسلامک اسٹڈیز مسلم یونیورسٹی (علیگڑھ) نے 'الحج' نامی کتاب تالیف فرمائی جس میں حج و زیارت کے تمام مسائل نہایت سہل زبان میں دلنشین ترتیب کے ساتھ درج فرمائے اور جس پر عالی جناب نواب صدر یار جنگ بہادر صدرالصدور محکمہ امور مذہبی ریاست حیدرآباد دکن نے ایک دلچسپ و سبق آموز مقدمہ تحریر فرمایا ہے اور ۲۰ × ۳۰ کے قریب چودہ اجزاء پر مسلم یونیورسٹی نے اس کو عمدہ کتابت اور صاف چھپائی کے ساتھ شائع کیا"

اس کے بعد کتاب مذکورہ کے چند اقتباسات بھی نقل کئے ہیں ۔ [1]

مولانا سید سلیمان اشرف علیہ الرحمہ خوش لباس، خوش مزاج اور نفیس طبع بزرگ تھے ۔ اُن ان خصوصیات کا ذکر اُن کے ایک ہمعصر سید سلیمان ندوی یوں کرتے ہیں :

مرحوم خوش اندام، خوش لباس، خوش طبع، نفاست پسند، سادہ مزاج اور بے تکلف تھے ۔ اُن کی سب سے بڑی خوبی، اُن کی خودداری اور اپنی عزتِ نفس کا احساس تھا ۔ ان کی ساری عمر علی گڑھ میں گذری جہاں اُمراء اور اربابِ جاہ کا تانتا لگا رہتا تھا مگر انہوں نے کبھی کسی کی خوشامد نہیں کی اور نہ ہی اُن میں سے کسی سے دَب کر یا جھک کر ملے ۔ جس سے ملے برابری سے اور اپنے عالمانہ وقار کو پوری طرح ملحوظ رکھ کر ۔ علی گڑھ کے عشرت خانہ میں ان کی قیامگاہ ایک درویش کی خانقاہ تھی جو آتا جھک کر آتا ۔" [2]

شاگردوں کے لحاظ سے آپ بڑے خوش قسمت تھے ۔ آپ درجنوں شاگرد

---

[1] یہ ساری کارروائی مذکورہ بالا شمارہ کے صفحہ ۲ ـ ۳ پر پھیلی ہوئی ہے ۔ (قصوری)

[2] معارف اعظم گڑھ جون ۱۹۳۹ء، ص : ۴۰۳

علمی دنیا میں ماہتاب و آفتاب بن کر چمکے، چند نام ملاحظہ ہوں:

۱۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری بانی المرکز الاسلامی، کراچی

۲۔ ڈاکٹر پروفیسر محمد محمود احمد سابق صدر شعبۂ فلسفہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ و کراچی یونیورسٹی۔

۳۔ سید امیر الدین قدوائی تحریک پاکستان کے ایک سرگرم کارکن اور ماہر قانون

۴۔ ڈاکٹر ذاکر حسین سابق صدر جمہوریۂ ہند

۵۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی سابق صدر شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ

۶۔ ڈاکٹر سید عابد احمد علی سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور

۷۔ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی لاہور

آپ کا وصال ۵ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ/۲۵ اپریل ۱۹۲۹ء کو ہوا اور شہر و نول کے قبرستان (احاطۂ یونیورسٹی) میں دفن کئے گئے۔

آپ کی وفات پر ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ نے کہا "ہمارا سردار اٹھ گیا"[1] رشید احمد صدیقی نے لکھا: "مولانا سلیمان اشرف صاحب اس جہاں سے اٹھ گئے اور اپنے ساتھ وہ تمام باتیں لے گئے جو میرے لئے اب کسی اور میں نہیں"[2]

؏ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

---

[1] گنجہائے گراں مایہ از پروفیسر رشید احمد صدیقی مطبوعہ لاہور، ص: ۱۱۵

[2] ایضاً، ص: ۲۳

نوٹ: مولانا سلیمان اشرف علیہ الرحمۃ کے حالات جناب سید نور محمد قادری نے بہم پہنچائے جس کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

مُبلّغِ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

عبد علیم کے علم کو سُن کر　　　جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں (اعلیٰحضرت)

حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی ۳ اپریل ۱۸۹۲ء / ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ کو محلہ مشائخاں میرٹھ (یوپی۔ انڈیا) میں نامور صوفی عالم دین اور نعت گو شاعر حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحکیم جوشؔ صدیقی القادری کے ہاں جلوہ افروز ہوئے، آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ اوّل امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے[۱]

مولانا عبدالعلیم صدیقی بچپن ہی سے نہایت ذہین اور محنتی تھے، اس لئے صرف چار سال دس ماہ کی عُمر میں قرآن پاک ناظرہ ختم کر لیا۔ والد ماجد سے عربی، اردو اور فارسی کی ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد میرٹھ کی مشہور دینی درسگاہ 'مدرسہ عربیہ قومیہ' میں سولہ سال کی عمر میں آپ نے اوّل پوزیشن سے درسِ نظامی کی سند حاصل کی۔ آپ کے دل میں چونکہ بچپن ہی سے تبلیغ واشاعتِ اسلام کی تڑپ موجود تھی، اسلام کا پیغام غیر مسلموں تک پہنچانے کے لئے آپ نے علوم جدیدہ بالخصوص انگریزی علوم کی تحصیل کی ضرورت کو محسوس کیا۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ چند سال پرائیویٹ مُطالعہ کرتے رہے۔ پھر 'اٹاوہ ہائی سکول' سے میٹرک کا امتحان پاس کر کے 'ڈویژنل کالج' میں داخلہ لے لیا، کالج کی تعطیلات کے دوران بریلی شریف حاضر ہو کر اعلیٰحضرت قدس سرہٗ سے علوم اسلامیہ کے گوہر بھی لُوٹتے رہے۔ ۱۹۱۷ء میں آپ نے بی۔ اے کی ڈگری امتیازی حیثیت میں حاصل کی۔ کالج سے فارغ ہونے کے بعد میرٹھ کے نامور حکیم احتشام الدین سے فنِ حکمت سیکھا اور مختلف قوانین کی کُتُب کا مطالعہ بھی کیا۔[۲]

---

[۱] ڈاکٹر حسن رضا اعظمی "نقیبِ اسلام" ص ۲۸۹، ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی۔
[۲] ایضاً ص ۲۹۰

آپ کی روحانی تربیت والد ماجد حضرت مولانا عبدالحکیم صدیقی، برادرِ گرامی مولانا احمد مختار صدیقی، حضرت سید شاہ علی حسین محدث کچھوچھوی اور اعلیٰحضرت امام اہلِ سُنّت جیسے عظیم المرتبت بزرگوں نے کی۔ علاوہ ازیں آپ نے حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی، حضرت شیخ احمد الشمس مراکشی اور لیبیا کے مشہور صوفی بزرگ شیخ السنوسی سے بھی روحانی فیوضات کا اکتساب کیا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے اور خرقۂ خلافت حاصل کرکے آپ ہی کے ارشاد سے اپنے نجی خرچہ پر تبلیغ اسلام کے لئے وقف ہوگئے۔ اعلیٰحضرت نے آپ کو درج ذیل شعر میں دشمنانِ اسلام پر آپ کے غالب و فاتح ہونے کی بھی خوشخبری دی ؎

عبدِعلیم کے علم کو سُن کر
جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں

آپ کا شمار امام احمد رضا قدس سرہٗ کے خاص خلفاء میں سے تھا، اعلیٰحضرت نے آپ کو 'علیم الرضا' کے پیارے لقب سے بھی مُشرّف فرمایا۔ حضرت مولانا صدیقی علیہ الرحمہ بھی اپنے استاذ اور مُرشد برحق کا بہت ادب و احترام کرتے، اپنی کتاب "ذکرِ حبیب" کے حاشیے میں ایک جگہ اعلیٰحضرت کا اسمِ گرامی اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

اعلیٰحضرت امام اہلِ سُنّت، مجدد مائۃ حاضرہ سیدی و استاذی
حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ القوی۔

(ذکرِ حبیب حصہ دوم ص ۱۹ مطبوعہ کراچی)

آپ عمر بھر مسلک اہلِ سُنّت و جماعت کی حمایت و اشاعت میں بذریعہ تقریر و تحریر سرگرمِ عمل رہے، اعلیٰحضرت کے عظیم شاہکار حسام الحرمین (فتوئ علمائے حرمین شریفین) کی تائید و حمایت میں برصغیر پاک و ہند کے علماء و مشائخ اہلِ سنّت کی تقاریظ کے ساتھ آپ کی تقریظ ان الفاظ میں شائع ہوئی:

"بسم اللہ باذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ اشاعت عقائد فاسدہ اور تبلیغِ کفریات کی کثرت دیکھنے کے بعد ناممکن تھا کہ اربابِ حق اظہارِ حق وصدق سے گریز کرتے۔ سیفِ بُرّاں حسام الحرمین باطل پرستوں کے فاسد عقیدوں کو بیخ وبُن سے اُکھاڑنے والی وہ مدلل بہترین زبردست کتاب ہے۔ جس کو ترتیب دینے کے بعد مؤلف مبرور (اعلیحضرت) نے نہ صرف حق اسلام ادا کیا بلکہ وارفتگانِ اسلام پر وہ احسان کیا کہ زندگی بھر اس کا حقیقی شکریہ ادا نہیں ہوسکتا۔ مجیب لبیب نے سوالِ بالا کا جواب رقم کیا وُہ عین مشربِ اہلِ سنت وجماعت ہے۔ مالکِ عالم جل جلالہٗ اُن کو جزا عطا فرمائے اور پڑھنے والوں کو توفیقِ یقین وعمل نصیب کرے۔

حررہ الفقیر محمدن المدعو بعبدالعلیم الصدیقی متوطن میرٹھ

(الصوارمُ الہندیہ از مولانا حشمت علی خاں لکھنوی، مطبوعہ ساہیوال ۱۹۷۵ء ص ۱۲۶)

۱۹۱۹ء میں آپ زیارت حرمین شریفین کے لئے حجاز مقدس تشریف لے گئے، حج سے واپس آکر اعلیحضرت کی خدمت میں منقبت پیش کی جو درجِ ذیل ہے ؎

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیم جامِ عرفاں اے شہِ احمد رضا تم ہو

غریقِ بحرِ اُلفت مستِ جامِ بادۂ وحدت
محبِّ خاص، منظورِ حبیبِ کبریا تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہلِ طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیا تم ہو

یہاں آکر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین، ایسے رہنما تم ہو

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ وکعبہ!
جو قبلہ اہلِ قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو

مزین جس سے ہے تاجِ فضیلت تاج والوں کی
وہ لعلِ پُر ضیا، تم ہو، وہ دُرِّ بے بہا تم ہو

عرب میں جاکے ان آنکھوں نے دیکھا جنکی صولت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو

ہیں سیارہ صفت گردش کناں اہلِ طریقت یاں
وہ قطبِ وقت اے سرخیلِ جمع اولیا تم ہو

عیاں ہے شانِ صدیقی تمہاری شانِ تقویٰ سے — کہوں کیوں کر نہ اتقیٰ جب کہ خیر الاتقیا تم ہو
جلال و ہیبتِ فاروقِ اعظم آپ سے ظاہر — عدو اللہ پر اک حربۂ تیغِ خدا تم ہو
اشداءُ علی الکفار کے سر بسر مظہر — مخالف جس سے تھرّائیں وہی شیرِ وغا تم ہو
تمہیں نے جمع فرمائے نکات و رموزِ قرآنی! — یہ ورثہ پانے والے حضرتِ عثمان کا تم ہو
خلوصِ مرتضیٰ، خُلقِ حسن عزمِ حُسینی میں — عدیم المثل یکتائے زمن اے باخدا تم ہو
تمہیں پھیلا رہے ہو علمِ حق اکنافِ عالم میں — امامِ اہلِ سنت نائبِ غوث الوریٰ تم ہو
بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے — بھکاری کی بھرو جھولی، گدا کا آسرا تم ہو
دفی اموالہم حق ہر اک سائل کا حق ٹھہرا — نہیں پھرتا کوئی محروم، ایسے باسخا تم ہو

علیمِ خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا
کرم فرمانے والے حال پر اُس کے شہا تم ہو

جب یہ اشعار سنا چکے تو امامِ اہلِ سنت نے اپنے قیمتی عمامہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

مولانا! آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں؟ آپ اس دیارِ پاک سے تشریف لا رہے ہیں، یہ عمامہ تو آپ کے قدموں کے بھی لائق نہیں، البتہ میرے کپڑوں میں بیش قیمت ایک جُبّہ ہے، وہ حاضر کئے دیتا ہوں۔[1]

مُبلّغِ اسلام حضرت مولانا عبد العلیم صدیقی ایک جادو بیان اور شعلہ نوا مُقرّر تھے، آپ اُردو کے علاوہ عربی، فارسی اور انگریزی زبان میں بڑی روانی کے ساتھ تقریر کرتے۔ آپ اپنے خیالات کی ترجمانی بڑے دلنشیں انداز میں کرتے،

---

[1] حیاتِ اعلیٰحضرت جلد اوّل، مطبوعہ کراچی، ص: ۵۱، ۵۲

جس قسم کا اجتماع دیکھتے اسی قسم کی تقریر کرتے۔ آپ کی تقاریر اس قدر مؤثر ہوتیں کہ خود اہلِ زبان بھی حیران رہ جاتے۔ آپ نے ہر درجہ اور طبقۂ فکر کے لوگوں سے خطاب کیا، ایک طرف اگر اربابِ حل وعقد کی اہم مجالس جیسے لائل ایشیاٹک سوسائٹی شنگھائی اورنٹیل کلچر سوسائٹی آف جاپان، اسلامک کلچر سنٹر لندن (انگلستان) اور اسلامک سنٹر آف امریکہ وغیرہ میں بڑی پُرجوش تقاریر کیں تو دوسری جانب افریقہ کے خانہ بدوش اور غیر تعلیم یافتہ قبائل کے مجمعوں سے بھی خطاب فرمایا اور دونوں جگہوں پر کامیابی حاصل کی۔ آپ کی انہیں مقررانہ صلاحیتوں کی بنا پر ایشیا، افریقہ اور یورپ کے مُسلم مؤرخین نے آپ کو عدیم النظیر (ORATOR) (مقرر) قرار دیا ہے، چنانچہ ٹوکیو کے پروفیسر این۔ایچ برلاس (N. H. BERLAS) حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی کی مطبوعہ تقریر بزبان انگریزی CULTIVATION OF SCIENCE BY THE MUSLIMS (مسلمانوں کی سائنسی ایجادات کے پیشِ لفظ میں لکھتے ہیں :۔

"For a fuller appreciation one must hear Maulana Siddiqui from the platform. One is sure to be charmed like the audience hear by his magnetic personality and oratorical powers. His loud and impressive but musical voice and splendid delivery."

"ہر شخص مولانا صدیقی کو پلیٹ فارم پر بولتے ہوئے سن سکتا ہے اور اس سے محظوظ ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ ایک جانب مولانا کی مقناطیسی شخصیت ہو، دوسری جانب اُن کی نغمہ بار آواز اور تیسری جانب اُن کی ٹھوس اور مُدلّل تقریر ہو۔"

آپ نے اپنی حیاتِ مُبارکہ کے تقریباً ۳۵ سال (۱۹۱۹ء تا ۱۹۵۴ء) امریکہ، افریقہ، انگلستان، انڈونیشیا، سنگاپور (ملایا) چین، جاپان، کنیڈا، فرانس،

ٹرینی ڈاڈ اور فلپائن وغیرہ ممالک میں تبلیغ واشاعتِ اسلام میں گزارے۔ ان ممالک کے گوشے گوشے میں مساجد، مکتب، کتب خانے، رسائل، ہسپتال، یتیم خانے اور تبلیغی مراکز قائم کیے۔[1] انگریزی زبان میں 'دی مسلم ڈائجسٹ' (افریقہ)، سٹار آف اسلام (کولمبو) ٹرینی ڈاڈ مسلم اینوول ماہنامے آپ کی یادگار ہیں۔ آپ نے ملایا میں جناب محمد ابراہیم الساگوف کے تعاون سے عربی یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی۔ عظیم الشان مساجد میں سے حنفی جامع مسجد کولمبو، سلطان مسجد سنگاپور اور مسجد ناگویا جاپان خاص طور پر مشہور ہیں۔

آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجے میں پینتالیس ہزار سے زائد غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے جن میں مارشیس جنوبی افریقہ کے فرانسیسی گورنر مردات، روسی سائنس دان انٹونوف، بورنیو کی شہزادی گلیڈرے پال مار اور کنیڈا کی خاتون فاطمہ ڈونا واکے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ آپ کی انہی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے فلپائنی مندوب ڈاکٹر احمد نے جشنِ نزولِ قرآن کے موضوع پر علمائے کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :۔

"آج ہمیں برِ صغیر پاک و ہند کے مشہور مبلغ مولانا عبدالعلیم صدیقی کی طرح دین کی تبلیغ واشاعت کرنا چاہیئے۔ مولانا نے فلپائن کے جزیروں میں اسلام کی تبلیغ کے لئے مدرسے، لائبریریاں اور مساجد بنوائیں اور ماہنامے اور ہفت روزہ جریدے بھی جاری کیے۔ ہمیں اسلام کی جو روشنی ملی ہے انہیں سے ملی ہے۔ اُن ہی کی مساعی جلیلہ

---

[1] اکابر تحریک پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص : ۱۴۲

سے ہم مسلمان ہوئے۔"

۷ اپریل ۱۹۳۵ء کو ممباسا (جنوبی افریقہ) میں آپ نے مشہور انگریز مفکر ڈاکٹر برنارڈ شا سے 'اسلام اور عیسائیت' کے موضوع پر مناظرہ کیا۔ دورانِ مناظرہ برنارڈ شا پر آپ کی شخصیت کا رُعب چھایا رہا اور اُس نے قرآن پاک کی حقانیت کا اعتراف کر لیا دنیا کا مسلّم مفکر اپنے آپ کو حضرتِ صدیقی کے سامنے طفلِ مکتب محسوس کر رہا تھا۔ اس نے اقرار کیا کہ آئندہ سو سال بعد دنیا کا مذہب صرف اسلام ہی ہوگا۔ برنارڈ شا سے آپ کی گفتگو پر مشتمل کتابچہ بزبانِ انگریزی A SHAVIAN AND A THEOLOGIAN متعدد بار شائع ہوتا رہا ہے، اب اس کا اردو ترجمہ ماہنامہ 'ترجمانِ اہلسنت' کراچی نے اپنے شمارہ مارچ ۱۹۷۲ء میں شائع کر دیا ہے۔

برنارڈ شا نے آخر میں کہا:

"آپ کی گفتگو اتنی دلچسپ اور معلوماتی ہے کہ میں سالوں تک آپ کے ساتھ رہنا پسند کروں گا۔ مجھے واقعی اس بات کا افسوس ہے کہ آپ جیسے بزرگ عالم سے صرف اتنی مختصر بات چیت کر سکا۔"

آپ نے تحریکِ پاکستان میں بھی جو خدمات انجام دیں وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ دنیا کے کسی گوشے میں مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھایا جاتا تو آپ بے چین ہو جاتے۔ تحریکِ خلافت، شدھی تحریک اور تحریکِ پاکستان میں مردانہ وار حصہ لیا۔ ۱۹۴۵ء میں ہندوستان میں زبردست فسادات ہوئے۔ آپ نے پنڈت نہرو سے ملاقات کے دوران ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم وستم کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ بمبئی اور مدراس میں تقریریں کر کے مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی۔ تحریکِ پاکستان کے خلاف جب کانگریسی لیڈر حشرات الارض کی طرح بیرونی ممالک میں پھیل گئے تو آپ نے انگلینڈ اور مصر میں ان کانگریسی گماشتوں کو اپنی مدلل تقریر سے ناکوں چنے

چھپوائے۔

۱۹۴۶ء میں بنارس میں "آل انڈیا سُنّی کانفرنس" (جو برصغیر کی تاریخ میں ایک مثالی کانفرنس تھی) میں شرکت فرما کر تحریک پاکستان کی ببانگ دہل حمایت فرمائی، ملک کے طول و عرض میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ علاوہ ازیں حج کے موقعہ پر مسلم لیگ کی طرف سے متعدد عرب ممالک فلسطین، شام، لبنان، اردن اور عراق وغیرہ کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ ہندوؤں کے شدید غلط پروپیگنڈے کی بنا پر عالم اسلام کے مسلمان ہندی مسلمانوں کے خلاف تھے۔ دنیا میں ہندوستان کی آزادی حاصل کرنے کو "دیوانے کا خواب" سمجھا جاتا تھا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کو ہندوستان ہی میں اتنا کام تھا کہ وہ باہر توجہ ہی نہ دے سکتے تھے، اس لئے آپ مذکورہ حکام سے ملے، دانشوروں اور وکلاء کے سامنے تقریریں کیں اور نظریۂ پاکستان کی وضاحت کی جس کے نتیجے میں عرب علماء و عوام تحریک پاکستان کو صحیح طور پر سمجھنے لگے۔

قیام پاکستان کے بعد قائد پاکستان محمد علی جناح نے آپ کو اسلامی ممالک میں پاکستان کا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ ملک کے مشہور نقّاد جناب مختار حسن نے مولانا صدّیقی کی دینی و سیاسی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"مولانا نورانی کے والد مولانا عبدالعلیم صدّیقی بہت عظیم مبلغ اسلام تھے کہا جاتا ہے انہوں نے اپنی زندگی میں مختلف ملکوں کے ۴۵ ہزار افراد کو مشرف بہ اسلام کیا تھا۔ تحریک پاکستان کے لئے کام کرنے والے علماء و مشائخ میں ان کا نام بڑا نمایاں تھا۔ انہوں نے بیرون ملک بھی برّصغیر کے مسلمانوں کی سیاست اور مطالبۂ پاکستان کو واضح کرنے کے لئے دورے کئے۔ مولانا صدّیقی پاکستان آئے، تو پہلی عید آزادی کی امامت کی۔ قائداعظم کی انہی کی اقتدار میں

یہ نماز ادا کی تھی"۔[1]

پاکستان سے آپ کو جو والہانہ محبت تھی اس کا اظہار آپ کی اس دعا سے ہوتا ہے جو آپ کی کتاب 'ذکرِ حبیب' (صلی اللہ علیہ وسلم) حصہ دوم مطبوعہ کراچی، ص ۱۷، پر درج ہے:

"اے غلاموں کے سر پہ تاجِ عزت رکھنے والے! اے بے پناہ کو پناہ دینے والے! سن لے، سن لے! ہم بیکسوں، بےبسوں کی سن لے! ہم سیہ کاروں کے سبب اپنے دین کو بدنام نہ ہونے دے! دین کی عزت رکھ لے! عَلَم کو سرنگوں نہ ہونے دے! ہمیں قوت دے، طاقت دے، عزت دے، حمیت دے، غیرت دے! برِّ صغیر ہند میں جو چھوٹی سی آزاد خود مختار پاکستانی حکومت تو نے محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے اس کی حفاظت فرما! اسے قوی سے قوی تر بنا اور صحیح معنٰی میں اسلامی دولت، اسلامی سلطنت اور الٰہی مملکت بنا! جہاں تیرا قانون، تیرے احکام جاری ہوں، تیرے دین کا عَلَم بلند ہو اور تیرے نام کا ابدالآباد تک بول بالا رہے۔ مولیٰ! مولیٰ! اے رحم و کرم والے مولیٰ! ہماری دعائیں قبول کر!"

۱۹۵۰ء میں آپ نے پوری دنیا کا تبلیغی دورہ کیا۔ سنگاپور میں 'انٹر ریلیجس آرگنائزیشن' کی طرف سے آپ کو "ہز اگزالٹڈ ایمی ننس کا خطاب دیا گیا۔ برما، ملائشیا، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، ویت نام، چائنا، جاپان، فلپائن، سیلون، ماریشس، مڈغاسکر، جنوبی افریقہ، پرتگال، مشرقی افریقہ، کینیا، تنزانیہ،

[1] ہفت روزہ زندگی لاہور ۲۴۔۳۰ ستمبر ۱۹۷۳ء ص: ۱۰

یوگنڈا، بلجیم، کانگو، حجاز، مصر، شام، فلسطین، عراق، فرانس، برطانیہ، جزائر غرب الہند، گیانہ، امریکہ اور کینیڈا وغیرہ میں تبلیغی دورے کئے۔ دشمن آپ کو 'جادوگر' اور دوست 'فرشتہ صفت' کہا کرتے تھے، مدینہ طیبہ کے لوگ آپ کو 'الطیب الہندی' کے نام سے پکارتے۔

مُبلّغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیرو مُرشد سے ورثہ میں ملا تھا، اعلیٰحضرت قدس سرہ نے ایسے فیوض و برکات سے نوازا کہ علم و عمل میں بے نظیر ہوگئے اور عشق رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہونا قول و فعل سے ثابت کیا۔ اور خدا تعالیٰ سے جب بھی دعا کی تو یہی کہ مولا تعالےٰ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نیاز مند بنا دے، جیساکہ اپنی پیاری نعت شریف میں بیان فرماتے ہیں ؎

الٰہی وہ زباں دے جو ثنا خوانِ محمد صلی اللہ ہو — ثنا ایسی جو ہر آئینہ شایانِ محمد صلی اللہ ہو

وہ جان پاک دے یارب جو قربانِ محمد ہو — وہ دل دے جو شکارِ تیر مژگانِ محمد ہو

جنونِ عشق دے گرما گرمیٔ سوزِ محبت سے — یہ آوارہ ہو اور دشت و بیابانِ محمد ہو

شرابِ شوق سے لبریز ہو پیمانۂ الفت — نگارِ حُسن ہو، میں ہوں، خیابانِ محمد ہو

مقام لی مع اللہ تک بھلا کس کی رسائی ہو — جب اُس خلوت کدہ میں خاص جانانِ محمد ہو

بدل جائے شبِ بخت سیہ صبح دل آرا سے — اگر جلوہ نما روئے درخشانِ محمد صلی اللہ ہو

علیمِ خستہ جاں تنگ آگیا ہے دردِ ہجراں سے
الٰہی کب وہ دن آئے کہ مہمانِ محمد صلی اللہ ہو

حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی جہاں ایک پُرجوش مقرر اور خوش بیاں واعظ تھے وہاں ایک بلند پایہ ادیب بھی تھے، آپ نے تالیف و تصنیف پر بھی خاطر خواہ توجہ دی اور مندرجہ ذیل قابل فخر تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا۔

المرأۃ (عربی - مطبوعہ مصر)

۱۔ ذکر حبیب دو حصے مطبوعہ
۲۔ کتاب تصوف
۳۔ بہار شباب
۴۔ مسائل انسان کامل
۵۔ اسلام میں عورت کے حقوق
۶ مکالمہ جارج برنارڈ شا
۷۔ مرزائی حقیقت کا اظہار
۸ احکام رمضان
۹۔ اسلام کی ابتدائی تعلیمات
۱۰ اسلامی اصول
۱۱ اشتراکیت کیا ہے۔
۱۲ انسانی مسائل کا حل

13. Cultivation of science by the Muslim.
14. The forgotten path of knowledge.
15. Quest for true happiness.
16. The principles of Islam.
17. What is Islam?

حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی قدس سرہٗ العزیز کے وصال کے بعد آپکے محبوب خلیفہ اور داماد حضرت مولانا حافظ ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری قادری (المتوفی ۱۹۷۴ء) بانی وصدر بین الاقوامی تبلیغی جماعت ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز اور فرزند ارجمند حضرت مولانا علامہ شاہ احمد نورانی صدر ورلڈ اسلامک مشنز نے نہ صرف حضرت مبلغ عالم اسلام کے مشن کو جاری رکھا بلکہ اسے اور آگے بڑھایا اور آج بھی پاکستان میں نظام مصطفیٰ کے قیام کے لیے سرگرداں ہیں اور اپنی تمام تر مساعی کو وقف کیا ہوا ہے۔

حضرت مولانا صدیقی علیہ الرحمہ اپنی زندگی مسلسل دینِ حق کی سربلندی میں بسر کرنے کے بعد ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ / ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو مدینہ منورہ میں محبوبِ حقیقی سے جا ملے، اس وقت تمام عالمِ اسلام کے مسلمان حج کے موقعہ پر مدینہ طیبہ میں جمع تھے اور اس طرح آپ کی نمازِ جنازہ اور تدفین میں دنیا کے ہر گوشہ سے آئے ہوئے مسلمانوں نے شرکت کی۔ آپ کی خوش بختی کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ آپکو جنت البقیع میں (حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں) جگہ ملی[۱]

جناب صابر براری نے آپ کی بارگاہ میں یوں نذرانۂ عقیدت پیش کیا ؎

کیوں نہ ہوں محبوبِ سرورِ حضرۃ عبدالعلیم
حضرتِ صدیق سے ہے نسبتِ عبدالعلیم

ہے مدینہ طیبہ میں تربتِ عبدالعلیم
دیکھئے کیا اوج پر ہے قسمتِ عبدالعلیم

ایشیا و یورپ و افریقہ امریکہ غرض
ہے جہانِ معرفت میں شہرتِ عبدالعلیم

لاکھوں عیسائی یہودی کفر سے تائب ہوئے
مرحبا تبلیغ و درس و حکمتِ عبدالعلیم

بن کے چمکے ہیں مبلغ عالمِ اسلام کے
اے میں قرباں، ہے یہ جاہ و حشمتِ عبدالعلیم

اعلیحضرت کی نیابت عالمِ اسلام میں
آپ ہی نے کی ہے بیشک حضرۃ عبدالعلیم

اعلیحضرت نے ہمیشہ آپ کو دی یہ دعا
ہوں فزوں دن رات یا رب عظمتِ عبدالعلیم

اُن کے اخلاقِ حمیدہ کا بیاں میں کیا کروں
تھی مرقع دینِ حق کا سیرتِ عبدالعلیم

شاہ جیلانی میاں اور شاہ نورانی میاں
بالیقیں ہیں نورِ عکسِ صورتِ عبدالعلیم

---

[۱] شاہ احمد نورانی، از مولانا ابوداؤد محمد صادق مطبوعہ گوجرانوالہ۔

مولانا شاہ عبد السّلام علیہ الرحمۃ جبلپوری،

آپ کا اسم گرامی عبد السلام اور والد کا نام مولانا شاہ عبد الکریم تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب خلیفۃ الرسول صلے اللہ علیہ وسلم یعنی امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ تین سال کی عمر شریفہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ حیدر آباد دکن سے جبل پور تشریف لائے۔ ۱۴ ؍ برس کی عمر شریف میں قرآن مجید حفظ کیا اور تمام ظاہری و معنوی علوم کی تکمیل اپنے والد ماجد ہی سے کی تھی فارغ ہونے کے بعد ابتداً "ندوۃ العلماء" کی طرف راغب ہوئے اور اس کے پہلے بنیادی جلسہ میں آپ مجلس عاملہ کے رکن کی حیثیت سے شریک بھی ہوئے۔ شوال ۱۳۱۲ھ میں مجلس ندوۃ العلماء کا اجلاس لکھنؤ میں منعقد ہوا تو آپ اس میں شریک ہوئے۔ اگلے سال شوال ۱۳۱۳ھ میں "ندوۃ العلماء" کا اجلاس جب بریلی میں ہونا قرار پایا اور دعوت نامہ بھی اس کا آپ کو موصول ہو گیا تو آپ کے والد نے فرمایا "بیٹا ندوہ فتنہ ہے اور اس میں شرکت دین اور وقت کی بربادی ہے"۔ [۱] [۲]

---

۱ ڈاکٹر حسن رضا اعظمی "فقیہ اسلام" ص ۲۴۳، ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی۔

۲ اس واقعہ کو مولانا عبد السلام، کے صاحبزادے مفتی برہان الحق اپنی یادداشت میں یوں رقمطراز ہیں۔ کہ اس موقعہ پر جدا مجد نے فرمایا۔

"ندوہ میں شریک ہو یا نہ ہو لیکن مولانا احمد رضا خان صاحب سے ضرور ملنا، اس وقت ان کا علم و فضل و کمال

حاشیہ اگلے صفحہ پر

آپکے والد ماجد شاہ عبدالکریم (م ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۸ء) علیہ الرحمہ کی اگر چہ اعلیٰ حضرت سے بالمشافہ ملاقات نہ تھی مگر دونوں بزرگوں کے درمیان کچھ تحریری سلسلہ تعارف ضرور تھا جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے والد ماجد مولانا مفتی نقی علی خاں (م) علیہ الرحمتہ کی کئی تصانیف آپ کے نام ارسال فرمائیں اعلحضرت نے شاہ عبدالکریم کی وفات پر عربی میں قطعہ تاریخ تحریر فرمایا جو عربی فصاحت و بلاغت کا ایک شاہکار ہے۔

قیل مات الزکی عبد الکریم — قلت کلا بل احتظی بدوام
حی عن بینۃ فکیف یموت — انما المیت ھالک الاوھام
ایموت الذی خلف؟ — سلم اللہ مثل عبد السلام
جبل الدین راسخ بقیا مہ — فی جلفورشا منح الاعلام

قلت تاریخ عیشہ الابدی [1]
دام عبد الکریم خلد کرام
—۱۳۱۷ھ—

---

[1] اکرام امام احمد رضا۔ ص ۲۶۔

بقیہ پچھلے صفحے کا حاشیہ

اپنی وسعت تابانی اور تحقیق و تدقیق کے لحاظ سے بے نظیر و بے مثال، انتہائی عروج و کمال پر ہے، جس طرح بھی ہو، مولانا کی خدمت میں رہ کر جتنا فیض حاصل کر سکو، تمہارے خاندان کے لیے باعث رحمت و برکت و سعادت و سربلندی ہو گا، بریلی میں ندوہ کا یہ اجلاس تمہارے لیے حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب سے علم و فضل و سعادت حاصل کرنے کا انشاء اللہ ذریعہ اور سبب بنے۔ اکرام امام احمد رضا ...

مفتی برہان الحق اکرام امام احمد رضا میں رقمطراز ہیں۔

" والد ماجد کے فرمان کے ساتھ آپ بریلی روانہ ہوئے، محسن الملک سے الہ آباد سے مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی (المتوفی ۱۳۲۳ھ) کا ساتھ ہوگیا۔ بریلی کے اجلاس میں شرکت ہوتی لیکن مولانا محمد حسین الہ آبادی کے اعتراض پر مولانا شبلی کی برہمی اور بد زبانی نے بدمزگی پیدا کر دی۔ چنانچہ دونوں حضرات جلسے سے واک آؤٹ کر گئے، چلتے ہوئے مولانا عبدالسلام جبل پوری نے امام احمد رضا کے رسالے "سوالات حقائق نما بروس ندوۃ العلماء" پر دستخط کر کے مولانا شبلی کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا:۔

" اس کے ہر سوال کا مفصل جواب دیکر مطمئن کرنا آپ کا اور آپکے تمام ہم خیال اراکین کا ذمہ ہے اور آپ سب کا اخلاقی فرض ہے۔"

اس واقعہ کے فوراً بعد مولانا عبدالسلام محلہ سوداگران (بریلی) میں اعلحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک پرچہ پر نام لکھ کر کسی بچے کے ہاتھ رقعہ اندر بھیجا۔ چند منٹ کے بعد اعلحضرت باہر تشریف لائے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔ سلام دعا کے ساتھ معانقہ بھی کیا اور فرمایا:۔

"یہ آپکے والد ماجد عبدالکریم جبل پوری صاحب کی کرامت ہے کہ ابھی مجھے لفافہ (خط) ملا، خط پڑھ ہی رہا تھا اور اسی فقرہ پر نظر تھی: " فقیر زادہ عبدالسلام حاضر ہو رہا ہے اس پر نظر کرم فرما کر اپنی تربیت اور سرپرستی میں فیضان علوم

ے حکیم عبدالحئی لکھنوی نزہتہ الخواطر ج ۸ ص ۴۲۵ مکتبہ خیر کثیر کراچی۔

ظاہری و باطنی سے لسے عزت و سرفرازی بخشیں ۔"
عین اسی وقت آپ کا رقعہ ملا ، آپ کا اسم گرامی پڑھ کر معاً متصور ہوا کہ یہ آپکے والد محترم مولانا عبدالکریم صاحب کی کرامت ہے کہ وہ روحانی طور پر خط کے ذریعہ آپ کو اس فقیر کے سپرد فرمارہے ہیں اور آپ کا ہاتھ فقیر کے ہاتھ میں دے رہے ہیں ۔"
اعلیٰحضرت نے خیریت دریافت فرمائی اور آنے کا سبب دریافت فرمایا جس پر مولانا عبدالسلام نے ندوۃ العلماء میں شبلی کے ساتھ گفت گو کی روداد ، سوالات ، حقائق نما کے ٹائیٹل پر مجلس عاملہ کے خصوصی رکن کی حیثیت سے دستخط کے ساتھ چند اہم کلمات لکھے ہوئے مولانا شبلی کے ہاتھ میں رسالہ دینے کا پورا واقعہ سنایا اس پر اعلیٰ حضرت نے فرمایا

"ماشاء اللہ آپ نے فقیر کی بہترین نیابت و وکالت فرمائی بارک اللہ ۔"

اعلیٰ حضرت نے مولانا عبدالسلام سے اپنے مدرسے میں ہی قیام کے لیے اصرار فرمایا اور مولانا عبدالسلام نے اس طرح ۱۰ ماہ مسلسل اعلیٰ حضرت کے فیض علمی و عملی ، ظاہرو باطنی ، صوری و معنوی اور بیعت وارشاد کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوتے اور مولانا حامد رضا خان خلف اکبر اعلیٰ حضرت کے ساتھ درس کی تکمیل فرمائی اور پھر اعلیٰ حضرت نے آپکی علمی وعملی ، ذہنی واخلاقی قابلیت و صلاحیت کا بنظر عمیق معائنہ فرمایا اور افتاء و وعظ اور درس کی اجازت کے ساتھ ساتھ مختلف سلاسل میں بیعت و اجازت اور خلافت سے بھی سرفراز فرمایا ۔ ۱۳۱۲ھ میں عربی میں ایک سند عطا فرمائی اور دستار

نضیلت سے نوازا ۔ [1]

مفتی برہان الحق اس جلسہ دستار بندی سے متعلق آنکھوں دیکھا حال تحریر فرماتے ہیں ۔

۲۶ رجادی الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۱۹ء کو مدرسہ برہانیہ میں جلسہ دستار فضیلت ہوا ۔ اس میں امام احمد رضا نے تقریر بھی فرمائی ۔ آپکی تقریر ایک عجیب شاہکار تھی ، ہر فرد محو سماعت تھا اور اکثر کے آنسو جاری تھے ، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان و رفعتِ مکان اور محبت و فنائیت کا جو بیان فرمایا وہ آپ ہی کا حق تھا ۔ دوران تقریر حضرت والدماجد کے متعلق کچھ قیمتی ارشادات اور بہترین کلمات خیر ارشاد فرمانے کے بعد نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا ۔

" اے جبل پور کے مسلمانو ! مولانا عبدالسلام کی ذات ستودہ صفات صرف تمہارے لیے ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان کے لیے عبد السلام ہے اور بھی آج سے مولانا عبدالسلام کے القاب میں "عبدالاسلام" کا اضافہ کرتا ہوں آئندہ آپ کے اسم گرامی کے ساتھ عبدالاسلام بولا اور لکھا جائے ۔"

ان مقدس کلمات کے سنتے ہی مجمع نے بلند آواز سے والہانہ انداز میں تکبیر کہہ کر خلوص و محبت کے ساتھ مسرت کا اظہار کیا ۔ والدماجد اعلحضرت کے قدموں کی طرف جھکے ، اعلحضرت نے سینے سے لگالیا اور دیر تک لگائے رہے عجب روح پرور ، ایمان افروز اور دلکش منظر تھا اور نزول رحمت و برکت وسعادت کا وقت تھا ۔ نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے فضا

---

[1] مفتی برہان الحق جبلپوری "اکرام امام احمد رضا" ص ۳۰ ۔ ۳۲ ، مرکزی مجلس رضا لاہور ۔

گونج رہی تھی۔ والد ماجد نے اعلیٰحضرت کے دست مبارک کا بوسہ لیا اعلیٰحضرت نے آپکی پیشانی چومی، جب تک یہ منظر رہا پورا مجمع کھڑا نعرہ ہائے تکبیر و رسالت لگاتار رہا پھر اعلیٰحضرت منبر پر رونق افروز ہوئے اور مجمع بیٹھ گیا۔[1]

اعلیٰ حضرت کو مولانا عبدالسلام سے والہانہ محبت تھی مولانا کی اہلیہ کا جب انتقال ہوا تو اعلیٰ حضرت نے تعزیتی خط کے ساتھ ساتھ عربی زبان میں قطعہ تاریخ بھی ارشاد فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

تاریخ رحلتِ عفیفہ امینہ سکینہ خاتون رحمہا اللہ تعالیٰ زوجہ مقدسہ جناب فضائل لغائب فواضل مآب حامی السنن ماحی الفتن الدنیہ جناب مولانا مولوی عبدالسلام صاحب قادری جبل پوری ادامہ اللہ بالفیض النوری آمین۔

حلت لمن عبد السلام حلیلۃ

فی العدن وھی حصینۃ ورزینۃ

ھی اللعفات مدی الحیوٰۃ لزینۃ

ولعفو ربی فی الممات مزینۃ

سال الرضا عام الوفاۃ معہ الدعا

قلت ارحم التابوت فیہ سکینۃ[2]

١٣٢٩ھ

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

٢٥ رجمادی الاول ١٣٢٩ھ یوم الخمیس

---

[1] مفتی برہان الحق "اکرام امام احمد رضا" ص ۴۳ تا ۴۷ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

[2] مولانا مفتی برہان الحق جبل پوری "اکرام امام احمد رضا" ص ۳۸ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

جس طرح اعلیٰ حضرت کو اپنے شاگرد و مرید و خلیفہ سے محبت تھی اسی طرح اس مرید باصفا کو اپنے مرشد اعلیٰ سے بھی اتنی ہی عقیدت تھی جس کا اندازہ آپ کے ایک استفتاء سے لگایا جا سکتا ہے جب آپ نے اپنے مرشد کو ایک استفتاء لکھا تو اس میں مندرجہ ذیل القابات سے نوازا جو ایک تاریخ ہی نہیں حقیقت پر مبنی ہیں۔

آیت من آیات اللہ رب العلمین، نعمت اللہ علی المسلمین، اعلم العلماء المتبحرین، افضل الفضلا المتصدرین، تاج المحققین، سراج المدققین مالک ازمة الفتاوی والمفتین، ذو المقامات الفاخرہ، والکمالات الزاھرۃ الباھرہ، صاحب الحجۃ القاھرہ، مجدد المائۃ الحاضرہ، العلامۃ الاجل الابجل، حلاز عقدۃ مالاینحل، بحر العلوم، کاشف سر المکتوم، صدر الشریعۃ محی السنۃ، المحدث، الفقیہ العدیم النظیر۔ فتاوی رضویہ ج ۳، ص ۲۴۶

اعلیحضرت قدس سرہٗ آپ کو دیارِ سی پی کا 'قطب اوحد' فرماتے تھے۔ ۱۸ جمادی الاول ۱۳۷۲ھ، ۳ فروری ۱۹۵۳ء کو آپ کا وصال ہوا۔ محلہ دار السلام جبلپور میں دفن ہوئے۔ مزار اقدس مرجع خاص و عام ہے۔

مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی علیہ الرحمۃ

مولانا عبدالاحد محدث پیلی بھیتی ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۸۸۳ء میں پیلی بھیت میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا مولوی عبداللطیف سورتی (المتوفی [illegible]ھ) (ف۱) سے حاصل کی اور بعد میں اپنے والد حضرت شاہ وصی احمد محدث سورتی سے تمام علوم و فنون کی تکمیل کی۔ اور تیرہ برس کی عمر میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خان کی خدمت میں پہنچے۔ جہاں آپ نے باقاعدہ اعلیٰ حضرت سے دورۂ حدیث کیا۔ اور اعلیٰ حضرت نے آپ کی اپنے دستِ مبارک سے دستار بندی کی۔ علوم دینیہ سے فراغت پانے کے بعد آپ لکھنؤ پہنچے اور اپنے والد کے استاد حکیم عبدالعزیز سے تکمیل الطب کالج میں طب کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کو اعلیٰ حضرت سے سلسلۂ قادریہ میں اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔ جب کہ آپ اپنے والد ماجد مولانا وصی احمد محدث سورتی کی طرف سے آپ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کے سلسلہ میں بھی بیعت کرنے کے مجاز تھے۔ تعلیم سے فراغت پانے کے بعد آپ نے کچھ عرصہ لکھیم پور میں طبابت کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر اپنے والد کے حکم پر مدرسۂ حنفیہ پٹنہ میں

ف۱: مولانا محمد عبداللطیف سورتی کا شمار پیلی بھیت کے ممتاز علماء دین میں ہوتا تھا آپ اپنے بھائی محدث سورتی کے ہم سبق بھی تھے، دورۂ حدیث عبدالحئی لکھنوی فرنگی محلی سے پڑھا اور ارادت حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی سے تھی (مجید)

مدرس ہو کر چلے گئے۔ جہاں کئی سال آپ کا چشمہ علم فیض رساں جاری رہا۔
مولانا عبدالاحد کو حضرت شاہ فضل رحمان گنج مراد آبادی سے بے پناہ عقیدت
تھی۔ چنانچہ آپ اپنے والد کی ہمراہی میں اکثر گنج مراد آباد تشریف لے جاتے
حضرت شاہ فضل رحمان گنج مراد آباد کے وصال کے بعد بھی آپ شاہ صاحب
کے فرزند مولانا احمد میاں گنج مراد آبادی اور خلیفہ مولانا عبدالکریم گنج مراد آبادی کی
کی خدمت میں برابر حاضری دیتے رہتے تھے۔ ۱۳۲۳ھ میں آپ کی شادی حضرت
شاہ فضل رحمان گنج مراد آبادی کی نواسی اور مولانا عبدالکریم کی بڑی صاحبزادی
محترمہ حمیدہ خاتون سے ہوئی جو علم و فضل سے یکتا اور صاحب سلسلہ خاتون
تھیں۔ علامہ محمود احمد قادری نے مولانا عبدالاحد کی شادی کا مفصل احوال
تحریر کیا ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ "فاضل بریلوی اعلیٰحضرت عظیم البرکت بھی اس
شادی میں شرکت کے لئے باراتیوں کے ہمراہ گنج مراد آباد تشریف لے گئے
تھے۔ جب بارات رخصت ہو کر اُس زمانے کے ریلوے اسٹیشن مادھو گنج جانے
کے لئے روانہ ہوئی تو اسٹیشن پہنچنے سے قبل مغرب کا وقت ہو گیا۔ جنگل کا راستہ
تھا اور قریب کا گاؤں ڈاکوؤں کی بستی مشہور تھی۔ اسی گاؤں کے ایک آدمی
نے آکر اطلاع دی کہ ڈاکو آ رہے ہیں۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا اللہ اور اس کا
محبوب ہماری مدد فرمائے گا۔ کچھ دیر بعد ڈاکوؤں کا گروہ آتا ہوا دکھائی دیا
اعلیٰحضرت پیش قدمی کر کے اُن کے پاس پہنچ گئے اور فرمایا کہ ہم تمہارے علاقے
کے بزرگ حضرت شاہ فضل رحمان کی نواسی بیاہ کر لئے جا رہے ہیں کیا ایسی حالت
میں تم ہم کو لوٹنا مناسب سمجھتے ہو۔ آپ کے اس طرز تخاطب کا ڈاکوؤں پر گہرا
اثر ہوا اور وہ نہ صرف اپنے ارادے سے باز آگئے بلکہ تائب ہوئے اور داخل

لے مولانا محمود احمد قادری تذکرہ علماء اہلسنت ص ۱۶۸ مطبوعہ کانپور

سلسلہ ہونے کا شرف حاصل کیا"[۱]

مولانا عبدالاحد کو فن خطابت میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آواز نہایت پاٹ دار اور ایسی تھی کہ گھنٹوں ماحول میں گونج برقرار رہتی تھی۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور فضائل صحابہ کے بیان پر خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ تقریر کے دوران اکثر رقت طاری ہو جاتی اور وجد کے عالم میں درود و سلام پڑھنے لگتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نو عمری ہی میں آپ کے مواعظ حسنہ کی پورے برصغیر میں شہرت ہو گئی۔ آپ کے واعظ کی اثر پذیری سے متاثر ہو کر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے بریلی میں ایک خصوصی تقریب کے دوران آپ کو سلطان الواعظین کا خطاب عطا فرمایا اور اپنی طویل نظم الاستمداد میں ایک شعر رقم فرمایا کہ ؎

اک اک وعظ عبدالاحد پر کیسے نتھنے پھیلاتے ہیں یہ[۲]

مولانا غلام مہر علی گولڑوی نے مولانا وصی احمد محدث سورتی کا ذکر خیر کرتے ہوئے ایک مقام پر مولانا عبدالاحد کے بارے میں لکھا ہے کہ واشتہرت مواعظہ فی اکناف الہند آپ کے مواعظ کی شہرت ہندوستان کے اطراف و اکناف میں پھیلی ہوئی تھی[۳]

سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد کے رگ و پے میں جذبۂ حریت موجزن تھا آپ آزادیٔ وطن کے دلدادہ اور انگریزوں کی فریب کارانہ چالوں کے شدید مخالف تھے اور برصغیر میں پروان چڑھنے والی تحریکوں میں حتی المقدور حصہ لیتے تھے۔ ندوۃ

---

[۱] مولانا محمود احمد قادری تذکرہ علماء اہلسنت ص ۱۶۹

[۲] : مولانا احمد رضا خاں بریلوی الاستمداد ص ۱۹۶ مطبوعہ مظہر فیض رضا، لائل پور ۱۳۹۶ھ

[۳] : مولانا غلام مہر علی الیواقیت المہریہ ص ۸۶ مطبوعہ مکتبہ مہریہ چشتیاں ۱۹۶۵ء

العلماء میں غیر مقلدین کی شرکت کے خلاف اپنے والد ماجد کی طرح آپ نے بھی مؤثر جدوجہد کی اور ندوہ کے مفاسد کو عوام پر واضح کرنے کے لئے مختلف شہروں کے دورے کئے۔ اور مسلمانوں کو اس ادارہ کی تائید و تعاون سے باز رکھا۔ ۲۷ جولائی ۱۹۱۳ء کو کانپور کے مچھلی بازار میں ایک سڑک کی تعمیر کے نتیجہ میں اس بازار کی ایک مسجد کا کچھ حصہ شہید کر دیا گیا۔ حکومت کی اس حرکت سے پورے ہندوستان میں اشتعال پھیل گیا اور اضطراب و بے چینی نے اس قدر زور پکڑا کہ ۳ اگست کو مسلمانوں نے مسجد میں جمع ہو کر مسجد کی از سر نو تعمیر شروع کر دی۔ اس کارروائی کو روکنے کے لئے مقامی انتظامیہ نے پولیس طلب کی جس نے مجمع پر گولی چلا دی۔ تقریباً پندرہ منٹ تک فائرنگ جاری رہی اور معاصر اخبارات کی اطلاع کے مطابق تقریباً چھ سو راؤنڈ کارتوس استعمال کئے گئے اس فائرنگ سے ۱۶ مسلمان شہید اور ۳۰ زخمی ہوئے۔ اس واقعہ کی پورے ہندوستان میں شدید مذمت کی گئی۔ مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی بھی اس موقع پر کانپور پہنچ گئے اور اپنے خالہ زاد بھائی مولانا ثناء احمد کانپوری کے ہمراہ حکومت کے خلاف احتجاج میں بھرپور حصہ لیتے ہوئے گرفتار ہوئے اور تقریباً چھ ماہ قید و بند کی صعوبت برداشت کی۔

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی بھی اس صورتحال کا بغور جائزہ لے رہے تھے چنانچہ آپ نے مسجد کے انہدام کے سلسلے میں ایک فتویٰ "ابانۃ المتواری" کے نام سے دیا جس میں آپ نے وقف بالعوض یا بلا عوض قابل انتقال نہیں کے ثبوت میں قرآن حکیم اور احادیث سے دلائل قاہرہ کے انبار لگا دیئے[1]

---

[1] سید نور محمد قادری، اعلیٰحضرت کی سیاسی بصیرت ص۱۳ مطبوعہ مکتبہ رضویہ گجرات ۱۹۷۵ء

۲۸ جولائی ۱۹۲۰ء کو جب کانگریس اور خلافت کمیٹی نے مشترکہ طور پر انگریزوں کے خلاف ترکِ موالات کی تحریک کا آغاز کیا تو دو قومی نظریہ کے حامی علمائے دین اس بدعت کو روکنے کے لئے میدانِ عمل میں کود پڑے۔ انہوں نے ہندوؤں سے اتحاد کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ انگریز اور ہندو دونوں مسلمانوں کے نزدیک کافر ہیں اور یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک دشمن کو سینے سے لگایا جائے اور دوسرے دشمن کا مقاطعہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں بیک وقت تحریکِ موالات اور تحریکِ خلافت کے لئے ایک پلیٹ فارم استعمال کرنے سے ہندو مسلم اتحاد کی فضا پیدا ہوئی جو یقیناً نہ صرف غیر شرعی صورتِ حال تھی بلکہ اس سے آزادیٔ وطن کی جدوجہد میں شدید رخنہ پڑنے کا اندیشہ تھا چنانچہ مسلمانوں کو ترکِ موالات کی شرعی حیثیت سے آگاہ کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے لاہور اور لائل پور سے یکے بعد دیگرے دو استفسارات کا جواب "الحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ" کے نام سے دیا جو ۱۹۲۰ء میں مطبع حسنی بریلی سے شائع ہوا۔ اس فتویٰ میں اعلیٰ حضرت نے قرآن حکیم، مستند تفاسیر، احادیثِ نبوی اور فقہ اسلامی کی روشنی میں ترکِ موالات کی تشریح کی اور یہ واضح کر دیا کہ کوئی بھی غیر مسلم چاہے وہ ہندو ہو یا عیسائی، مجوسی ہو یا یہودی اسلام اور مسلمین کے مقابلے میں "الکفر ملۃ واحدۃ" کے مصداق ہے۔ اعلیٰ حضرت کے اس فتویٰ نے ہندوستان کی ایک رخی سیاست کے زاویئے بدل دیئے اور گاندھی کی مسلمان دشمنی پر مبنی سیاست کی بنیادیں ہل گئیں۔ اعلیٰ حضرت کے موقف کو آگے بڑھانے اور اسے مسلمانوں سے روشناس کرانے کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت کے خلفاء اور علمائے اہلسنت نے بڑا موثر کردار ادا کیا۔ مولانا عبدالاحد نے جو ہندوستان کی سیاست کو اسلامی شریعت کا لباسِ فاخرہ عطا کرنے کی فکر میں منہمک تھے۔

تحریکِ ترکِ موالات کے خلاف سرگرمِ عمل ہو گئے اور پورے ہندوستان کا دورہ کر کے مسلمانوں کو ترکِ موالات کی شرعی حیثیت اور اس کے دُور رس نقصانات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے اپنی تقاریر میں ہندو مسلم اتحاد کی نفی کی اور مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اس سلسلہ میں قرآنی احکامات کی پابندی کریں خصوصًا دہلی میں اس تحریک کے خلاف آپ کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔ اس ضمن میں اعلیٰحضرت کے ایک معتمد خاص مولوی شفقت حسین وکیل بھی بڑی اہمیت رکھتے ہیں جنہوں نے مولانا عبدالاحد کے ہمراہ اس سلسلے میں مختلف شہروں کے دورے کئے اور مولانا محمد علی جوہر کی ترکِ موالات کے ضمن میں ناعاقبت اندیشی کا پردہ چاک کیا۔ مولانا حکیم قاری احمد پیلی بھیتی نے لکھا ہے کہ ۱۹۲۰ء کے اواخر میں تحریک خلافت کا ایک وفد ہندو مسلم اتحاد کی تبلیغ کے لئے جب دہلی سے پیلی بھیت پہنچا تو اس نے پیلی بھیت میں مولانا عبدالاحد سے بھی ملاقات کی۔ اس وفد کی قیادت امرتسر کے ڈاکٹر سیف الدین کچلو کر رہے تھے اور اس میں مولانا نثار احمد کانپوری (المتوفی ۱۳۵۷ھ، ۱۹۳۸ء) بھی شامل تھے۔ مولانا عبدالاحد نے وفد سے تقریبًا چار گھنٹے مذاکرات کئے اور آخر وقت تک ہندو مسلم اتحاد کی مخالفت کرتے رہے[۱]

مولانا عبدالاحد کا یہ خیال اتنا مستحکم تھا کہ رہنمایانِ خلافت کو تحریکِ ترکِ موالات سے دست کش ہونا پڑا اور انہوں نے برادرانِ وطن سے ہٹ کر مسلمانوں کی علیحدہ تنظیم قائم کرنے پر توجہ دی اور یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی کہ کفر و اسلام دو متضاد نظریئے ہیں اور ان کے متبع کبھی متحد نہیں ہو سکتے۔ تحریکِ خلافت کے رہنما مولانا نثار احمد کانپوری آپ کے حقیقی خالہ زاد بھائی تھے لیکن جب انہوں نے ترکِ موالات میں حصّہ لیا تو آپ نے اُن کی ہر مرحلہ پر گرفت کی۔ مولانا حکیم قاری احمد نے لکھا ہے کہ کانپور کے ایک جلسے میں مولانا نثار احمد کانپوری

---

[۱] مولانا قاری حکیم قاری احمد۔ تاریخ ہند و پاکستان مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء

ہندو مسلم اتحاد کے عنوان پر تقریر کر کے بیٹھے تھے کہ سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد نے اسی اسٹیج سے ہندو مسلم اتحاد کے خلاف دھواں دار تقریر شروع کر دی۔ مولانا ثناء احمد خاموش بیٹھے سنتے رہے۔ آخر مجمع میں سے ایک شخص نے آواز اٹھائی تو مولانا کانپوری نے اسے خاموش کر دیا[1]

۱۳۳۳ھ میں مولانا عبدالاحد نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی معیت میں فریضۂ حج ادا کیا۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت میں ہے[2] کہ علماء حرمین شریفین سے اعلیٰ حضرت کی ملاقات کے دوران آپ ہمیشہ ساتھ رہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت مولانا شیخ صالح کمال سابق قاضی مکہ و مفتی حنفیہ کی خدمت میں گیا تو حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے عزیزی مولوی عبدالاحد صاحب بھی ہمراہ تھے۔ اس سفر میں مولانا عبدالاحد نے حضرت کبیر العلماء مولانا شیخ احمد ابوالخیر مرداد کو چند احادیث سنا کر سند حدیث حاصل کی۔

۱۹۳۴ء میں حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی کے وصال کے بعد آپ مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت میں شیخ الحدیث کے فرائض انجام دینے لگے اور یہ سلسلہ آخر دم تک جاری رہا۔

مولانا حکیم قاری احمد کی قلمی یادداشتوں سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان الواعظین ۱۹۳۱ء کے اواخر میں شدید بیمار ہوئے۔ ابتداً پیلی بھیت میں حکیم عبدالجبار خاں کے مشورہ سے خود ہی اپنا علاج کرتے رہے لیکن مرض روز بروز شدت اختیار کرتا گیا چنانچہ اپنے صاحبزادے مولانا حکیم قاری احمد کے ہمراہ لکھنؤ تشریف لے گئے

---

[1]: تاریخ ہند و پاکستان ص ۳۵۲

[2]: ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۲۶ حصہ دوم مطبوعہ کامیاب دار التبلیغ لاہور

تقریباً ایک سال علاج جاری رہا لیکن نقاہت اور کمزوری دور نہ ہوئی اور آپ نے ۱۳ شعبان ۱۳۵۲ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۳۳ء بروز جمعہ عصر اور مغرب کے درمیان داعی اجل کو لبیک کہا۔ مولانا حکیم قاری احمد کا بیان ہے کہ عصر کے وقت سلطان الواعظین نے فرمایا نیچے کا جسم پاک کر دو اور کپڑے تبدیل کرا دو میں نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر اشارہ سے نماز عصر ادا کی۔ پھر فرمایا کیا دن ہے میں نے عرض کیا جمعہ کا دن ہے فرمانے لگے بہت مبارک ساعت اور دن ہے اس کے بعد سیدھی کروٹ لیٹ کر سیدھا ہاتھ کنپٹی کے نیچے رکھا اور فرمایا۔ پیرومرشد اعلیٰ حضرت کا وصال بھی جمعہ کے دن ہوا تھا۔ کچھ دیر خاموش لیٹے میری طرف دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے میں نے بڑی زحمت دی اور اللہ تعالیٰ تم کو اس کا بہتر اجر دے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر زیر لب کچھ پڑھا اور جب آواز تیز ہوئی تو آپ کی زبان مبارک پر محمد الرسول اللہ تھا۔ آپ کی انتقال کی خبر پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ کانپور سے اعزا کی آمد کے بعد آپ کی میت حسب وصیت گنج مرادآباد لے جائی گئی جہاں دوسرے دن بعد نماز عصر اپنے خسر مولانا عبد الکریم مرادآبادی کے پہلو میں سپرد قبر کئے گئے۔ حافظ محمد احسن خلف مولانا احمد حسن نے نماز جنازہ پڑھائی [۱]

امرتسر کے اخبار الفقیہ کے مطابق بریلی کی مسجد بی بی جی میں ۱۵ ارشعبان ۱۳۵۲ھ کو ایک تعزیتی جلسہ ہوا جس میں مختلف بلاد و امصار کے علماء نے خطاب کیا اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی نے مغفرت کے لئے دعا فرمائی [۲]

سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد قادری پیلی بھیتی نے تین فرزند یادگار چھوڑے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ مولانا شاہ فضل الصمد میاں، مولانا فضل احمد صوفی اور مولانا حکیم قاری احمد پیلی بھیتی۔

---

[۱] خواجہ رضی حیدر: محدث سورتی، ص ۲۰۹ - ۲۱۱ مطبوعہ کراچی [۲] الفقیہ، ۷ دسمبر ۱۹۳۳ء

مولانا عبدالحق پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ پیلی بھیت کی پنجابی سوداگر برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ "مدرسۃ الحدیث" پیلی بھیت سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ آپ حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسۃ الحدیث کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے۔ تعلیم سے فراغت پاکر بریلی شریف پہنچے۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ سے بیعت کی سعادت حاصل کی اور ۱۳۲۳ھ میں شرفِ خلافت سے نوازے گئے۔ آپ نے سلسلۂ قادریہ کی خوب تبلیغ فرمائی۔ "مدرسۃ الحدیث" اور مدرسہ رحمانیہ پیلی بھیت میں فقہ پڑھاتے رہے۔ اس طرح آپ کی تمام زندگی درس و تدریس میں بسر ہوئی۔ آپ کے شاگردوں کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔

مولانا عبدالحق پیلی بھیتی کو اعلیٰ حضرت "محدث پیلی بھیتی" کے لقب سے یاد فرماتے اور اکثر ارشاد فرماتے کہ مولانا عبدالحق کو دیکھ کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔

مولانا حکیم قاری احمد پیلی بھیتی (المتوفی ۱۳۹۶ھ) ابن مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی علیہ الرحمۃ نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ مولانا عبدالحق کا شمار محدث سورتی علیہ الرحمۃ کے نہایت عزیز و لائق تلامذہ میں ہوتا ہے۔ آپ عادات و اطوار میں بھی اپنے استاذ محترم سے مشابہ تھے اور حضرت محدث [illegible] پیلی بھیت شہر میں آپ کو اپنے علمی تبحر کی بناء پر مرکزیت حاصل ہوگئی تھی۔ پیلی بھیت کے نامور بزرگ شاہ لطافت اللہ میاں رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو خصوصی انس تھا، یہی وجہ ہے کہ اکثر و بیشتر آپ ان کے مقبرے کے اندر اوراد و وظائف میں مشغول پائے جاتے، اسی جگہ آپ نے شرح ملا علی قاری

کے کئی نسخوں سے ایک مستند نسخہ مرتب فرمایا تھا جس کے بعض مقامات پر حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ نے حواشی قلمبند فرمائے ہیں یہ قلمی نسخہ مولانا ذکار الدین پیلی بھیت کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔ ؎۱

آپ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے شیدائی تھے۔ اعلیٰحضرت جب بھی پیلی بھیت تشریف لاتے تو آپ ایک آن بھی اُن سے جُدا نہ ہوتے۔ آپ علم و عمل، اور وضع داری میں نمونہ سلف تھے۔ وعظ و نصیحت بڑے شیریں اور موثر انداز میں فرماتے کسب حلال اور خدمت علم کا مشغلہ آخر دم تک قائم رہا۔ ہفتہ میں ایک بار لازمی طور پر اپنے استاد حضرت محدث سورتی کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ سال میں متعدد مرتبہ بریلی شریف حاضری دیتے۔ اعلیٰحضرت کی رحلت کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ سر پر عمامہ شریف، نیچا کرتہ، صدری، شرعی پائجامہ، ہاتھ میں چھڑی اور اُڑھیا نہ کی لال جوتی اُن کا مخصوص لباس تھا۔ تقریباً ۷۵ برس کی عمر میں ۱۳۶۱ھ میں بروز جمعۃ المبارک وفات پائی۔

؎۱ خواجہ رضی حیدر: "محدث سورتی" ص ۲۷۸، سورتی اکیڈمی کراچی۔

●

مولانا عبدالعزیز خاں بجنوری ثم بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی پیدائش قصبہ گنگورہ (جھالو) ضلع بجنور میں ہوئی۔ والد ماجد کا اسم گرامی مولانا ظفریاب خاں تھا۔ آپ اپنے والد ماجد کے خلف اکبر تھے۔ فارسی کی تعلیم گھر میں حاصل کی درس نظامی کی تکمیل مولانا احمد حسن امروہی سے اور صحاح ستہ کا دورہ بھی آپ ہی سے پڑھا۔ مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ کی زیر نگرانی مدرسہ حافظیہ پیلی بھیت میں تدریس کا آغاز کیا۔ ۱۳۲۴ھ میں مدرسہ منظر اسلام بریلی میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۳۵۰ھ میں آپ کے

سپرد درس حدیث ہوا، بریلی کی جامع مسجد کی امامت بھی آپ کے ذمہ تھی۔ تمام علوم عقلیہ ونقلیہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ فنِ حدیث شریف میں آپ امتیازی حیثیت کے حامل تھے۔ بعد از عصر مثنوی مولانا رومی کا درس بھی دیا کرتے تھے۔[۱]

اعلیٰحضرت قدس سرہٗ سے آپ بیعت ہوئے۔ اور پھر خلافت سے بھی نوازے گئے۔ الحاج محمد رجب علی بانی جامعہ عزیز العلوم نان پارہ آپ کے خلفاء میں سے ہیں۔ ۸ جمادی الاولیٰ[۲] ۱۳۶۹ھ کو اس دارفانی سے کوچ فرمایا اور انجمن اسلامیہ کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ آپکے شاگرد رشید حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم فریدی شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم بدایوں نے قطعۂ تاریخ وفات کہا۔ ؎

اہلِ عرفاں مولوی عبدالعزیز — جن سے تھا سرسبز علم دیں کا باغ
ہوگئے رخصت سوئے گلزارِ خلد — دے کے وہ اپنے غمِ فرقت کا داغ
لکھو ابراہیم ان کا سالِ فوت — رنج و غم سے گو پریشاں ہے دماغ
اُٹھ گیا ہے اِک محدث یوں کہو — "آج بزمِ دیں ہوئی ہے بے چراغ"

۱۳ ھ ۶۹

مولانا شاہ حامد رضا خاں قدس سرہٗ نے آپ کو "بدر الطریقة" کا خطاب عطا فرمایا۔[۳]

---

[۱] خواجہ رضی حیدر "محدث سورتی" ص ۲۸۱، سورتی اکیڈمی کراچی۔

[۲] پروفیسر محمد ایوب قادری نے "یادگار بریلی" میں آپ کی تاریخ وفات ۱۰ جمادی الاول درج کی ہے۔ واللہ اعلم

[۳] تذکرہ علماء اہلسنت، مطبوعہ کانپور ص: ۹۳، ۹۴، یادگار بریلی از پروفیسر محمد ایوب قادری، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء ص: ۱۴،

مولانا عزیز الحسن پھپھوندوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عزیز الحسن کے والد ماجد کا نام عنایت اللہ خاں تھا۔ جو حضرت شاہ اخلاص حسین رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ودا ماد حضرت خواجہ عبد الصمد ابدال قدس سرہٗ خلیفہ حضرت مولانا حافظ سید محمد علی خلیفہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارادتمندوں میں تھے۔ ایک دن حضرت شاہ اخلاص حسین قدس سرہٗ خوشی و سرشاری کے عالم میں تھے کہ عنایت اللہ خاں حاضر ہوئے۔ حضرت نے اُن سے بے ساختہ فرمایا: "عنایت اللہ خاں مبارک ہو۔ خداوند قدوس تمہارے دو بیٹوں کو عالم و فاضل اور دو بیٹوں کو حافظِ قرآن بنائے گا۔ چنانچہ اس بشارت کے بعد حضرت مولانا عزیز الحسن کی ولادت ہوئی۔

مولانا عزیز الحسن نے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم حضرت شاہ اخلاص حسین پھپھوندوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ فنِ خوشنویسی میں بھی ان سے استفادہ کیا۔ آپ کی ہدایت پر دار العلوم منظرِ اسلام بریلی میں داخل ہوئے۔ صدر الشریعۃ مولانا حکیم محمد امجد علی اور حضرت مولانا رحم علی منگلوری سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ تصوف کی چند کتابیں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے پڑھیں۔ زمانہ طالب علمی ہی میں اعلیٰ حضرت کے مرید ہو گئے اور بعد از فراغت اجازتِ مطلقہ سے نوازے گئے۔

آپ فاضلِ اجل اور بہترین صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ۱۳۶۲ھ میں وفات پاکر وطن میں ہی مدفون ہوئے۔ آپ نے سلسلۂ بیعت اختیار نہ فرمایا۔ [1]

---

[1] تذکرہ علماء اہلِ سنت، ص ۱۸۳،

مولانا عبدالحیٔ پیلی بھیتی علیہ الرحمہ

مولانا عبدالحیٔ حضرت وصی احمد محدث سورتی کے برادرِ خورد مولانا عبداللطیف سورتی (المتوفی ۱۳۳۶ھ) تلمیذ مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی (المتوفی ۱۳۰۴ھ) کے خلف رشید تھے۔ پیلی بھیت میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور پھر اپنے حقیقی چچا حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی کے مدرسۃ الحدیث میں داخل ہو کر تمام علوم و فنون کی تکمیل کی۔ ۱۳۲۴ھ میں دورۂ حدیث کی تکمیل کے موقعہ پر سالانہ جلسہ دستار بندی میں حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ رامپوری (المتوفی ۱۳۲۸ھ) نے دستارِ فضیلت زیبِ سر کی۔

آپ کے ہم سبق طلبہ میں مولانا امجد علی اعظمی، مولانا محمد شفیع بیسلپوری اور برادرِ خورد مولانا عبدالرحمٰن کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ مولانا عبدالحیٔ کو شرفِ بیعت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی سے حاصل ہوئی۔ مولانا شاہ مانا میاں[فا]

فا مولانا شاہ فضل الصمد المعروف شاہ مانا میاں قادری چشتی پیلی بھیتی سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد قادری پیلی بھیتی کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں آپ ۱۲ شوال ۱۳۲۷ھ کو پیلی بھیت میں پیدا ہوئے دورۂ حدیث بریلی میں مکمل کیا اعلیٰ حضرت کے گھرانے سے گہرا تعلق رہا آپ نے کئی کتابیں بھی تحریر فرمائیں جن میں سوانح اعلیٰ حضرت بہت معروف ہے قیام پاکستان کی جدوجہد میں بھرپور حصہ لیا اور اس جدوجہد میں قید و بند کی صعوبتوں سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ ۱۳۹۷ھ میں انتقال ہوا۔

مجید

(المتوفی ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء) نے اپنی تصنیف "سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی" میں آپ کو اعلیٰ حضرت کا خلیفہ بتایا ہے اور یہ بات قرین قیاس بھی ہے کہ اکثر مولانا وصی احمد سورتی علیہ الرحمہ کے شاگرد اعلیٰ حضرت سے نہ صرف بیعت ہیں بلکہ بیشتر کو خلافت بھی حاصل ہے۔

مولانا عبدالحیٔ تمام عمر مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت میں بحیثیت مدرس وابستہ رہے۔ آپ کی علمی قابلیت کا دقت کے دو عظیم ہستیوں کو یعنی محدث سورتی علیہ الرحمہ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو بڑا ناز تھا۔ اعلیٰ حضرت جب بھی پیلی بھیت تشریف لے جاتے اور مدرسۃ الحدیث سے ملحقہ مسجد میں جب نماز ادا فرماتے تو آپ مولانا عبدالحیٔ کے پیچھے نماز ادا کرتے بلکہ حضرت محدث سورتی اور مولانا عبداللطیف بھی اکثر آپ کے پیچھے نمازیں ادا کرتے۔ آپ بہت ہی دیندار اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ ہندو مسلم اتحاد کے سخت مخالف اور مسلم لیگ کے حامی تھے۔ پیلی بھیت میں مسلم لیگ کی ابتدائی تنظیم اور کامیابی میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔ ساٹھ سال سے زیادہ کی عمر شریف میں جون ۱۹۴۰ء میں سفر آخرت باندھا۔ ابوالمساکین مولانا ضیاءالدین پیلی بھیتی علیہ الرحمہ نے نماز جنازہ ادا فرمائی اور بیلوا لے قبرستان میں اپنے چچا حضرت محدث سورتی کے مقبرہ سے متصل سپرد خاک کئے گئے [۱]

---

[۱] خواجہ رضی حیدر "محدث سورتی" ص ۲۸۰۔

مولانا سیّد عبدالرشید مظفر پوری علیہ الرحمہ

مولوی حافظ سید عبدالرشید کا آبائی وطن پٹنہ ہے۔ آپ کی پیدائش ضلع عظیم آباد میں ہوئی۔ سال ولادت حاصل نہ ہوسکا البتہ ۱۳۲۵ھ میں آپ فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ نے تمام تعلیم مدرسہ منظر الاسلام میں حاصل کی۔ آپ نے بریلی میں جن اکابر علماء سے اکتساب فیض کیا ان میں امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کے علاوہ سید بشیر احمد علی گڑھی[1] اور استاذ العلماء مولانا ظہور الحسین فاروقی رامپوری[2] قابل ذکر ہیں۔ آپ کی دستار بندی کے وقت حضرت شاہ حیات احمد سجادہ نشین شیخ العالم مخدوم احمد عبدالحق ردولوی علیہ الرحمہ بھی موجود تھے۔ آپ نے اپنے

ف[1]: حضرت مولانا بشیر احمد علی گڑھی سادات گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں آپ درس نظامی کی تکمیل حضرت مفتی لطف اللہ علیہ الرحمہ سے کی۔ ۱۳۲۳ھ میں بریلی میں مدرسہ منظر الاسلام میں صدر مدرس ہوگئے۔ جامعہ شمس العلوم بدایوں میں بھی اسی منصب پر فائز رہے۔ علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے آپ کو مسلم شریف کا درس دیا۔

مجید

ف[2]: شمس العلماء مولانا ظہور الحسین رامپوری ۱۸۵۷ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب والد ماجد مولوی نیاز اللہ سے پڑھیں۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا امداد حسین، مولانا عبدالحق خیرآبادی مولانا شاہ ارشاد حسین رامپوری، مفتی سعد اللہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ صحاح ستہ مولانا شاہ فضل الرحمٰن سے مکمل کی۔ مدرسہ منظر الاسلام میں صدر مدرس بھی رہے۔ ۱۳۲۲ھ میں جماعت علماء نے آپ کو شمس العلماء کا خطاب دیا۔ ۱۳۴۲ھ میں وفات پائی۔ تصانیف میں شرح قاضی مبارک شرح میر زاہد۔ حاشیہ افق المبین قابل ذکر ہیں۔

مجید

ہاتھ سے سندِ فراغت عطا فرمائی^ھ

بریلی میں طالب علمی کے زمانہ میں آپ نے علامہ ظفر الدین بہاری کے ساتھ مل کر ۱۳۲۳ھ میں مولوی اشرف علی تھانوی (المتوفی) کے دورہ بریلی کے موقعہ پر ان کی قیام گاہ پہنچ کر دیوبندیوں کے ۲۰ عقائد باطلہ سے متعلق سوالات کئے۔ آخر میں عاجز آکر مولوی تھانوی نے کہا "میں اس ضمن میں جاہل ہوں یہ لے سامنے بھی جاہل ہیں۔ اگر مجھے تھوڑی دیر کے واسطے معقول بھی کر دیجئے تو وہی کہے جاؤں گا مجھے معاف کیجئے، آپ جیتے میں ہارا"۔ آپ فراغت کے بعد مختلف مدارس میں پڑھایا اور آخر میں بہار کی مشہور درس گاہ جامعہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں فقہ و حدیث، تفسیر، منطق و فلسفہ کا درس دیا۔ سال وفات کا بھی صحیح علم نہیں[۲]

ھ- مولانا محمود احمد قادری - تذکرہ علماء اہلسنت ص ۲۰۷، ۱۳۹۱ھ، مطبوعہ کانپور انڈیا۔

[۲] ایضاً ص ۱۷۳

سید فتح علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی فتح علی شاہ والد ماجد کا نام سید امیر شاہ بن قیوم زمان شاہ ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۱ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ/ ۵ مارچ ۱۸۷۹ء کو کھروٹہ سیداں (ضلع سیالکوٹ) میں سحری کے وقت ہوئی، والد ماجد اپنے زمانے کے جید عالم تھے، جدّ امجد قرآن و حدیث، معقول اور فن طب میں یکساں مہارت کے حامل تھے اور سلسلہ قادریہ میں صاحب حال مرشد باکمال تھے، جموں و کشمیر کے علاقہ میں آپکی رُوحانیت کی دھوم تھی، ہزارہا لوگوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ آپ نے نظم و نثر کے ذریعے خلق خدا کو جادۂ حق پہ گامزن کرنے کی بھرپور سعی کی۔ افسوس کہ

آپ کے منظوم و منثور شہ پارے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی نذر ہو گئے [1]

حضرت سید فتح علی شاہ نے پرائمری پاس کر کے علوم اسلامیہ متداولہ کی ابتدائی کتب حضرت جدِ امجد سے پڑھیں، فقہ و حدیث کی چند کتابیں علامہ عبدالرحمٰن کوٹلوی قدس سرہٗ (م ۱۲۹۸ھ) سے پڑھیں۔ بعد ازاں جامعہ حنفیہ، گجرات کے مولانا محمد عبداللہ سے بھی اکتسابِ علم کیا، آپ علمی تشنگی کے باعث دارالعلوم جامعہ عبدالحکیم سیالکوٹ، تشریف لے گئے اور مختلف علوم و فنون کے علاوہ قرآت کی تحصیل کی، جامعہ ہذا کے اساتذہ نے آپ کو بریلی شریف حاضر ہونے کا اشتیاق دلایا چنانچہ آپ اعلیحضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں مدرسہ منظر اسلام، بریلی حاضر ہوئے اور ۱۹۱۴ء میں سندِ حدیث حاصل کی۔ علم طب کے حصول کے لئے جامعہ طبیہ، دہلی داخل ہو کر سندِ فراغت حاصل کی۔ [2]

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد روحانی مدارج طے کرنے کے لئے اعلیحضرت قدس سرہٗ کے دستِ مبارک پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کر کے اوراد و وظائف کی اجازت حاصل کی اور ۱۹۲۰ء میں خلافت و اجازت سے نوازے گئے [3]

علم و عرفان اور شریعت و طریقت کی منازل طے کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت کے ایما پر آپ نے مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی (م ۱۹۵۱ء) مولانا ابو الیاس محمد امام الدین قادری رضوی کوٹلوی (م ۱۳۸۱ھ) حضرت علامہ محمد نور الحسن سیالکوٹی (م ۱۹۵۵ء) حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (م ۱۹۵۱ء) اور حضرت مفتی محمد عبدالعزیز ہاشمی علیہم الرحمہ کے ساتھ مل کر تبلیغی پروگرام بنایا

---

[1] مولانا عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنت" ص ۳۶۷ مکتبہ قادریہ لاہور

[2] ایضاً ص ۳۶۷

سیالکوٹ کے مضافات کے علاوہ جموں و کشمیر کے علاقے میں شبانہ روز تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھیں اور لوگوں کو محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا درس دیا، جابجا محافلِ میلاد کا انعقاد کرایا، مسلکِ اہلِ سُنّت وجماعت کی نشر و اشاعت کے ساتھ ساتھ مذاہب وعقائد باطلہ کا شدید رَد کیا۔

حضرت شاہ صاحب عالم و فاضل ہونے کے ساتھ شعلہ نوا خطیب بھی تھے آپ کی تقاریر ایمان افروز ہوتی تھیں، جب سٹیج پر جلوہ افروز ہوتے تو حاضرین آپکی فصاحت و بلاغت سے عش عش کر اُٹھتے۔ تقریر میں قرآن وحدیث کی تفسیر کا عنصر غالب ہوتا تھا۔ رَدِّ شیعہ مُستند حوالہ جات سے کرتے اور مسلک اہل سنت کو ٹھوس دلائل سے اس طرح بیان فرماتے کہ مخالفین دم بخود ہو کر رہ جاتے۔ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۴۰ء تک جامع مسجد سیالکوٹ چھاؤنی میں خطابت کے بے لوث فرائض انجام دیے۔ فوج کے مُسلم جوانوں کے دلوں میں فلسفۂ جہاد، عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، عظمتِ صحابہ کرام اور شانِ اولیاء کرام کے جذبہ کو اُجاگر فرماتے۔ ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج کی تحریک میں امیرِ ملّت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ کی قیادت میں شاہی مسجد لاہور کے تاریخی اجلاس میں شریک ہوئے۔ ۱۹-۲۰ شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ / ۳-۴ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو مراد آباد میں حُجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں قدس سرہ کی صدارت میں مؤتمر العلماء کا اجلاس ہوا، آپ علماء سیالکوٹ کے ساتھ اس عظیم الشان اجلاس میں شریک ہوئے۔ اعلیحضرت کے دیگر خلفاء کی طرح آپ نے تحریک پاکستان میں پُرجوش حصہ لیا اور اپریل ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس کے فقید المثال اجلاس اجلاس میں شریک ہوئے، قریہ قریہ نظریۂ پاکستان کی حمایت میں راہ ہموار کی۔

لے قلمی یادداشت از ابوالبرکات سید احمد مدظلہٗ

قیامِ پاکستان کے بعد مہاجرین کی آبادکاری کے لئے بھرپور جدوجہد کی، ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں جوشِ ایمانی کا عملی مظاہرہ کیا۔ پیرانہ سالی کے باوجود نظامِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نفاذ اور مقامِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تحفظ کے لئے پروانہ وار سعی فرماتے رہے۔

حضرت شاہ صاحب بلند پایہ مصنف بھی تھے، آپ کی معرکۃ الآراء تصانیف کے نام مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ معیارِ صداقت ۱۳۴۲ھ، یوسفی پریس بریلی (اہلِ تشیع کے رد میں)
۲۔ چہل حدیث ۳۔ سچا ایمان ۴۔ مجموعہ اشعار ۵۔ مجموعہ وعظ

۸ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ / ۱۸ جنوری ۱۹۵۸ء کو آپ کا وصال ہوا۔ حسبِ وصیت مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی نے ہزاروں عقیدت مندوں کے ہجوم میں نمازِ جنازہ پڑھائی، مزارِ مبارک کھر وٹہ سیداں ضلع سیالکوٹ میں مرجعِ خاص و عام ہے۔ جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے درجِ ذیل تاریخِ رحلت کہی:۔

"باسم ربک العظیم"
۱۳۷۷ھ

"رحلت اہلِ بصیرت"
۱۳۷۷ھ

مولانا رضاء المصطفےٰ چشتی کوٹلوی نے یہ قطعہ تاریخِ وصال کہا:۔

مردِ دیں کانِ مروت — مرکز و گنجِ محبت
چھوڑ کر یہ دارِ فانی — چل دیا جب سوئے جنت
قلب بریاں سے جب اس کا — پوچھا میں نے سالِ رحلت
مجھ سے رضواں نے اے رضا — کہہ دیا "فیضِ سخاوت"
۱۹۵۸ء

آپ کے صاحبزادے مولانا سید احمد حسن قادری، جامع حنفیہ کھر وٹہ سیداں

۷۵ ... کر و الفضل الکامل ... روزنامہ مساوات، لاہور ۱۹ اکتوبر ...

قاضی عبدالوحید عظیم آبادی علیہ الرحمہ

قاضی عبدالوحید عظیم آبادی (پٹنہ بہار) میں ۱۲۸۹ھ میں پیدا ہوئے، منظور النبی ان کا تاریخی نام ہے۔ قاضی صاحب کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے قاضی عبدالحمید بن قاضی محمد اسمٰعیل بن قاضی اکرام الحق بن قاضی ابن الحق بن قاضی کمال الحق بن قاضی غلام یحییٰ بن قاضی غلام شرف الدین۔ قاضی صاحب کا تعلق بہار کے ایک مقتدر مذہبی وعلمی خانوادے سے ہے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام محمد ملقب بہ تاج فقیہ جعفری زینبی فاتح منیر تک پہنچتا ہے جو ان کے مورث اعلیٰ تھے۔

قاضی عبدالوحید عظیم آبادی نے درسی کتابیں شمس العلماء مولانا عبدالحق خیرآبادی (المتوفی ۱۳۱۶ھ) کے شاگرد رشید مولانا سید عبدالعزیز چشتی صابری بہار نپوری (المتوفی ۱۳۴۴ھ) سے پڑھیں۔ عربی کی تعلیم کے بعد وہ انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے اور ایف اے کیا۔ اس کے بعد آپ کے والد قاضی عبدالحمید اپنے دوست سرسید احمد خاں اور قاضی رضا حسین کے مشورے سے آپ کو مزید انگریزی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلستان بھیجنا چاہتے تھے مگر آپ کسی طرح بھی راضی نہ ہوئے بلکہ مزید انگریزی تعلیم حاصل کرنے سے بھی انکار کر دیا کیونکہ آپ مغربی تعلیم کو مذہب کے لئے سم قاتل سمجھتے تھے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ سرسید کی انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ ندوۃ العلماء کی تعلیم تک کے سخت مخالف تھے۔ آپ نے ندوۃ العلماء کی سختی سے مخالفت کی کیونکہ وہ اس ادارے کو مسلمانوں کے لئے مضر سمجھتے تھے۔ ہندوستان میں جہاں کہیں ندوہ کا جلسہ

ہوتا تو وہاں آپ اس کی مخالفت میں جلسہ کرانا دین کی عین خدمت تصور کرتے تھے آپ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں :-

" آج معلوم ہوا کہ اب کی سال جلسہ ندوہ پانچ جگہوں میں سے ایک جگہ ضرور ہوگا۔ حیدرآباد، بمبئی، پٹنہ، کلکتہ، میرٹھ۔ میرٹھ میں مولوی عبد السمیع کو لکھئے، بمبئی میں علمائے بمبئی کو لکھئے، حیدرآباد میں مخالفین ندوہ کو لکھئے، کلکتہ میں غلام قادر بیگ کو لکھئے، پٹنہ کی حالت انشاءاللہ تعالیٰ لکھتا رہوں گا "

(مکتوب مورخہ ۱۲ شعبان ۱۳۱۴ھ)

ایک اور خط میں ندوہ سے بیزاری کا اظہار یوں کیا ہے :-

" اخوت اسلامی اور حمایت مذہب حنفیہ کی جہت سے لکھتا ہوں کہ ایک اخبار تردید مذاہب باطلہ و مخالفت ندوہ میں نکالنے والا ہوں۔ آپ سرپرستی کریں۔ اگر آپ لوگ آمادہ ہوں تو ندوہ حنفیہ پٹنہ میں قائم کروں "

(مکتوب مورخہ ۹ ذی قعدہ ۱۳۱۵ھ)

ایک دفعہ کلکتہ میں ندوہ کا سالانہ جلسہ ہونے لگا تو کلکتہ والوں کو اس کی مخالفت پر آمادہ کرنے کے لئے آپ کلکتہ گئے وہاں وہ ابوالکلام آزاد کے والد سے بھی ملے۔ عبدالرزاق ملیح آبادی نے ابوالکلام آزاد کے متعلق جو کتاب لکھی ہے اور جس کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ خود ابوالکلام کی لکھوائی ہوئی ہے اس میں مرقوم ہے کہ قاضی عبدالوحید اپنے عقائد میں بہت متشدد تھے مگر ابوالکلام آزاد کے والد سے ملے تو انہوں نے انہیں اپنے سے زیادہ متشدد پایا۔ ان کی تصنیف مجھے والد کی کتابوں میں ملی تھی۔ اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ شیطان سے ابوجہل بدتر اور ابوجہل سے وہابی بدتر ہیں "

مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی (م ۱۳۴۰ھ) کے خیالات ومعتقدات کی اس زمانے میں دھوم تھی۔ ان کی علمی شہرت عظیم آباد تک بھی پہنچ چکی تھی۔ قاضی عبدالوحید کی انگریزی تعلیم سے بیزاری میں تعجب نہیں ان کے خیالات بھی اثر انداز ہوئے ہیں۔ ان دونوں کے تعلقات کی ابتدا کب ہوئی قطعی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن یہ یقینی ہے کہ ۱۳۱۳ھ یا اس سے کچھ پہلے ان دونوں میں مراسلت شروع ہو چکی تھی۔ یہ تعلقات آخر عمر تک قائم رہے۔ اس وقت قاضی عبدالوحید کی عمر ۲۴ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ انہوں نے دینی تعلیم کے فروغ کے لئے ایک درس گاہ "مدرسہ حنفیہ" کے نام سے قائم کی اور ایک روایت کے مطابق ۵، ہزار کی جائداد اس کے اور دوسرے دینی کاموں کے لئے وقف کر دی تھی۔ مشہور عالم مولانا شاہ وصی احمد محدث شاہ سورتی پیلی بھیتی (۱۸۳۶ء / ۱۹۱۶ء) اس کے صدر مدرس قرار ہوئے ہر سال مدرسے کا سالانہ جلسہ ہوا کرتا تھا جس میں فارغ التحصیل طلبار کی دستار بندی ہوا کرتی تھی اور انہیں سند فراغ عطا کی جاتی تھی۔ اس موقع پر علمائے کرام تشریف لاتے اور سیرت پاک کے جلسے ہوتے اور عوام وخواص علمار کے مواعظ حسنہ سے مستفید ہوتے۔

قاضی صاحب نے اپنے بارے میں ایک دوسرے مضمون میں لکھا۔ قاضی عبدالحمید کی خالہ، اہلیہ شیخ احمد اللہ نے کچھ جائداد بھی وقف کر دی تھی ان صاحب نے جو اس کے متولی تھے میرے والد کی وفات پر مدرسے کو جاری رکھنے کا شدید سے وعدہ کیا تھا مگر بہت جلد اسے بند کر دیا اور مدرسے کے کتب خانے کی کتابیں بریلی بھیج دیں۔ (نقوش (آپ بیتی نمبر) ص: ۱۰۱٦)

۱۳۱۸ھ میں ندوۃ العلمار لکھنؤ کا مشہور جلسہ پٹنہ میں منعقد ہوا جس میں ملک کے مشاہیر علمار جو ندوہ کی تحریک کے ہم خیال تھے شریک ہوئے۔ مولانا محمد علی ناظم ندوۃ العلمار مولانا ابو محمد عبدالحق حقانی (م ۱۹۱٦ء) مفتی لطف اللہ علی گڑھی

مولانا شاہ سلیمان پھلواروی، (م ۱۹۳۵ء) مولانا غلام حسین کنتوری، ملا عبدالقیوم حیدرآبادی۔ مولانا ابراہیم آروی، مولانا میر محمد شاہ رامپوری، مولانا عبداللہ انصاری مولانا احمد حسن کانپوری کے اسماء قابلِ ذکر ہیں۔

قاضی عبدالوحید صاحب جیسا کہ لکھا جا چکا ہے مقاصد ندوہ سے متفق نہ تھے اور ندوہ کو "فرقۂ ضالہ" میں شمار کرتے تھے انہوں نے بقول ان کے "احقاق حق وابطال باطل" کے لئے وسط رجب المرجب ۱۳۱۸ھ کو مدرسہ حنفیہ کا عظیم الشان جلسہ منعقد کیا جس میں پانچ سو علماء ملک بھر سے شریک ہوئے [۱] ان میں تاج الفحول محبِ رسول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی (م ۱۳۱۹ھ) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (م ۱۳۴۰ھ) مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری (م ۱۳۲۶ھ) مولانا عبدالکافی صدر مدرس مدرسہ سبحانیہ الہ آباد (م ۱۳۵۰ھ) مولانا سید فاخر الہ آبادی۔ مولانا معوان حسین فرزند و جانشین حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین مجددی (م ۱۳۱۱ھ) مولانا عبدالمقتدر بدایونی (م ۱۳۳۴ھ) مولانا عبدالصمد سہسوانی (م ۱۳۲۳ھ)۔ مولانا سلامت اللہ رامپوری مولانا عبدالسلام جبل پوری، مولانا شاہ محی الدین قادری خلف الرشید حضرت شاہ بدرالدین سجادہ نشین خانقاہ پھلواری شریف، مولانا سید شاہ محمد محسن ابوالعلائی خلف الرشید حضرت سید شاہ محمد اکبر ابوالعلائی داناپوری۔ مولانا شاہ اسمٰعیل حسن مارہروی۔ مولوی حکیم عبدالقیوم بدایونی قابلِ ذکر ہیں۔ جلسے کی صدارت، حضرت شاہ امین احمد امین و ثبات فردوسی، سجادہ نشین حضرت مخدوم شاہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری سجادہ نشین خانقاہ بہار شریف نے فرمائی۔ جلسے کا سارا انتظام و انصرام قاضی عبدالوحید نے اپنے ذمے لیا اور اس پر زرِ کثیر صرف کیا۔ ابھی حال میں ایک فارسی مثنوی صمصام حسن ۱۳۱۸ھ کی لکھی ہوئی اور تعجب نہیں اسی سال چھپی بھی ہو نظر سے گزری۔ اس کے آخری عنوان بزم آرائی مشکیں سواد در مدح

---

[۱] ۔ تذکرہ علماء اہل سنت ص ۱۵۵، مولفہ مولانا محمود احمد قادری

طرازی مجلس علمائے اہل سنت واقع عظیم آباد کے تحت آخری اشعار یہ ہیں [1]

از اثر کوشش عبد الوحید

خلد ہم گشت بہ پٹنہ پدید

یا رب از ین گلشن مینو نہاد

دست دے وجبر خزاں دور باد

مدح علو ہمم ابن وحید

ہست زبا دائے زبانم لعید

اکرمک اللہ وحید زمن

ندوہ شکن ہستی و ندوہ فگن

اے حسن احسنت حسن کن ختام

بر شہ دیں باد درود و سلام

تقریب بہ یقین ہے کہ یہ حسن، مولانا حسن رضا خاں بریلوی (۱۳۲۶ھ) ہیں جو داغ (م ۱۹۰۵ء) کے مشہور شاگردوں میں تھے اور صاحب دیوان شاعر ہیں۔ ان کا نعتیہ دیوان ذوق نعت شائع ہو گیا ہے۔

پروفیسر کلیم الدین احمد (۱۹۰۹ء-۱۹۸۳ء) اور ڈاکٹر عظیم الدین احمد (۱۸۸۰-۱۹۴۹ء) کے بزرگوں میں حکیم عبد الحمید پریشان صادق پوری (۱۸۱۸ء-۱۹۰۵ء) اس وقت کے عظیم آباد کے مشہور عالم طبیبوں میں تھے اور فارسی کے شاعر تھے وہ ندوۃ العلماء کے زبردست حامیوں میں تھے۔ انہوں نے ندوہ کے اجلاس ہفتم واقع پٹنہ میں ۶۵ شعروں کا ایک عربی قصیدہ اور ایک فارسی مثنوی پڑھی تھی جو قاضی عبد الوحید کو انہوں نے بھیج دی تھی۔ مثنوی کے جواب میں تو حسن بریلوی نے مثنوی صمصام حسن لکھی۔ حکیم (عبد الحمید پریشاں) صاحب کے قصیدہ دالیہ جس کا مطلع یہ ہے ؎

---

[1] مثنوی صمصام حسن (۱۳۱۸ھ) ص: ۴۰

لکم البشریٰ و جاءکم الوفودُ
اتم منا کم الدھر العنودُ

کے جواب میں اسی وزن اور قافیے میں ایک سو بہتر اشعار کا ایک قصیدہ ارتجالاً لکھ کر مجمع میں پڑھا گیا اور پھر چھاپ کر کے شائع کیا گیا اس کا مطلع یہ ہے

محی الدنیا تبید و لا تفید
فات لمن یرید و من یرود

یہ تو قصیدے کا جواب قصیدے سے ہوا، پھر اردو نثر میں اس کی تنقید میں مطبع تحفۂ حنفیہ پٹنہ سے اسی سال ۱۳۱۸ھ میں ایک رسالہ شائع ہوا جس پر مصنف کا نام مولوی سید عبدالکریم قادری برکاتی درج ہے۔ اس میں حکیم عبدالحمید پریشان کے قصیدے کے ۱۶۵ ابیات میں سے ۴۲ ابیات پر مواخذے نحوی و شعری کیے گئے ہیں۔ پھر پریشان کی فارسی مثنوی پر تیس اعتراضات وارد کیے گئے ہیں۔

قاضی عبدالوحید نے ایک دینی رسالہ "مخزن تحقیق" جو تحفۂ حنفیہ کے نام سے مشہور تھا ہر ماہ شائع کرنا شروع کیا تھا جو ان کے مطبع (مطبع تحفۂ حنفیہ) سے ان کی وفات (۱۳۲۶ھ) کے سال دو سال بعد تک شائع ہوتا رہا۔ رسالے کے مہتمم مولوی شاہ محمد ضیاء الدین پیلی بھیتی تھے اس میں دوسروں کے علاوہ قاضی عبدالوحید کے مضامین بھی شائع ہوتے تھے اس کی متعدد جلدیں والد مرحوم کے کتب خانے میں تھیں اور میری نظر سے گذری ہیں۔ میرے استفسار پر قاضی صاحب نے بتایا کہ اس رسالے کے کئی سال کے شمارے ان کے پاس موجود ہیں لیکن یہ ساری اشاعتوں پر مشتمل نہیں۔ کچھ مجلدات تعجب نہیں کتب خانہ خدا بخش پٹنہ میں بھی محفوظ ہوں۔

قاضی عبدالوحید کو بیعت سلسلۂ فردوسیہ میں حضرت شاہ امین سے تھی۔ اور انہیں مختلف سلسلوں خاص طور پر سلسلۂ قادریہ میں اجازت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی سے حاصل تھی۔ ابتدائی زمانے میں ان کی شعر و سخن سے بھی دلچسپی

تھی اور وہ وحید تخلص کرتے تھے انہوں نے وحید الہ آبادی (۱۳۰۹ھ) شاگرد آتش کی صحبت پائی تھی۔ وہ باضابطہ ان کے شاگرد نہ ہوں گے۔ وحید کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد شاہ محمد اکبر دانا پوری ابو العلائی (م ۱۳۲۷ھ) نے ایک طویل قطعہ تاریخ وفات نظم کیا تھا جس میں وحید کے بیشتر تلامذہ کا ذکر ہے اس فہرست میں قاضی عبد الوحید کا ذکر نہیں۔ ان کا اردو کلام اس زمانے کے کچھ گلدستوں میں چھپا تھا لیکن میرے استفسار پر قاضی صاحب نے بتایا کہ اب ان کے پاس موجود نہیں۔ ان کی عربی شاعری کا بھی ذکر کیا جاتا ہے میری نگاہ سے ان کے ایسے عربی اشعار نہیں گذرے ہیں جنہیں قطعی طور پر ان کا نتیجۂ فکر سمجھا جائے۔ ایک سو ستر اشعار کا ایک طویل عربی قصیدہ آمال الابرار و آلام الاشرار جو حکیم عبد الحمید پریشاں کے قصیدہ دالیہ کے جواب میں لکھا گیا تھا ان کے نام سے ضرور شائع ہوا تھا اور اس میں وحید تخلص بھی موجود ہے لیکن مجھے یقین کامل ہے کہ یہ فاضل بریلوی کے نتائج و افکار ہیں اور ان ہی کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔

قاضی عبد الوحید کا صرف ۲۷ سال کی عمر میں ۱۳۲۶ھ میں محلہ لودی کٹرا پٹنہ میں انتقال ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت مخدوم شہاب الدین پیر جگ جوت (المتوفی ۶۶۶ھ) کی درگاہ جیٹھلی میں دفن ہوئے۔ سادہ تاریخ "مغفور ہے" بانو عظیم آبادی نے (جن کا ذکر داغ دہلوی نے (المتوفی ۱۹۰۵ء) فریاد داغ میں کیا ہے) ان کی وفات پر ایک طویل نظم لکھی تھی جو رسالہ تحفہ حنفیہ پٹنہ میں شائع ہوئی تھی قاضی صاحب کی اولاد میں ان کے صاحبزادے قاضی عبد الودود دبیرسٹر نے خاصی شہرت پائی۔

نوٹ: یہ مقالہ پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو ابن ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری نے ماہنامہ حجاز نئی دہلی کے لئے تحریر فرمایا تھا جو ستمبر ۱۹۸۸ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔ یہاں اس کی تلخیص پیش کی گئی ہے۔ (مجید)

قاضی شمس الدّین جونپوری علیہ الرحمہ

قاضی حضرت مولانا شمس الدین کے آبا و اجداد شاہان شرقی کے زمانے میں منصب قضا پر فائز تھے۔ جون پور میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب جعفری زینبی ہے۔ ابتدائی تعلیم جونپور ہی میں حاصل کی اس کے بعد جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں استاذ العلما مولانا مولوی حکیم نعیم الدین مرادآبادی سے اکتساب فیض کیا۔ اس کے بعد اجمیر شریف تشریف لے گئے جہاں اس وقت دارالعلوم عثمانیہ معینیہ میں صدر الشریعہ مولانا مولوی حکیم امجد علی اعظمی صدر مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے۔ آپ نے ان سے کئی اہم کتابیں پڑھیں اور دورہ حدیث آپ ہی سے مکمل کیا۔ ۱۳۵۲ھ میں جب مولانا مفتی امجد علی اعظمی صاحب اجمیر سے واپس بریلی تشریف لے آئے تو چالیس علمار کی جماعت میں آپ بھی شامل تھے کچھ عرصے آپ نے دارالعلوم منظر الاسلام میں بھی تدریسی خدمت انجام دی اس کے علاوہ آپ نے جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔ مدرسہ منظر حق ٹانڈہ۔ مدرسہ حنفیہ جون پور میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ جون پور کے مدرسے میں صدر مدرس بھی رہے۔ اس کے بعد جامعہ رضویہ حمیدیہ بنارس میں مسند صدارت کی زینت رہے۔ آپ نے علوم حکمیہ اور تفسیر و حدیث و فقہ کا درس خصوصیت کے ساتھ دیا۔ آپ کی کتاب قانون شریعت جو دو جلدوں پر مشتمل ہے بہت مشہور ہے آپ کو اعلیٰ حضرت سے ابتدا ہی سے خاص لگاؤ تھا دس برس کی عمر میں آپ اعلیٰ حضرت سے بیعت ہوئے تھے۔ اور اعلیٰ حضرت نے آپ کو خلافت بھی عطا فرمائی ہے

مولانا سیّد غلام جان (محمود سبحان) جام

جودھپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے اجلّہ تلامذہ واعاظم خلفاء میں سے تھے۔ سب سے پہلے آپ نے منظوم سوانح حیات "ذکر رضا" کے نام سے شائع فرمائی تھی[۱] اعلیٰحضرت قدس سرہٗ سے آپ کو والہانہ محبت وعقیدت تھی۔ مذہب حقہ کی تبلیغ، مذاہب وفرق باطلہ کی تردید میں عمر بھر کوشاں رہے۔

آپ کی اپنی تصانیف کی تفصیل ابھی تک معلوم نہ ہوسکی تاہم اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ ودیگر علماء اہلِ سنّت کی تصانیف کی اشاعت میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ آپکی تعلیمی واصلاحی سرگرمیوں کا مرکز "کاٹھیاوار" کا علاقہ رہا۔ آپ نے مرشدِ برحق کے حکم کے مطابق اہلِ سنّت وجماعت کے مذہبی، ادبی اور اصلاحی ہفت روزہ اخبار "الفقیہہ" کی یوم اجراء ہی سے سرپرستی کی اور گرانقدر عطیات سے اس کی معاونت فرمائی۔ علاقہ کاٹھیاوار کے ہر گھر میں رسالہ مذکور پہنچایا۔[۲]

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ آپ سے غایت درجہ شفقت و الفت فرماتے۔ آپ کی شفقت وفیاضی کا اندازہ درجِ ذیل واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

سید ایوب علی راوی ہیں کہ بارش کے موسم میں رات کے وقت سید صاحب

---

[۱] مقالاتِ یوم رضا حصہ سوم، ص: ۳۲، [۲] ہفت روزہ الفقیہہ امرتسر ۱۴ ارجبن ۱۹۴۰ء

[illegible]

اعلیٰحضرت نے جواب مرحمت فرمایا۔ "میرے امکان میں ہے تو ضرور حاضر کر دوں گا۔" آپ نے عرض کیا کہ حضور کے امکان میں ہے۔" فرمایا کہ مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ کیا درکار ہے؟ سید صاحب نے عرض کیا صرف ۲۲ گز کپڑا کفن کے لئے چاہتا ہوں۔ دوسرے روز بازار کھلتے ہی اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے ۲۲ گز کپڑا منگوا کر سید صاحب کی نذر کر دیا[1] ؏

برکریماں کارہا دشوار نیست

---

[1] اعلیٰحضرت بریلوی، از نسیم بستوی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء، ص: ۷۴، ۷۵،

مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ

صدر الشریعت، بدر الطریقت مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی بن حکیم جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیر الدین (قدست اسرارہم) ۱۲۹۶ھ/ ۹-۱۸۷۸ء میں قصبہ گھوسی محلہ کریم الدین ضلع اعظم گڈھ میں پیدا ہوئے[1] آپ کے والد ماجد اور جد امجد فن طب اور علم و فضل میں باکمال تھے۔ ابتدائی کتب جد امجد سے پڑھیں بعد ازاں اپنے چچیرے بھائی مولانا ہدایت اللہ خاں رحمہ اللہ تعالیٰ سے علوم فنون کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر انہی کے مشورے سے استاذ الکل مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری ثم جونپوری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء)[ف] سے اکتساب فیض کے لئے مدرسہ حنفیہ جونپور میں داخل ہوئے۔ علوم و فنون کی تکمیل کے بعد حجۃ العصر شیخ المحدثین مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ (م ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۰۳ء) کی خدمت میں مدرسۃ الحدیث (پیلی بھیت) میں حاضر ہو کر درس حدیث لیا اور ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۳ء میں سند حاصل کی۔ ۱۳۲۳ھ میں حکیم عبد الولی

---

[1] مولانا غلام مہر علی: الیواقیت المہریہ: ص ۷۹

[ف]: علامۃ الدہر مولانا علامہ ہدایت رسول خاں رامپوری ثم جونپوری قدس سرہ العزیز استاذ الاساتذہ تھے۔ خاتم الحکماء مولانا علامہ فضل حق خیرآبادی کے حلقۂ درس میں شریک رہے اور درس حدیث صحاح ستہ مولانا سید عالم نگینوی (م ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء) سے حاصل کیا۔ مدرسہ حنفیہ (جونپور) میں مفتی محمد یوسف فرنگی محلی لکھنوی کی جگہ صدر مدرس مقرر ہوئے اور تاحیات اسی مدرسہ میں علم و فضل کے خزانے لٹاتے رہے علم و فضل میں فقید المثال تھے، بالخصوص معقولات و حکمت میں اپنی مثال آپ تھے یہاں تک کہ (باقی اگلے صفحہ پر)

جھوائی ٹولہ، لکھنؤ سے علم طب حاصل کیا۔ ۱۳۲۴ھ سے ۱۳۲۷ھ تک حضرت محدث سورتی کے مدرسہ میں درس دیا۔ اس کے بعد ایک سال تک پٹنہ میں مطب کرتے رہے۔[۱]

اس اثناء میں اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کو مدرسہ منظر الاسلام بریلی کیلئے ایک مدرس کی ضرورت پیش آئی۔ استاذ گرامی مولانا وصی احمد محدث سورتی کے ارشاد کی بناء پر مولانا امجد علی اعظمی مطب چھوڑ کر بریلی تشریف لے گئے۔ ابتداً تدریس کا کام شروع کیا۔ بعد ازاں مطبع اہل سنت کا انتظام اور جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے شعبہ علمیہ کی صدارت کے فرائض بھی آپ کے سپرد کر دیئے گئے۔ افتاء کی مصروفیات اس کے علاوہ تھیں۔ سلسلہ قادریہ عالیہ میں اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور جلد ہی خلافت سے نوازے گئے۔ قریباً ۱۸ برس شیخ کامل کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے اور کمال عروج کو پہنچے۔[۲]

اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی، فتاویٰ کے سلسلے میں آپ پر صد درجہ اعتماد فرماتے تھے ایک دفعہ ارشاد فرمایا:

بقیہ حاشیہ: منطق و حکمت کی ریاست آپ پر ختم ہو گئی۔ آپ کا وصال یکم رمضان ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء کو جونپور میں ہوا (نزہۃ الخواطر جلد ۸ ص: ۵۲۰) آپ کے اجل تلامذہ میں صدر الشریعہ مولانا حکیم محمد امجد علی اعظمی انصاری، علامہ یار محمد بندیالوی، علامہ سید سلیمان اشرف بہاری، مولانا عبدالاول جونپوری اور مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی قابل ذکر ہیں۔ (مجید)

[۱] مولانا محمود احمد قادری "تذکرہ علمائے اہل سنت" (مطبوعہ بھوانی پور، بہار ۱۳۹۱ھ) ص ۵۱-۵۲

[۲] ماہنامہ "رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۷۹ھ ص ۳

آپ کے یہاں موجود دین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفادہ سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں، طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے [1]

بریلی شریف میں قیام کے دوران حضرت صدر الشریعہ کی مصروفیات حیرت انگیز حد تک بڑھی ہوئی تھیں۔ پریس کی نگرانی، پروف ریڈنگ، پریس مینوں کو ہدایات، پارسلوں کی ترسیل اور فتوی نویسی وغیرہ امور تن تنہا انجام دیتے۔ فیضِ رضا نے دین کے لئے کام کرنے کی وہ سپرٹ پیدا کر دی تھی کہ تھکاوٹ یا اکتاہٹ کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ بعض حضرات کہا کرتے تھے کہ:

"مولانا امجد علی صاحب تو کام کی مشین ہیں۔" [2]

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کا فقید المثال ترجمۂ قرآن مجید مسمّٰی باسم تاریخی کنز الایمان فی ترجمہ القرآن [ف1] (۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء) آپ ہی کی مساعیٔ جمیلہ سے شروع ہوا اور

---

[1] محمد مصطفیٰ رضا بریلوی مفتی اعظم ہند، ملفوظات حصہ اول (مطبوعہ کراچی) ص: ۳)

[2] ۔ ماہنامہ پاسبان الہ آباد (امام احمد رضا نمبر، شمارہ مارچ واپریل ۱۹۶۲ء) ص: ۶۵

[ف1]: کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے اصل مسودے کی فوٹو اسٹیٹ کاپی فقیر کی لائبریری میں موجود ہے جو خود مولانا امجد علی اعظمی کی تحریر میں لکھا ہوا ہے اگرچہ مکمل محفوظ نہ رہ سکا مگر پھر بھی ۴/۳ حصہ محفوظ ہے اور آخر میں مولانا امجد علی اعظمی کے دستخط تاریخ کے ساتھ موجود ہیں جس سے ترجمہ قرآن کی تکمیل کا اندازہ ہوتا ہے تاریخ کچھ یوں ہے۔

"شب ۲۸ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ کاتب ابو العلا امجد علی اعظمی عفرلہٗ" یہ مسودہ مولانا عبد المنان اعظمی مصباحی شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے حاصل ہوا جس کی ایک کاپی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی میں بھی محفوظ ہے (مجید)

پایۂ تکمیل کو پہنچا" : تذکرہ علمائے اہل سنت : ص ۵۲

آپ نے ابتدائے شباب سے تدریس کا کام شروع کیا۔ اور آخر حیات تک جاری رکھا اور ایسے نابغۂ روزگار افراد تیار کئے جن پر علم و فضل کو بھی ناز ہے۔ طویل عرصہ تک مدرسہ منظر اسلام بریلی میں فرائض تدریس انجام دیئے۔ ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں بحیثیت صدر مدرس دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف چلے گئے۔ ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۳ء میں پھر بریلی شریف چلے آئے[۵] اور تین سال تک قیام کیا[۲] بعد ازاں نواب حاجی غلام محمد خاں شروانی رئیس ریاست دادوں (علی گڑھ) کی دعوت پر بحیثیت صدر مدرس دار العلوم حافظیہ سعیدیہ میں تشریف لے گئے اور سات سال تک بکمال حسن و خوبی فرائض تدریس انجام دیئے۔ مولانا حبیب الرحمٰن شروانی نے ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء میں مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں امتحان کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے آپ کے فضل و کمال کا اعتراف ان الفاظ میں کیا:-

"مولانا امجد علی صاحب پورے ملک میں ان چار پانچ مدرسین میں ایک ہیں جنہیں میں منتخب جانتا ہوں"[۳]

اس زمانے میں مولانا عبد الشاہد خاں شروانی اسی مدرسہ میں نائب مدرس تھے انہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کیا ہے:-

"مولانا محمد امجد علی اعظمی، سات سال سے صدر مدرس تھے، بریلی اجمیر اور دوسرے مدرسوں کے صدر مدرس رہ چکے تھے، کہنہ مشقی کی بنا پر درسیات میں پوری مہارت رکھتے ہیں"[۴]

---

[۱] مولانا غلام مہر علی : الیواقیت المہریہ، ص ۸۰
[۲] مولانا محمود احمد قادری - تذکرہ علمائے اہل سنت - ص ۵۳
[۳] محمد عبد الشاہد خاں شروانی: باغی ہندوستان، مطبوعہ بجنور ۱۹۴۷ء، ص ۳۳
[۴] - ماہنامہ پاسبان (امام احمد رضا نمبر) ص - ۶۸

۱۳۲۷ھ/۱۹۲۳ء تک دادوں میں قیام رہا۔ اس کے بعد ایک سال بنارس میں رہے بعد ازاں ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۵ء تک منظر اسلام بریلی میں درس دیا
اجمیر شریف کے قرب وجوار میں راجہ پرتھوی راج کی اولاد آباد تھی۔ جو اگرچہ مسلمان ہو چکی تھی لیکن ان میں فرائض و واجبات سے غفلت اور مشرکانہ رسوم بکثرت پائی جاتی تھیں۔ حضرت صدر الشریعہ کے ایما پر آپ کے تلامذہ نے ان میں تبلیغ کا پروگرام بنایا۔ تبلیغی جلسوں کا خوش گوار اثر ہوا اور ان لوگوں میں مشرکانہ رسوم سے اجتناب اور دینی اقدار اپنانے کا جذبہ پیدا ہو گیا[۱] پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں :-

" اجمیر کے زمانۂ قیام میں نو مسلم راجپوتوں میں مولانا امجد علی نے خوب تبلیغ کی اور اس کے بہت مفید نتائج برآمد ہوئے "[۲]

اس کے علاوہ اردگرد کے بڑے شہروں اور قصبات مثلاً نصیر آباد، بیاور، لاڈنوں، جے پور، جودھپور، پالی مارواڑ اور چتوڑ وغیرہ میں بھی خود آپ اور آپ کے تلامذہ تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھتے۔ مذہب اہل سنت کی اشاعت اور وہابیہ، قادیانیہ کا رد کیا کرتے تھے۔ مسلک اہل سنت کو ٹھوس دلائل سے اس طرح بیان فرماتے کہ مخالفین تسلیم کے علاوہ چارۂ کار نہ پاتے

حضرت صدر الشریعہ اگرچہ دینی اور مذہبی قائد تھے لیکن بوقت ضرورت سیاسی طور پر ملت اسلامیہ کی صحیح ترجمانی فرمائی۔ چونکہ آپ کے مرشد طریقت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ دو قومی نظریہ (رب پرست اور بت شکن کا اتحاد نہیں ہو سکتا) کے عظیم مبلغ تھے اسی نظریہ کی بنا پر پاکستان معرض وجود میں آیا۔ آپ نے ان کی موافقت میں اس نظریہ کی تبلیغ پورے شد ومد سے کی۔ ۱۴ رجب، ۲۴ مارچ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) کو بریلی میں جمعیۃ العلماء ہند کا اجلاس منعقد ہوا جس میں

---

[۱] مولانا غلام مہر علی: الیواقیت المہریہ، ص ۸۰

[۲] مولانا محمود احمد قادری۔ تذکرہ علماء اہلسنت ص ۵۳

ابوالکلام آزاد کے علاوہ دوسرے لیڈر بھی شریک ہوئے۔ جمعیت کے لیڈر اس جوش و خروش سے آئے تھے کہ گویا "ہندو مسلم اتحاد" کے مخالف علماء اہلِ سنت کو لاجواب کر دیں گے۔ مولانا محمد احمد علی نے جماعت رضائے مصطفےٰ (بریلی) کے شعبۂ علمیہ کے صدر کی حیثیت سے اراکین جمعیت کے ہندوؤں سے اتحاد و وداد کے بارے میں ستر سوالات پر مشتمل سوالنامہ[1] مرتب کر کے قائدین جمعیت کو بھجوایا، بار بار اصرار اور مطالبہ کے باوجود انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی (قدس سرہما) کے نام ایک مکتوب میں اس سوالنامہ کے بارے میں اس طرح اظہار خیال فرمایا ہے :-

"سیدی، دامت برکاتہم! سلام نیاز کے بعد گزارش حضور سے رخصت ہو کر مکان پہنچا، یہاں آکر میں نے "اتمام حجت نامہ" کا مطالعہ کیا۔ فی الواقع یہ سوالات فیصلہ ناطقہ ہیں اور یقیناً ان سوالات نے مخالف کو مجالِ گفتگو اور یارائے جواب باقی نہیں چھوڑی ہے۔"[2]

ابوالکلام آزاد نے روانگی کے وقت بریلی کے اسٹیشن پر کہا :-

"ان کے جس قدر اعتراضات ہیں حقیقت میں سب درست ہیں۔ ایسی غلطیاں کیوں کی جاتی ہیں جن کا جواب نہ ہو سکے اور ان کو اس طرح گرفت کا موقع ملے۔"[3]

---

[1] یہ سوالنامہ "اتمام حجت نامہ" (۱۳۳۹ھ) کے نام سے چھپ چکا ہے۔ ملاحظہ ہو
"دوامغ الحمیر" مطبوعہ مطبع حسنی، بریلی ص: ۴۰-۴۶

[2] دوامغ الحمیر۔ مکتوب صدر الافاضل۔ ص: ۵۴-۵۵

[3] دوامغ الحمیر۔ مکتوب صدر الافاضل ص: ۵۶-۵۷

۱۹ ر ۲۰ ر شعبان المعظم، ۳ ر ۴ ر اکتوبر (۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء) کو مراد آباد میں شاہزادۂ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی کی صدارت میں اجلاس منعقد ہوا اور ایک جماعت موتمر العلماء قائم کی گئی جس کا مقصد مسلمانوں میں پیدا ہونے والے مفاسد کی اصلاح اور خارجی حملوں کا دفاع تھا۔ اس اجلاس میں حضرت صدر الشریعہ نمایاں طور پر شریک ہوئے[1] یہی جماعت بعد میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام سے مشہور ہوئی۔

اپریل ۱۹۴۶ء میں سنی کانفرنس کے بنارس میں منعقد ہونے والے فقید المثال اجلاس (جس میں علماء و مشائخ پانچ ہزار کی تعداد میں شریک ہوئے، کو قیام پاکستان کی بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ اس اجلاس میں اسلامی حکومت کے لئے لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے جلیل القدر علماء کی ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جس کے ممتاز اراکین میں حضرت صدر الشریعہ بھی شامل تھے[2]

صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی کو اللہ تعالیٰ نے جملہ علوم و فنون میں مہارت تامہ عطا فرمائی تھی لیکن انہیں تفسیر، حدیث اور فقہ سے خصوصی لگاؤ تھا فقہی جزئیات نوکِ زبان پر رہتی تھیں اس لئے دورِ حاضر کے مجدد امام احمد رضا بریلوی نے آپ کو صدر الشریعہ کا لقب عطا فرمایا تھا[3]

آپ نے دادوں (ضلع علی گڑھ) میں قیام کے دوران امام ابو جعفر طحاوی حنفی قدس سرہ (م ۳۲۱ھ/ ۹۳۳ء) کی حدیث کی مشہور کتاب شرح معانی الآثار پر حاشیہ لکھنا شروع کیا اور سات ماہ کی مختصر مدت میں پہلی جلد پر مبسوط حاشیہ تحریر فرما دیا۔ یہ حاشیہ باریک قلم سے ۴۵۰ صفحات پر مشتمل تھا اور ہر صفحہ میں ۳۵،

---

[1] ۔ ابو البرکات سید احمد مفتی اعظم پاکستان: قلمی یادداشت

[2] مولانا غلام معین الدین: حیات صدر الافاضل (طبع ثانی) ص: ۱۹۰

[3] ۔ مولانا محمود احمد قادری، تذکرہ علمائے اہل سنت، ص ۵۲

۳۶ سطریں تھیں۔ گویا دیگر مشاغل سے فارغ وقت میں اڑھائی صفحے روزانہ قلبند فرماتے تھے افسوس کہ یہ حاشیہ طبع نہ ہوسکا۔

آپ کی دوسری تصنیف فتاوی امجدیہ[ف] ہے جو علمی تحقیقات پر اپنی مثال آپ ہے جس زمانے میں بالتصویر قاعدے جاری ہوئے آپ نے ایک قاعدہ مرتب فرمایا جو صرف بے جان اشیاء کی تصاویر پر مشتمل تھا۔ اس کی خوبی یہ تھی کہ بچہ بہت جلد اُردو پڑھنے پر قادر ہو جاتا تھا آپ کی تحریر کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ مشکل سے مشکل مسئلہ عام فہم انداز میں بیان فرما دیتے تھے۔

بہار شریعت، حضرت صدر الشریعہ کی وہ شہرۂ آفاق تصنیف ہے جسے بجا طور پر فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) کہا جا سکتا ہے۔ اس کے کل سترہ حصے بارہا طبع ہو کر قبولیت عامہ کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ اس کتاب سے نہ صرف عوام بلکہ علماء کے لئے بھی سہولت پیدا ہو گئی ہے۔ اس کتاب کی ابتداء غالباً ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۵-۶ء میں ہوئی اور ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔ آپ ابھی تین حصے اور لکھنا چاہتے تھے مگر حالات نے مہلت نہ دی۔ چار سال کے عرصے میں یکے بعد دیگرے گیارہ عزیز داغ مفارقت دے گئے جس کا اثر دل و دماغ پر اس قدر پڑا کہ بینائی جاتی رہی اور تصنیف و تالیف کا کام رک گیا۔

بہار شریعت کے ابتدائی چھ حصے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی نے حرف بحرف سنے اور جا بجا اصلاح فرمائی اور انہیں تقریظ سے مزین کیا کتب فقہ میں سے بہار شریعت کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ ہر باب میں پہلے آیات

ف۔ نوٹ: فتاویٰ امجدیہ کی اب تک دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان فتاویٰ کو مفتی عبدالمنان کلیمی مصباحی نے مرتب کیا ہے اور کراچی سے مکتبہ رضویہ نے پہلی جلد اور برکاتی پبلشرز نے دوسری جلد شائع کی ہے (مجید)

مبارکہ یعنی احادیث مقدسہ، اس کے بعد مسائل فقہیہ بیان کئے گئے ہیں غرض آپ کے حلقۂ درس میں سینکڑوں ملکی اور غیر ملکی طلباء شامل ہوئے اور اوج کمال کو پہنچے۔ چند مشاہیر تلامذہ کے اسماء یہ ہیں۔

۱۔ محدث اعظم پاکستان مولانا ابو الفضل سردار احمد لائلپوری۔

۲۔ مناظر اعظم مولانا حشمت علی لکھنوی (شیر بیشۂ اہل سنت)

۳۔ مولانا محمد الیاس سیالکوٹی

۴۔ مولانا مفتی محمد اعجاز الرضوی۔

۵۔ مولانا غلام یزدانی سابق مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی رحمہم اللہ تعالیٰ

۶۔ مولانا غلام یزدانی صاحب برادر کلاں مولانا علامہ یزدانی صاحب شیخ الحدیث مبارکپور شریف

ف۱۔ تقریظ امام اہلسنت مجدد دین وملت مؤید ملت طاہرہ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ لاسیما علیٰ الشارع المصطفیٰ وتقفیہ فی المتابع اولی الطہارۃ والصفا فقیر غفرلہ المولی القدیر نے یہ رسالہ بہار شریعت تصنیف لطیف اخی فی اللہ ذی المجد والجاہ والطبع السلیم والفکر القویم والفضل والعلیٰ مولانا ابو العلیٰ مولوی حکیم محمد امجد علی قادری برکاتی اعظمی بالمذہب والمشرب والسکنی رزقہ اللہ تعالیٰ فی الدارین الحسنی مطالعہ کیا۔ الحمد للہ مسائل صحیحہ رجیحہ منقحہ پر مشتمل پایا۔ آج کل ایسی کتاب کی ضرورت تھی کہ عوام بھائی سلیس اردو میں صحیح مسئلے پائیں وگمراہی واغلاط کے مصنوع وملمع زیوروں کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں۔ مولیٰ عزوجل مصنف کی عمر وعلم وفیض میں برکت دے اور ہر باب میں اس کتاب کے اور حصص کافی وشافی ووافی وصافی تالیف کرنے کی توفیق بخشے اور انہیں اہلسنت میں شائع ومعمول اور دنیا وآخرت میں نافع ومقبول فرمائے آمین۔ والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین۔ آمین ۱۲ ر شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ علی صاحبہا وآلہ الکریم افضل الصلوٰۃ والتحیۃ آمین۔

عفی عنہ المحمدی المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۷۔ حافظ ملت مولانا عبد العزیز قدس سرہٗ بانی دار العلوم اشرفیہ مبارک پور
۸۔ مجاہد اعظم مولانا حبیب الرحمٰن صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت
۹۔ مولانا رفاقت حسین مفتی اعظم کانپور
۱۰۔ مولانا رفاء الدین دار العلوم امجدیہ کراچی
۱۱۔ مولانا تقدس علی خاں علیہ الرحمہ (پیر جو گوٹھ)
۱۲۔ مولانا ولی النبی، بیجی تو دھیر شریف (مردان)
۱۳۔ مولانا مختار الحق خطیب اعظم دار السلام (ڈو بہ ٹیک سنگھ ضلع لائلپور)
وغیرہ وغیرہ [1]

حضرت صدر الشریعہ کے تین صاحبزادے آپ کی حیات میں ہی داغ مفارقت دے گئے تھے۔ اس وقت آپ کے چار صاحبزادوں میں سے مولانا علامہ عبد المصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ کراچی میں انتقال فرما گئے۔ جبکہ مولانا حافظ رضاء المصطفیٰ خطیب جامع مسجد بولٹن مارکیٹ، مولانا ثناء المصطفیٰ اور مولانا ضیاء المصطفیٰ [2] بقید حیات ہیں جس میں مولانا ضیاء المصطفیٰ کو درس و تدریس میں ملکہ حاصل ہے۔ اور انڈیا میں سب سے زیادہ معتبر شیخ الحدیث مانے جاتے ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ بریلی شریف کے قیام کے دوران ۱۳۳۲ھ/۱۸۲۳ء میں پہلی مرتبہ حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے [3]۔ دوسری دفعہ حرمین شریفین کی حاضری کے ارادے سے بمبئی پہنچے تھے کہ ۲ ذوالقعدہ، ۶ ستمبر بروز دوشنبہ (۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) رات گیارہ بجے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئے۔ درج ذیل آیہ مبارکہ مادۂ تاریخ ہے۔ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ (۱۳۶۷ھ)

[1] ماہنامہ پاسبان: امام احمد رضا نمبر، ص ۸۴،۷۳
[2] رضائے مصطفیٰ: صدر الشریعہ نمبر، ص: ۸
[3] مولانا غلام مہر علی: الیواقیت المہریہ، ص: ۸۰

مولانا محمد اسمٰعیل فخری سلیمانی محمود آبادی رحمۃ اللہ علیہ

ریاست محمود آباد، ضلع سیتاپور کا مشہور قصبہ ہے۔ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل کا خاندان یہیں سکونت پذیر تھا۔ میلاد خوانی کا آپ کے خاندان میں خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ مولانا کے والد حافظ محمد علی معصوم حضرت خواجہ عبدالصمد ابدالی قدس سرہٗ کے مرید رشید تھے اور سلسلہ ملازمت کو بھی عثمان پور تشریف لاتے تو مولانا ان کی خاطر مدارت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے۔ نعت خوانی کے ذریعہ بھی آپ کو مسرور و شاداں رکھتے۔ خواجہ صاحب سے گہری عقیدت کی بنا پر اپنے چچا کی وساطت سے آپ نے حضرت ممدوح کی خدمت میں مستقل حاضری کی درخواست کی جو قبول کر لی گئی۔ اس طرح آپ حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ سفر و حضر میں رہنے لگے۔ آپنے تعلیم کی ابتدا 'میزان' 'منشعب' سے کی۔ تکمیل تعلیم کے دوران ہی حضرت خواجہ صاحب کا ۱۳۲۳ھ میں وصال ہو گیا اسکے بعد اپنے مرشدزادہ حضرت مولانا سید شاہ مصباح الحسن قدس سرہٗ سجادہ نشین کی معیت میں شیخ المحدثین، امام العصر مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہٗ سے دورۂ حدیث کیا اور ۱۳۲۷ھ میں فراغت حاصل کی۔ [1]

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل نے استاذ محترم حضرت محدثِ وقت محدثِ سورتی قدس سرہٗ کے حکم پر محمود آباد میں مدرسہ قائم کیا۔ جہاں آپ طلبہ کو درس نظامی کی ابتدائی کتب پڑھاتے تھے۔ مولانا برکات احمد بیلی بھیتی

---

[1] خواجہ رضی حیدر "محدث سورتی" ص ۲۸۶، سورتی اکیڈمی کراچی۔

بنیرہ مولانا عبداللطیف سورتی کا بیان ہے کہ مولانا نہایت نفاست پسند انسان تھے۔ طلبہ سے اولاد کی طرح محبت کرتے تھے اور بڑی دھیمی آواز میں درس دیتے۔ اکثر دورانِ درس آپ پر رقت طاری ہو جاتی۔ مولانا برکات احمد ۱۹۲۴ء کے اوائل میں مولانا اسماعیل سے پڑھنے کے لیے محمود آباد گئے تھے۔ مولانا محمد اسمٰعیل اپنے استاذ محترم کی علالت سن کر پیلی بھیت تشریف لے گئے اور تادم واپسیں مامور بہ خدمت رہے[1]

مولانا حافظ محمد اسمٰعیل محمود آبادی نہایت سادہ لوح انسان تھے۔ آپ قرآن مجید کی تلاوت نہایت خوش الحانی سے کرتے، آپ کے اندازِ بیان کی سحر خیزی سے مجلس وعظ پر رقت وجذب کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپ کی آواز پر شعلہ سا لپک جانے کا گمان ہوتا تھا اس قدر محویت کے عالم میں نعت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سناتے کہ پوری محفل پر ایک وجد طاری ہو جاتا۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے آپ کے اعلیٰ عرفانی مدارج کی بدولت آپ کو شرفِ خلافت سے نوازا۔ آپ کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا ۱۲۷۱ھ میں آپ کا وصال ہوا اور حاجی وطن ہی میں پردہ نشین ہوئے[2]

---

[1] خواجہ رضی حیدر "محدث سورتی" ص ۲۸۶، سورتی اکیڈمی کراچی۔

[2] تذکرہ علما اہل سنت، ص: ۶۲،

حضرت مولانا سید محمد حسین بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اعلیٰحضرت قدس سرہ کے خلیفۂ مجاز اور معتمد خصوصی تھے۔ اعلیٰحضرت نے مسلک اہلسنت کی تبلیغ کے لئے آپ کو میرٹھ میں مستقل سکونت اختیار کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ آپ نے محلہ خیر نگر میں کرایہ پر مکان لیکر اعلیٰحضرت کے حکم کی تعمیل کی اور شہر کی ممتاز جامع مسجد خیر المساجد کو نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے منتخب کیا۔ (میرٹھ میں علماء دیوبند کے اثرات اس لئے زیادہ تھے کہ مدارس عربیہ اور بعض مساجد میں اماموں کی نمائشی حنفیت، فاتحہ، نذر و نیاز میں ان کی شرکت نے عوام کی آنکھوں پر پردے ڈال رکھے تھے) میرٹھ پہنچکر آپ نے تجارت کو ذریعہ معاش بنایا۔ اس سلسلہ میں ایک خضاب تیار کیا اور ایک طلسمی پریس ایجاد کیا، پھر بریلی شریف حاضر ہوکر اعلیٰحضرت کے حضور دونوں چیزیں پیش کرکے دعا کی درخواست کی۔ اعلیٰحضرت نے خضاب کے متعلق فرمایا کہ "اس روسیاہی سے بچئے" اور پریس چلانے کی اجازت دے دی، دعا بھی فرمائی۔

اعلیٰحضرت کو سید صاحب پر اس قدر اعتماد تھا کہ جب دارالعلوم دیوبند کا پہلا سالانہ جلسہ دستار فضیلت منعقد ہوا تو اعلیٰحضرت نے مہتمم مدرسہ دیوبند کے نام ایک

لہ اس جلسہ کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے مولانا اشرف علی تھانوی کی الافاضات الیومیہ جلد پنجم ملفوظ نمبر ۲۲۵، مطبوعہ اشرف المطابع تھانہ بھون، صفحہ ۲۲۰ کا اقتباس ملاحظہ ہو:
"ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دیوبند کا بڑا جلسہ ہوا تھا تو اس میں ایک رئیس (جاری)

ایک مکتوب آپ کے ذریعہ بھیجا جس میں دیوبندی عقائد کی وضاحت طلب کی گئی تھی۔ میرٹھ میں دیگر علمائے اہلسنت کے علاوہ حضرت شاہ محمد حبیب اللہ قادری (والد گرامی مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی) سے آپ کے خصوصی تعلقات تھے۔ ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۹۱۲ء میں جب میرٹھ میں پہلی بار جلسہ عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا آغاز ہوا تو آپ نے اس کے تزک و احتشام میں پُر جوش حصہ لیا ۱۹۱۰ء میں میرٹھ میں حضرات اہلسنت نے مسلم دار الیتامیٰ والمساکین کی بنیاد رکھی تو آپ اُس کے خصوصی معاونین میں سے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کراچی اقامت پذیر ہوئے۔ چند سال قبل آپ کا انتقال ہوا[1]

(بقیہ گذشتہ صفحہ) صاحب (الحاج خان بہادر بشیر الدین میرٹھی مرحوم) نے کوشش کی تھی کہ دیوبندیوں میں اور بریلویوں میں صلح ہو جائے۔ میں نے کہا ہماری طرف سے کوئی جنگ نہیں، وہ نماز پڑھاتے ہیں ہم پڑھ لیتے ہیں، ہم پڑھاتے ہیں، وہ نہیں پڑھتے تو ان کو آمادہ کرو (مزاحاً فرمایا کہ ان سے کہو کہ آ، مادہ، نر آگیا) ہم سے کیا کہتے ہو؟

جناب تھانوی صاحب کی اس عبارت سے جہاں جلسہ کی اہمیت اور علمائے اہلِ سنت (بریلویوں) کی اقتدا میں نمازوں کی صحت ثابت ہوتی ہے وہاں تھانوی صاحب کے مزاحیہ جُملے (آ، مادہ، نر، آگیا) سے ان کی کور ذوقی اور ذہنی پستی کا نقشہ بھی سامنے آجاتا ہے۔

[1] اذکار حبیب رضا، از شاہ محمد عارف اللہ قادری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص: ۱۴،

مولانا قاری محمد بشیر الدین جبلپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی محمد بشیر الدین تھا۔ والد ماجد کا نام شاہ عبد الکریم تھا۔ درس نظامی کی تکمیل اپنے دادا بزرگوار سے فرمائی۔ جملہ علوم نقلیہ و عقلیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ کے بڑے بھائی مولانا شاہ عبد السلام جبلپوری رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ امام احمد رضا خاں) اپنے وقت کے جیّد عالم اور طبیب حاذق تھے۔

سنہ ۱۳۱۷ھ میں والدِ ماجد کی رحلت کے بعد اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ کو فن قرأت و تجوید پر بھی عبور حاصل تھا۔ جب اعلیٰحضرت نے آپ کی قرأت کو سماعت فرمایا تو بہت مسرور ہوئے۔ ارشاد ہوا آپ تو قاری ہیں۔ جبھی سے لوگ آپ کو قاری کہنے لگے۔ اسی موقعہ پر اعلیٰحضرت نے آپ کو خلافت و اجازت سے نوازا۔ اعلیٰحضرت کی آپ پر خصوصی نظر التفات تھی اعلیٰ حضرت صفر المظفر ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء میں جبل پور تشریف لائے۔

اس وقت قاری بشیر الدین علیل تھے مگر ماہ شعبان میں مرض نے جب شدت اختیار کی تو اعلیٰ حضرت کو عریضہ لکھا گیا جس کے جواب میں اعلیٰحضرت نے آپ کے بڑے بھائی حضرت عبد السلام جبل پوری علیہ الرحمہ کو لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بگرامی ملاحظہ مولانا المبجل الکرم المفخم المعظم ذی الفضل والفیض العام والعز والاکرام مولانا مولوی شاہ محمد عبد السلام

دام مجدہ و انجح جدہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نوازش نامہ تشریف لایا۔ مولیٰ سبحٰنہٗ وتعالیٰ مولانا قاری بشیرالدین صاحب سلمہ اللہ وعافاہ کو عافیت تامہ کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ بمنہٖ وکرمہٖ آمین! ماموں کو ان کی خیریت سے جلد جلد مطلع فرماتے رہیں۔ اعمال شفاء کو عرض کر آیا تھا استعمال فرماتے جائیں "واللہ الشافی الکافی یشفی ویعافی"۔ کھانے کو جو چیز دی جائے سورہ طارق شریف دم کر کے دی جائے۔ یہ تعویذ حاضر کرتا ہوں، گلے میں ڈالیں اور خیر خیریت سے مطلع فرمائیں۔ والدہ ماجدہ کی خدمت میں فقیر کا سلام عرض کریں۔ نیز مولانا قاری صاحب واندرون خانہ ونورالعین برہان میاں وزاہد میاں وسائر احباب کو سلام سنت الاسلام۔

فقیر احمد رضا غفرلہ

از بریلی ۱۲ شعبان ۲۶ھ یوم الاربعاء

آپ بڑے خلیق اور ملنسار تھے۔ آپ نے اپنی تمام زندگی کتاب وسنت کی اتباع میں بسر کی۔ [illegible]ھ میں آپ کو ورم جگر لاحق ہوا اور اسی مرض میں دو سال مبتلا رہ کر ۲ شوال المکرم ۱۳۲۶ھ کو بوقت صبح اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔[1]

---

[1] مولانا عبدالباقی محمد برہان جبل پوری "اکرام امام احمد رضا" ص ۲۶، مرکزی مجلس رضا لاہور۔

علامہ ابوالبرکات
سیّد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء علامہ ابوالبرکات سیّد احمد قادری ۱۳۱۶ھ/سنہ ۱۹۰۶ء میں بمقام محلہ نواب پورہ ریاست الور میں پیدا ہوئے۔ حضرت سیّد محمد دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ کے نامور فرزند ارجمند ہیں اور سادات الور کی علمی اور دینی وراثت کے امین ہیں۔ بچپن میں ہی اپنے والد مکرم کے دینی دارالعلوم قوت الاسلام کے فاضل اساتذہ کے اسباق کی سماعت سے مستفیض ہوئے۔ اس مدرسہ میں مولانا عبدالکریم، مولانا ظہور اللہ اور حضرت مولانا بردل خان صدر مدرس جامعہ نعمانیہ دہلی پڑھاتے تھے۔ سیّد موصوف نے ابتدائی کتابیں مولوی عبدالکریم اور حضرت مولانا ظہور اللہ (جو آپ کے بہنوئی بھی تھے) سے پڑھیں اور دوسری کتابیں مولانا ارشاد علی الوری، مفتی زین الدین اور صوفی عبدالقیوم سے پڑھیں۔ پھر صدر الافاضل حضرت مولانا سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی کے مدرسہ اہلسنّت و جماعت مرادآباد میں داخلہ لیا اور ۱۹۲۰ء تک شمس البازغہ، میبذی صدرہ اور افق المبین پڑھیں۔ مولانا فضل احمد سے شرح عقاید پڑھی اور فقہ تکمیل الفقہ اور دورہ حدیث کے لئے اپنے والد مکرم کے مدرسہ آگرہ (جو ان دنوں مفتی آگرہ تھے) میں داخل ہوئے اور سندِ تکمیل علوم دینیہ حاصل کی۔

ان دنوں آگرہ علماء دین اور علماء سیاست کا مرکز تھا۔ تحریکِ خلافت زور پر تھی۔ ندوہ کی بنیاد رکھی جا چکی تھی۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالماجد بدایونی (مولانا عبدالحامد بدایونی کے بھائی عم)، مولانا فاخر الٰہ آبادی خلافت کے پلیٹ فارم پر کانگریس کے حق میں تقاریر کرتے مگر مولانا دیدار علی مفتی آگرہ اور سیّد موصوف ان لوگوں کی مخالفت میں جلسے کرتے جس سے مولانا دیدار علی شاہ کی شہرت سارے ہندوستان میں پھیل گئی۔

لاہور کی دینی سیاست نے حضرت کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے جلسوں میں تقاریر کرنے کی دعوت دی۔ حضرت صاحب نے پنجاب کے دل میں تقاریر کر کے ذہنوں کو ایک نیا ذوق دیا چنانچہ یہاں کے عوام کے اصرار پر آپ آگرہ چھوڑ کر لاہور تشریف لے آئے۔ اور سیّد موصوف آگرہ کی جامع مسجد کے خطیب ہوئے۔ اپنے والد گرامی اور استاد مکرم کے ساتھ سیّد موصوف بریلی شریف حاضر ہوئے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی کی صحبت میں رہے۔ آپ ان دنوں اعلیٰ حضرت کے مدرسہ میں فتویٰ نویسی پر مامور تھے۔ مختلف استفتاء آتے۔ دوسرے علماء سمیت آپ جواب فتویٰ لکھتے اور اعلیٰ حضرت نظرثانی فرما کر منظور کرتے اور اس طرح مسئول علیہ کو بھیج دیئے جاتے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے دست خاص سے سندِ اجازت لکھ کر دی۔ ان دنوں اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ رضویہ کی جلد اوّل حسنی پریس بریلی میں طبع ہونی شروع ہوئی تو سیّد موصوف نگران مقرر ہوئے۔ پھر اہل سنّت وجماعت پریس پٹنہ میں باقاعدہ فتاویٰ رضویہ چھپنا شروع ہوا۔ بہار شریعت کے پہلے حصّے ابوالعلائی پریس آگرہ میں آپ نے ہی طبع کرائے سُنّیوں کے تاریخی رسالہ سوادِ اعظم مراد آباد کا پہلا شمارہ آپکی ادارت میں شائع ہوا۔

لاہور میں والد مکرم نے جامع مسجد داتا گنج بخش کی خطابت کے لیے طلب کیا۔ آپ غالباً ۱۹۲۳ء میں لاہور پہنچے۔ داتا گنج بخش کی جامع مسجد ان دنوں زیر تعمیر

تھی۔ غلام رنز۔ مرحوم موجودہ عمارت بنوار ہے تھے۔ محرم علی چشتی، سید محمد امین اندرابی اور خلیفہ مولوی تاجدین کے مشورہ سے آپ کو مسجد وزیر خان میں تدریس علوم دینیہ پر مامور کر دیا گیا۔ مسجد وزیر خان میں ان دنوں حضرت مولانا دیدار علی خطابت فرماتے۔ سید صاحب کی محنت کی شہرت نے سارے پنجاب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ طلبا جوق در جوق لاہور پہنچنے لگے اور مسجد وزیر خاں کے وسیع صحن میں دینی علوم حاصل کرنے والوں کے جمگھٹے لگ گئے۔ مرزا ظفر علی جو ان دنوں مسجد وزیر خاں کے متولی تھے انہیں طالب علموں کے اجتماع سے اختلاف تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا دیدار علی شاہ نے مسجد وزیر خان سے استعفاء دے دیا۔ اسی اثناء میں لاہور کے سُنّی زعماء نے ایک دار العلوم کی ضرورت کو بڑی شدت سے محسوس کیا۔ چنانچہ قاضی حبیب اللہ، مولوی محمد دین، حاجی شمس الدین (جسے زمیندار علامہ لوٹوٹی اور علامہ بھوسوکی کے القابات سے یاد کرتا تھا) اور مولینا محرم علی چشتی نے انجمن حزب الاحناف ہند کی بنیاد رکھی اور ۵ ار مارچ ۱۹۲۶ء کو باقاعدگی سے تعلیم و تدریس کا آغاز ہو گیا۔ ان دنوں اس دار العلوم میں مولانا مہر الدین، قاضی سراج احمد جیسے نامور شاگرد زیر تعلیم تھے۔ اسی سے سید صاحب نے لوکو شاپ کے سامنے نماز جمعہ پڑھانے کا آغاز کیا (بحمد اللہ ۵۰ سال تک آپ وہاں جمعہ کی نماز ادا کرتے رہے) دار العلوم حزب الاحناف کا ابتدائی دور بڑا بے سرو سامانی کا دور تھا۔ مسجد وزیر خاں سے نکلے تو لنڈا بازار، وہاں سے اٹھے تو ٹکی دروازہ، پھر وائی رانگہ کی مسجد اور بعد ازاں مائی لاڈو کی مسجد میں تدریس جاری ہوئی۔ آخر کار ۵ ار مارچ ۱۹۲۶ء کو دہلی دروازہ کے اندر تین گنبدوں والی مسجد جو شیر شاہ سوری کے زمانہ کی تعمیر شدہ تھی، دار العلوم کیلئے منتخب کی گئی۔ مسجد کی صفائی ہوئی، مرمت ہوئی پیر جماعت علی شاہ علی پوری نے پانچ سو روپیہ مسجد کی صفائی پر خرچ کیا اور نو ماہ میں یہ سُنّی دار العلوم اپنی پوری تابانیوں سے جلوہ گر ہو گیا۔ ابتدائی اساتذہ میں سے حضرت مولانا دیدار علی شاہ کے

علاوہ علامہ ابوالبرکات، علامہ ابوالحسنات، مولانا عبدالغفور، مولانا عبدالحنان جیسے لوگ شریک درس تھے۔ سب سے پہلے جلسے میں پاک و ہند کے نامور سنی علماء کا اجتماع ہوا جن میں حضرت صدرالافاضل محمد نعیم الدین مرادآبادی، مولانا حامد رضا، مولٰینا عبدالعزیز خان، مولانا رحمت الٰہی، مولانا مشتاق احمد کانپوری، مولانا مصطفٰے رضا، مولانا عبدالمجید بانڈے والے، مولٰینا عبدالحمید بنارسی، صبغت اللہ شہید انصاری اور مولانا حشمت علی جیسے ناموران اہلسنت تشریف لائے۔ اس جلسے نے پنجاب بھر میں دارالعلوم کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے اور آگے چل کر دارالعلوم حزب الاحناف نے اتنے بڑے بڑے فاضلان روزگار پیدا کیئے جو آسمانِ شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ مولانا مہرالدین، قاضی سراج احمد مولوی محمد علی۔ ابوالنور مولوی محمد بشیر کوٹلی لوہاران، مولانا حافظ مظہرالدین، مولانا غلام دین، مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا تازہ گل کابلی، مولانا نوراللہ بصیرپوری، مولانا عبداللہ قصوری اور حافظ محمد عالم سیالکوٹی جیسے مایۂ ناز فرزندان اہلسنت تو قابل فخر ہیں۔

آپ حضرت علی حسین کچھوچھوی اشرفی سمنانی کے مرید ہیں۔ اسی نسبت سے اشرفی کہلائے۔ اپنے پیرو مرشد اور استاد مکرم مولانا نعیم الدین مرادآبادی کے ہمرکاب ۱۹۳۰ء میں حج بیت اللہ کو گئے اور روحانیت کی دولت سے دامن مراد بھر کر لوٹے اور خدمت دین میں مستغرق ہوگئے۔ لاہور ان دنوں بد اعتقادیوں کے طوفانوں کی زد میں تھا۔ وہابی، دیوبندی، نیچری، مرزائی اور رافضیوں کے علاوہ کئی قسم کے دوسرے فتنے اٹھتے اور سنیت کے اس کوہ الوند سے ٹکراتے۔ آپ نے مولوی اشرف علی تھانوی کو لاہور میں مناظرے کیلئے للکارا مگر وہ نہ آئے۔ مولوی احمد علی کا مقابلہ کیا۔ زمیندار کی خرافات کا جواب دیا۔ مشرقی کے غلط مذہب کا پوسٹ مارٹم کیا۔ مرزائیوں سے مناظرے کیے اور چکڑالویوں کو چاروں شانے چت گرایا۔ اس سلسلہ میں آپ کی مشہور ترین تحریریں مناظرہ تلون، دبوس المقلدین، فتح المبین، مناظرہ ترن تارن،

ضیاء القنادیل، وہابیوں کی کہانی اور مشرقی کا غلط مذہب کی شکل میں سامنے آئیں۔ اس سلسلہ میں آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا مگر آپ نے اپنا کام جاری رکھا۔

آپ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۷۸ء تک طلباء علوم دینیہ کو قرآن وحدیث کی ضیاؤں سے منور فرماتے رہے۔ طویل علالت کے بعد ۲۴ ستمبر ۱۹۷۸ء ۱۳۹۸ھ کو وفات پائی۔ آپ کی اولاد میں سید محمود احمد رضوی[1] مدظلہ العالی ابھی حیات ہیں اور آپ کی جانشینی کا حق ادا کر رہے ہیں۔

مولانا ابوالبرکات کی قلمی یادگاروں میں چند تبلیغی رسائل کا پتہ چلا ہے جو "انجمن حزب الاحناف" کی طرف سے وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان کے علاوہ حسب ذیل کتابوں کے نام بھی ملتے ہیں۔

(۱) فتح المبین :
(۲) مناظرہ ترنتارن :
(۳) وہابیوں کی کہانی :

نوٹ:- یہ مضمون "اکابر تحریکِ پاکستان" سے اخذ کیا گیا ہے۔ (قصوری)

---

[1] علامہ محمود احمد رضوی مدظلہ العالی کا اہلسنّت کے اکابر علماء میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کی نہ صرف تحریکِ پاکستان میں خدمات ہیں بلکہ ساتھ ہی مملکت پاکستان میں چلنے والی ختم نبوت تحریک میں بھی اہم کردار رہے۔ علمی میدان میں بھی آپ کی کاوشیں قابلِ ستائش ہیں۔ سب سے اہم کام آپ صحیح البخاری شریف کی شرح کا انجام دے رہے ہیں۔ اب تک اس کی چار جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ لاہور سے ایک رسالہ ماہنامہ "رضوان" بھی نکال رہے ہیں۔ (مجید)

مولانا محمد حسنین رضا ابن حسن رضا بریلوی علیہ الرحمہ

آپ اعلیحضرت بریلوی قدس سرہ کے برادر اصغر مولانا شاہ محمد حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۶ھ) کے منجھلے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰ ذالحجہ میں ہوئی۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی سے تعلیم حاصل کی۔ اسی دوران اعلیحضرت قدس سرہ سے بھی اکتساب علم کیا۔ معقولات کی کچھ کتابیں رامپور کے مدرسہ ارشاد العلوم میں مشہور و ممتاز علماء حضرت مولانا ظہور الحسن اور مولانا عبدالعزیز (یہ دونوں حضرات مولانا عبدالحق خیرآبادی کے شاگرد تھے) سے پڑھیں۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے کچھ عرصہ بعد حسنی پریس کے نام سے ایک پریس قائم کیا اور اعلیحضرت کے بہت سے رسائل اپنے خرچ سے شائع کئے۔ یہ دور آپ کی زندگی کا شاندار دور رہے۔

اعلیحضرت کی ایک صاحبزادی آپ سے منسوب تھیں جن کا کچھ عرصہ بعد انتقال ہوگیا۔ اعلیحضرت نے آپ کو اجازت و خلافت سے بھی نوازا۔ آپ نے خلافت کمیٹی، ندوہ تحریک، فتنہ وہابیت اور دیگر جتنے اپنے دور کے فتنوں کے سدباب کے لئے حضرت حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ساتھ مل کر بھرپور کام کیا۔ جماعت رضائے مصطفے کی شاندار خدمات میں آپ کا نمایاں حصہ ہے۔

آپ کے کثیر تلامذہ میں مندرجہ ذیل حضرات بہت مشہور ہوئے۔

۱۔ شیر بیشہ اہلسنت مناظرِ اسلام حضرت مولانا حشمت علی خاں رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ مولانا غلام جیلانی اعظمی برادر زادہ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ
۳۔ مولانا مفتی اعجاز ولی خاں رضوی رحمۃ اللہ علیہ
۴۔ مفتی تقدس علی خاں علیہ الرحمۃ ف۱ استاذ پیر آف پاگارا شریف (جامعہ راشدیہ پیر جوگوٹھ سندھ)
۵۔ مولانا حامد علی رائے پوری وغیرہ۔

آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں مندرجہ ذیل زیور طبع سے آراستہ ہوکر شہرت دوام حاصل کرچکی ہیں :

ف۱: حضرت علامہ مفتی تقدس علی خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی نور اللہ مرقدہ کے رشتے میں بھتیجے اور آپ کے خلف اکبر حجۃ الاسلام علامہ مفتی حامد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے خویش اور خلیفہ تھے۔

آپ کی ساری زندگی دین اسلام کی تبلیغ اور علوم اسلامیہ کی خدمت میں گزری۔ قیام پاکستان سے قبل ۱۹۴۸ء تک آپ اعلیحضرت کے دار العلوم منظر اسلام (بریلی) میں تدریسی اور تنظیمی خدمات انجام دیتے رہے۔ پاکستان ہجرت کے بعد سے تادم آخر جامعہ راشدیہ پیر جوگوٹھ (سندھ) میں درس و تدریس میں مصروف عمل رہے۔ آپ کو چونکہ امام احمد رضا قدس سرہٗ سے نسبی، روحانی اور علمی نسبتیں حاصل تھیں اس لیے آپ ہمیشہ ان کے مشن کو وسعت دینے میں کوشاں رہے۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کا قیام بھی آپ کی اسی سعی و کاوش کا نتیجہ ہے اور اعلیحضرت سے قلبی و روحانی تعلق کا ثبوت بھی۔

مجیب

۱۔ دشتِ کربلا ۲۔ نظامِ شریعت
۳۔ اسبابِ زوال ۴۔ حلیہ اعلیٰحضرت
۵۔ وصایا شریف

آپ کو شعر و سخن سے بھی خاصا لگاؤ ہے۔ اپنے دادا گرامی حضرت استاذ زمن مولانا شاہ محمد حسن رضا خاں حسن[۱] کی طرح نعتیہ شاعری میں خاصا زور ہے۔ اگرچہ اشعار بہت

---

۱ نعت گوئی میں اپنے برادرِ بزرگ اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ سے مستفیض تھے اور عاشقانہ رنگ میں حضرت نواب فصیح الملک بہادر بلبل ہندوستان داغ دہلوی مرحوم سے تلمذ تھا۔ ایک مدت تک ریاست رام پور میں رہ کر استاد کے گلشن سخن سے گل چینی فرماتے رہے۔ اسی لئے ایک جگہ آپ فخریہ فرماتے ہیں: ؎

کیوں نہ ہو تیرے سخن میں لذتِ سوز و گداز
اے حسن شاگرد ہوں میں داغ سے استاد کا

کم کہے لیکن جو کچھ کہا خوب کہا ہے۔ حضرت حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ ایک نعت کا مشہور شعر ہے:

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاکِ حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں۔

آپ نے اسی مفہوم کو یوں ادا کیا ہے

تیری نعلِ مقدس جس کے سر پہ سایہ گستر ہے
وُہی فرمانروائے ہفت کشور ہے، سکندر ہے

مزید چند اشعار بھی ملاحظہ فرمائیے

خُدا ہی جانے اُن کے سر کی عزت اور عظمت کو
قدم ان کے جہاں پہنچے وہ عرش ربِ اکبر ہے

تیرے الطاف بے پایاں تری چشمِ کرم مولا
ہمیں پر ہے، ہمیں پر ہے، ہمیں پر ہے، ہمیں پر ہے

ہمارے پاس تھا ہی کیا جسے قربان کر دیتے
یہ اک ٹوٹا ہوا دل ہے جو قدموں کی نچھاور ہے

یہ ماہ و مہر بھی تو منتظر ہیں اک اشارہ کے
زمیں پر آپ رہتے ہیں حکومت آسماں پر ہے

پلٹنے والے کیا پلٹے مقدر کا پلٹنا تھا
نہ یاں وہ سبز گنبد ہے، نہ یاں اللہ کا گھر ہے

عضب ہی کر دیا حسنین طیبہ سے پلٹ آئے
وہ جیتے جی کی جنت ہے، وہ جنت سے بھی بڑھ کر ہے

اتباعِ شریعت اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت جو آپ کے والد ماجد اور امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی حیاتِ مُبارکہ کا سرمایہ ہے، اس سے بفضلہٖ تبارک و تعالیٰ آپ نے بھی وافر حصہ پایا ہے۔ علم دین سے گہرا شغف رکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اپنے تینوں صاحبزادوں کو قرآن و حدیث سے بہرہ یاب فرمایا۔

درس و تدریس کو چھوڑے ہوئے ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے لیکن آج بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیشمار احادیث طیبہ آپ کو زبانی یاد ہیں جنہیں وقتاً فوقتاً عوامی نشستوں میں بیان فرماتے ہیں اور اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ

حدیث پاک بیان کرتے وقت آپ کے قلب مبارک پر رقت طاری ہوگئی اور آنسوؤں سے آنکھیں پُرنم ہوگئیں۔

مولانا حسنین رضا علیہ الرحمہ نے تقریباً ۹۱ برس کی زندگی پائی اور بروز یکشنبہ ۵ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۴ر دسمبر ۱۹۸۱ء کو آپ اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ مولانا سید اعجاز صاحب رضوی جو ایک معمر اور دیانتدار آدمی ہیں آپ کے غسل میں شریک تھے آپ نے قسم کھاکر فرمایا کہ دورانِ غسل مولانا حسنین رضا کی زبان پر لفظ اللہ جاری تھا۔ جو میں نے ایک دفعہ خود سنا۔ آپ کی اولاد میں مولانا سبطین رضا آپ کی یادگار ہیں اور آپ کا مکمل نمونہ ہیں۔

نوٹ:۔ مولانا حسنین رضا کے تمام حالات آپ کے صاحبزادے مولانا سبطین رضا کے مضمون سے ماخوذ ہیں جو انہوں نے سیرت اعلیٰ حضرت میں لکھے ہیں۔
(مجید)

حضرت مولانا شاہ محمد حبیب اللہ قادری میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ محلہ خیر نگر میرٹھ میں ہوئی، والدِ گرامی کا اسم مبارک حضرت شاہ محمد عظیم اللہ تھا جو اپنے وقت کے عالم باعمل اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے، ۱۸۹۳ء میں حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ تو غلافِ کعبہ کو تھام کر یہ دعا کی: "الٰہا بادشاہا بے نیازا! تیری بیشمار نعمتوں اور ان گنت احسانات کا شکریہ ادا کرنے سے زبان قاصر ہے، تیرا یہ عظیم کرم ہے کہ تو نے اپنے گھر کا طواف کرنے اور مدینہ منورہ میں اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضری کی سعادت عطا فرمائی۔ اے مالک و مولیٰ میری یہ محبوب تمنا بھی پوری فرما کہ میرا اکلوتا بیٹا حبیب اللہ میری زندگی میں حفظِ قرآن کریم کی سعادت پائے اور میں اسے خدمتِ دین متین میں مصروف دیکھ کر دنیا سے رخصت ہو جاؤں"۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کی وفات کے وقت یعنی ۱۶ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ / ۲۵ فروری ۱۹۱۲ء کو شاہ محمد حبیب اللہ علیہ الرحمہ خطابت و امامت، افتاء نویسی و وعظ، تذکیر و تدریس کی ذمہ داریاں سنبھال چکے تھے[1]

حضرت شاہ محمد حبیب اللہ قادری نے ابتدائی تعلیم مدرسہ "امداد الاسلام" میرٹھ

---

[1] اذکارِ حبیبِ رضا از شاہ محمد عارف اللہ قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۶:

میں حاصل کی اور حفظِ قرآن اپنے حقیقی چچا حضرت حافظ حفیظ اللہ سے کیا۔ فارسی کی تعلیم مدرسہ عالیہ رونق الاسلام، کنبوہ دروازہ میرٹھ میں مولانا ریاض الدین افضل گڑھی سے حاصل کی۔ ۱۳۱۵ھ میں میرٹھ کی مشہور علمی قدیمی درسگاہ 'مدرسہ قومی' واقع مسجد خیر المساجد میں داخل ہوکر درسِ نظامی کا آغاز فرمایا، درسِ نظامی کے ساتھ ہی شہر کے مشہور طبیب حکیم نصیر الدین دہلوی سے فنِ طب کی کتابیں پڑھنی شروع کردیں۔ اس دور میں اکثر علمار کرام درسِ نظامی کے ساتھ ہی کتبِ طب کی تکمیل ضروری جانتے تھے تاکہ خدمتِ دین کے ساتھ ساتھ خدمتِ خلق بھی کی جاسکے۔

۱۳۲۷ھ میں تمام علوم وفنون میں سندِ فراغت حاصل کی، فارغ التحصیل ہونے کے بعد ایک سال تک کپڑے کی تجارت کرتے رہے لیکن بیرونی دوروں کی مشغولیت کی بنا پر اس مشغلہ کو ترک کرنا پڑا۔ آپ مدرسہ 'امداد الاسلام' میں چند سال عربی وفارسی کی تدریسی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔

آپ نے ایک عرصہ سے اعلیٰحضرت امام اہلِ سنّت کی علمی شہرت کا چرچا سُن رکھا تھا، اس لئے ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء میں بریلی شریف حاضر ہوکر آپ کے دستِ مبارک پر بیعت سے مُشرف ہوئے اور پھر مسلسل حاضر ہوتے رہے۔ بریلی شریف میں ایک سال کی مُسلسل حاضری، مجددِ وقت کی پُراثر صُحبت اور زہد وریاضت کی کثرت نے وہ جِلا بخشی کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے بیعت سے صرف گیارہ مہینے بیس دن بعد شرفِ خلافت سے نوازا۔ اور یہ واقعہ اب آپ حضرت کے صاحبزادہ مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری کی زبانی سُنیئے:۔

جب حضرت صاحب عید الاضحیٰ کے بعد سلام عید کے لئے آستانہ عالیہ رضویہ پر حاضر ہوئے تو وہاں چند علمار کو خلافت عطا فرمانے کا تذکرہ سُنا، بازار سے نئے عماموں کی خریداری دیکھی اور باہر سے آنے والے

کچھ علماء سے ملاقاتیں بھی ہوئیں لیکن حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ میرے ذہن کے کسی گوشہ میں یہ وہم وگمان تک نہ تھا کہ آج کی خصوصی مجلس میں سلسلۂ عالیہ قادریہ چشتیہ کی عظیم امانت (خلافت) سے مجھ ایسے حقیر وفقیر کو بھی نوازا جائے گا۔

حضرت صاحب فرماتے تھے کہ جب اکابر علماء کی دستار بندی ہوچکی تو اس فقیر قادری کو قریب بُلاکر فرمایا کہ: "مولانا! دل چاہتا ہے کہ فقیر اپنے سر کا استعمال عمامہ آپ کو دے" اور یہ فرماکر عمامہ میرے سر پر باندھ دیا گیا اور اجازتِ بیعت دے دی گئی۔

میرے خیال میں یہ عظیم خصوصیت اس مجلسِ خلافت کے علاوہ شاید ہی کسی خوش نصیب کو میسر ہوئی ہو۔

دوسری خصوصیت یہ حاصل ہوئی کہ خلافت نامہ میں اعلیٰ حضرت نے میرے والدِ ماجد کا نام "حبیب رضا" تحریر فرمایا، چنانچہ اس مناسبت سے اعلیٰ حضرت کے خلفِ اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ نے منظوم شجرہ شریف میں ان دو شعروں کا اضافہ فرمایا ؎

کر حبیب اللہ یا رب واسطہ محبوب کا	شاہ حبیب اللہ محبوب رضا کے واسطے
دے محبت اپنی اور اپنے حبیبِ پاک کی	شاہ حبیب اللہ میرے پیشوا کے واسطے[1]

آستانہ عالیہ رضویہ سے مراجعت فرماتے ہی مسلک کی تبلیغ اور عوام میں دینی شعور پیدا کرنے کا والہانہ جذبہ پیدا ہوا۔ میرٹھ میں سب سے پہلے ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء میں عظیم الشان سہ روزہ جلسۂ عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہی کی تحریک پر

---

[1] ایضاً ص: ۱۸

منعقد ہوا۔ میرٹھ میں جلسہ کا انعقاد کچھ آسان نہ تھا اور بالخصوص ایسے وقت جبکہ اس نام سے عام جلسوں کا رواج پُورے ہندوستان میں شاذ و نادر ہی تھا۔ ادھر جلسہ کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور اُدھر جلسہ کو ناکام بنانے کے منصوبے جنم لے رہے تھے۔

علماءِ دیوبند کے وہ فتاویٰ جن میں میلادِ مُبارک کو (معاذاللہ) کنہیا کے جنم اور عیسائیوں کی نقل سے تشبیہہ دی گئی تھی، پوسٹروں اور کتابچوں کی صُورت میں مُفت تقسیم کئے جا رہے تھے، مساجد میں عوام کو بھڑکایا جا رہا تھا لیکن ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

علماءِ اہلِ سُنّت کی دینی کاوشوں اور عوام کے جوشِ عقیدت نے جلسوں کو اُمید سے زیادہ کامیاب بنایا۔ ۱۰-۱۱-۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۳۱ھ صُبح دوپہر اور رات کو ہندوستان کے مشاہیر علماء نے مسلمانانِ میرٹھ کو ایک نئی زندگی بخشی، ہر جلسہ کا اختتام صلوٰۃ و سلام پہ ہوتا تھا۔ اس جلسے کے اثرات نے قُرب و جوار کے شہروں، دیہاتوں اور ہر محلّہ کے مسلمانوں میں ایسی تازگی پیدا کی کہ گھر گھر نعت خوانی اور محافلِ میلاد کا چرچا ہونا شروع ہو گیا۔

یُوں تو جلسہ کی کامیابی نے مُخالفینِ اہلِ سُنّت کے پُورے کیمپ میں ہلچل ڈال دی۔ لیکن محلہ خیر نگر کے رہنے والے بعض دیوبندیوں نے "تھانہ بھون" پہنچ کر اپنی جماعت کے حکیم الامت صاحب سے کوئی مؤثر نسخہ تجویز کرنے پر زور دیا چُنانچہ انہوں نے ۲۸ ربیع الاوّل ۱۳۳۱ھ کو ایک وعظ کیا جسے "النور" کے نام سے شائع کیا گیا اور دوسرے سال ۳ ربیع الاوّل ۱۳۳۲ھ میں اپنے گاؤں (تھانہ بھون) کی جامع مسجد میں وعظ کیا جس کو "الظہور" کے نام سے شائع کیا اور اس کے صفحہ ۲۹ پر یہ لکھا:-

"انہوں نے (یعنی مُوجدانِ عید میلاد النبی) بیانِ ولادت شریف میں یہاں تک بے ادبی کی ہے کہ صُبح صادق کے وقت وہ بیان ہوا اس لئے

کہ حضور کی ولادتِ شریف اسی وقت ہوئی ہے اور ایک گہوارہ لٹکایا گیا، غرض پوری نقل بنائی گئی اگر یہی نقل ہے تو خدا خیر کرے، ایک عورت کو بھی لاویں گے اور اس کو کہہ دیں گے چلایا کرے۔

دیکھا آپ نے! یہ افترا کسی عام جاہل کی طرف سے نہیں بلکہ دیوبندی جماعت کے حکیم الامت اور پیر طریقت کی طرف سے مجمع عام میں لگایا گیا اور پھر مصداق ؏

چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

اس دروغ بافی کو بصورت رسالہ شائع کیا گیا ؏

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

رسالہ میں حکیم الامت صاحب کی اس جرارت پر جلسہ عید میلاد مبارک کے ایک رکن خاص جناب قاضی مہتمم الدین صاحب صدیقی نے ایک اشتہار بعنوان "تھانوی دروغ بافی" شائع کیا اور اس میں گہوارہ والی بات سچ ثابت کرنے پر پانچ ہزار روپے انعام مقرر کیا گیا، اشتہار میں جو اشعار بارگاہ نبوی میں بطور استغاثہ پیش کئے گئے، ان سے آپ بھی لطف اندوز ہوں ۔

اے بسراپردۂ طیبہ بخواب ۔۔۔ خیز کہ شد تھانہ بھون ہم خراب
فتنہ برپا شد کز دیوبند ۔۔۔ تھانہ بھون کرد دراجار چند
حیف کہ ظلمت کدۂ کفر شد ۔۔۔ آنکہ گہے مطلع انوار بد
یا علیؓ در صفِ میدان فرست ۔۔۔ یا عمرؓ بر سرِ شیطان فرست [1]

آپ نے سخت مشکلات کے باوجود مسلک کی تبلیغ بالخصوص اعلیٰحضرت کی کتابوں کی نشر و اشاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین سمجھا اور اسی بنا پر ضلع میرٹھ

---

[1] ایضاً ص: ۱۶

کے علاوہ آس پاس کے اضلاع و قصبات و دیہات کے رہنے والے مسجد جامع خیر المساجد کو اہلِ سُنّت کا عظیم مرکز سمجھتے تھے۔ اور دینی اُمُور میں آپ کی طرف رجوع کرتے۔

۱۹۱۸ء میں آپ نے میرٹھ میں مسلم دار الیتامیٰ و المساکین کی بنیاد رکھی جس میں لاوارث و یتیم بچّوں کی مُفت رہائش، خوراک، پوشاک اور عربی فارسی، اردو اور انگریزی تعلیم کے ساتھ خیاطت (درزی خانہ) اور نجّاری (فرنیچر بنانے) کے دو شعبے بھی قائم فرمائے، اس تعلیمی وصنعتی ادارے نے بہت جلد ترقی کی منزلیں طے کرلیں اور آج تک کامیابی سے چل رہا ہے اس ادارہ کی بنیاد رکھنے میں جن حضرات نے خصوصیت سے دلچسپی لی اور جن کا تعاون ہر مرحلہ پر حاصل رہا ان میں قابلِ ذکر یہ افراد تھے:

۱- مولانا سید محمد حسین بریلوی
۲- حضرت مولانا شاہ احمد مختار صدّیقی۔
۳- حضرت مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدّیقی
۴- خواجہ محمد اکبر خاں وارثی (مصنف میلاد اکبر)
۵- حکیم محمد میاں عرشی (فرزند حضرت مولانا عبد السمیع صاحب بیدلؔ مُصنف انوارِ ساطعہ)
۶- حافظ حفیظ الدین صاحب (مہتمم مدرسہ امداد الاسلام)

آپ کو متعدد بار خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف نصیب ہوا۔ ہمعصر علماء و مشائخ سے آپ کی اکثر ملاقاتیں رہتی تھیں، میرٹھ کے مشہور بزرگ صوفی جان محمد (المعروف ولی جی) سلسلۂ وارثیہ کے مشہور زمانہ بزرگ حضرت حاجی سید وارث علی شاہ دیوہ شریف، شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی

گیلانی کچھوچھوی، حضرت شاہ ابوالخیر مُجدّدی دہلوی، سلسلۂ قادریہ کے بلند پایہ بزرگ حضرت مولانا شاہ بہاؤالدین (چونڈیرہ شریف) اور حضرت حافظ یار محمد مہارنپوری سے آپ کے خصوصی تعلقات تھے۔

آپ کا وصال ۲۶ رشوال المکرم ۱۳۶۷ھ / یکم ستمبر ۱۹۴۸ء کو تریسٹھ سال کی عُمر میں دو بج کر ۱۵ ر منٹ پر ہوا، نمازِ جنازہ حضرت مولانا سید غلام جیلانی صدر المدرسین مدرسہ اسلامیہ عربیہ نے پڑھائی اور قبرستان حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ میں دفن ہوئے [1]

---

[1] ایضاً ص: ۳۶

شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام

مولانا مفتی محمد حامد رضا خان قادری بریلوی

امام احمد رضا خان کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہ ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام محمد ہے، عرفاً حامد رضا اور حجۃ الاسلام اور امام الاولیاء کے القاب سے مشہور ہیں۔ والد ماجد امام احمد رضا سے درسیات کی تکمیل کی۔ اُنیس برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے، عربی زبان وادب پر بڑا عبور حاصل کیا۔ برسہا برس دار العلوم منظرِ اسلام بریلی میں درسِ حدیث وتفسیر دیا۔ دار العلوم منظرِ اسلام کے مہتمم ہوئے۔ آپ کا درس بیضاوی، شرح عقائدِ نسفی، شرح چغمینی بہت مشہور تھا۔ فقہی مسائل حل کرنے اور فتاویٰ تحریر کرنے میں بھی بہت ملکہ حاصل تھا، بلکہ بعض علماء کو فقہ کی مشہور ومعتبر اور متداول کتاب دُرِّ مختار کا بھی درس دیا کرتے تھے۔

حضرت مخدوم شاہ سید ابو الحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ سے بیعت وخلافت تھی۔ والدِ گرامی نے جمیع سلاسل کی خلافت واجازت دی۔ علم وفضل میں اپنے والد ماجد کے آئینہ تھے۔ اسی حقیقت کو امام احمد رضا خان نے یوں بیان فرمایا۔

اَنَا مِنْ حَامِد، حَامِد رضَا مِنّی کے جلووں سے
بِحَمْدِ اللہ رِضَا حَامِد اور حامد رضا تم ہو

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کی سند برکۃ المصطفیٰ فی الہند شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی قدس سرہٗ تک بطریق ذیل ہے۔

امام حجّۃ الاسلام رضی اللہ عنہ عن السید السند المولی الکریم مولانا الشاہ ابی الحسین احمد النوری عن جدہ الکریم المولی الکریم مولانا السیّد آل الرسول المارھروی عن عمہ العارف الکامل مولانا الشاہ السید آل احمد المارھروی عن استاذہ الکریم مولانا السیّد التقی النقی الشاہ آل محمد المارھروی عن البارع الکامل السیّد طفیل محمد عن الاستاذ الکامل البارع الاورع السیّد فخر الدین البلجرامی عن استاذہ الشیخ الافخم عدیم العدیل فی عصرہ مولانا الشیخ نورالحق عن ابیہ الکامل المحقق المحدّث مولانا الشیخ عبدالحق الدہلوی قدس اللہ اسرارھم [۱]

دارالعلوم منظرِ اسلام، بریلی کا اجراء ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں ہوا۔ اس کے محرک مولانا محمد ظفر الدین بہاری نے امام احمد رضا کے برادرِ خورد مولانا حسن رضا اور خلفِ اکبر مولانا حجۃ الاسلام کو ہم خیال کرکے حضرت مولانا حکیم سید محمد امیر اللہ بریلوی کو ان کی سیادت کے پیشِ نظر منتخب کیا کہ امام احمد رضا، سید ہونے کی وجہ سے ان کی بات نہ ٹالیں گے۔ حضرت حکیم

---

[۱] مفتی محمد اعجاز ولی رضوی بریلوی "مولانا حامد رضا" رضائے مصطفیٰ، ص ۵ - ۶ ۱۳۷۹ھ

موصوف نے سب کی طرف سے امام احمد رضا سے مدرسہ قائم کرنے کی درخواست پیش کی، امام احمد رضا نے اپنی تصنیفی مصروفیات کی وجہ سے معذرت کردی۔ تب حکیم موصوف نے کہا کہ قیامت کے دن اگر پوچھا گیا کہ بریلی میں دیوبندیت کو کس نے فروغ دیا تو میں آپ کا نام لوں گا۔ امام احمد رضا نے دریافت فرمایا، وہ کیونکر ؟ حکیم موصوف نے فرمایا کہ آپ مدرسہ قائم نہیں کرتے اس لیے ـــــ امام احمد رضا نے فرمایا " میں اپنی تصنیفی مصروفیات کی بنار پر چندہ کی فراہمی اور انتظامی امور کی دیکھ بھال نہیں کرسکتا۔ حکیم موصوف نے فوراً عرض کیا ہم لوگ مدرسہ قائم کرتے ہیں، آپ تائید فرمادیں ـــــ چنانچہ رحیم یار خاں صاحب کے مکان پر مولانا محمد ظفرالدین اور مولانا عبدالرشید عظیم آبادی دو طلبہ سے مدرسہ کا افتتاح ہوا۔ امام احمد رضا نے بخاری شریف کا درس دیا۔ منظر اسلام مدرسہ کا تاریخی نام (۱۳۲۲ھ) مولانا حسن رضا نے تجویز فرمایا اور مولانا حسن رضا پہلے مہتمم مقرر ہوئے [1] بعد ازاں امام احمد رضا مہتمم ہوئے۔ کثرتِ کار کی وجہ سے امام احمد رضا کے لیے مدرسہ کا اہتمام جب مشکل ہوگیا تو اپنے خلفِ اکبر مولانا حامد رضا بریلوی کو مدرسہ کا مہتمم بنادیا۔ [2]

حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کو علم و فضل اور ادب و تفقہ میں وہ ملکہ تام حاصل تھا کہ بڑے بڑے علماء دیکھ کر عش عش کر اٹھتے تھے۔ فی البدیہہ

---

[1] تذکرہ علماء اہلسنت، مرتبہ مولانا محمود احمد قادری، کانپوری مطبوعہ خانقاہ قادریہ اشرفیہ اسلام آباد (بہار) ص ۱۱۰ ـ ۱۱۱، [2] حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی مؤلفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ـ ص ۲۱۲ ـ

عربی میں قصائد و نظم کی تدوین تو معمولی بات تھی۔ آپ کے عربی ادب پر مہارت کے چند واقعات مولانا مفتی محمد اعجاز ولی بریلوی شیخ الجامعہ جامعہ داتا گنج بخش، لاہور نے لکھے ہیں۔ مولانا موصوف لکھتے ہیں۔

"مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۳۴۲ھ (۱۹۲۴ء) میں حجازِ مقدس کے وزیر دفاع حضرت سید حسین دباغ رحمۃ اللہ علیہ اُن مظالم کا ذکر کر رہے تھے جو اہلِ حرمین و مقابر مطہرہ پر کیے جا رہے تھے اور حضرت امام حجۃ الاسلام قدس سرہٗ ان کے ساتھ برجستگی کے ساتھ عربی میں گفتگو فرما رہے تھے۔ چنانچہ خود حضرت سید حسین دباغ نے فرمایا کہ "میں نے اکناف و اطراف ہند میں دورہ کیا۔ مگر ایسی تیز اور نفیس و سلیس عربی بولنے والا دوسرا نظر نہ آیا" اسی طرح ایک مرتبہ ترکی سے سید محمد مالکی تشریف لائے۔ گفتگوئیں ہوئیں، بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور یہی فرمایا کہ "طول و عرض ہند میں ان جیسا کوئی عربی بولنے والا نہ ملا۔"[1]

مولانا سید ریاض الحسن نیر خطیب حیدر آباد (برادر حضرت سید محمد مرغوب اختر الحامدی) اپنے ایک مضمون میں آپ کے علم و فضل اور عربی زبان و بیان میں دسترس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"حضور کا علمی فضل و کمال مہر منیر کی طرح درخشاں و تاباں ہے، مدینہ طیبہ میں شیخ عبد القادر طرابلسی سے مباحثہ اور شیعی

---

[1] مولانا اعجاز ولی "مولانا حامد رضا" ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ / ۲۰ نومبر ۱۹۵۹ء ص ۵۔

مجتہد سے گفتگو کے دو عظیم گواہ موجود ہیں۔ مجھ سے مولانا محمد اسلام صاحب سنبھلی زید مجدہم نے بیان فرمایا کہ حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضور جب اجمیر مقدس تشریف لے گئے تو جناب مولانا معین الدین صاحب اجمیری نے زبان عربی میں حضرت سے کچھ سوالات کیے جن کا حضور نے برجستہ عربی اشعار میں جواب دیا اور اس کے بعد حضرت صدر الافاضل جیسی شخصیت نے اعتراف فرمایا کہ عربی زبان کا ماہر میں نے حضرت جیسا کسی کو نہ دیکھا۔" لہ

حجۃ الاسلام عربی زبان پر ایسی دسترس رکھتے تھے کہ اپنے والد ماجد امام احمد رضا کی تصانیف۔ جلیلہ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ (۱۳۲۳ھ) اور کفل الفقیہ الفاہم (۱۳۲۳ھ) کی عربی زبان میں تمہیدات قلم برداشتہ لکھیں اور امام احمد رضا نے حرمین طیبین اور عالم اسلام کے جلیل القدر علماء کو جو علمی سندات دیں، ان کو ترتیب دیا۔ ان پر مقدمہ بھی لکھا۔

تدریس اور تحریر کی طرح حجۃ الاسلام کی تقریر بھی ایسی مدلل اور مؤثر ہوتی کہ حاضرین پر رقت طاری ہو جاتی۔ مجمع پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ کئی بد مذہب تائب ہو جاتے اور غیر مسلم دولت اسلام سے مالا مال ہو جاتے۔ عبدالاسلام مولانا عبدالسلام قادری، مولانا عبدالباقی،

لہ مولانا ابجانندلی: "مولانا محمد رضا" ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ ۱۶ رجادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ۔ ص ۴۔

برہان الحق اور دیگر اہل جبل پور (بھارت) کے پُرزور اصرار پر امام احمد رضا جبل پور جلوہ فرما ہوئے۔ حجۃ الاسلام ہمراہ تھے۔ وہاں کے احباب نے اس موقع پر ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا۔ اس جلسہ میں پہلی مدلّل اور جامع تقریر حضرت حجۃ الاسلام کی ہوئی۔ مجمع پر بہت اثر ہوا۔ دورانِ تقریر امام احمد رضا جلسہ گاہ میں تشریف فرما ہوئے اور آپ نے خلفِ اکبر کی تقریر سُنی، مسرّت کا اظہار فرمایا۔ داد دی اور کلماتِ تحسین فرمائے۔ [1]

حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے فرقِ باطلہ سے متعدد مناظرے کیے جن میں بفضلہ تعالیٰ آپ نے ہمیشہ فتح پائی۔ شوال المکرم ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء کو انجمن حزب الاحناف لاہور کی طرف سے مسجد وزیر خان میں ایک فیصلہ کن مناظرہ ہونا قرار پایا۔ علماء دیوبند کی طرف سے مولوی اشرف علی تھانوی مناظر مقرر ہوئے اور اہلِ سنّت کی طرف سے حجۃ الاسلام مناظر مقرر ہوئے۔ قرار پایا کہ حفظ الایمان، براہین قاطعہ اور تحذیر الناس کی متنازعہ فیہ عبارات پر فیصلہ کن گفتگو کی جائے۔

وقت مقررہ پر حضرت حجۃ الاسلام کے علاوہ کثیر تعداد میں علماء اہلِ سنّت مسجد وزیر خان پہنچ گئے۔ چند علماء کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ شیخ طریقت مولانا سید علی حسین کچھوچھوی۔

۲۔ صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی۔

---

[1] مفتی اعجاز ولی، "مولانا حامد رضا" ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ/۲۰ نومبر ۱۹۵۹ء ص ۳۔

۳۔ پیر سید صدر الدین، سجادہ نشین موسیٰ پاک، ملتان۔
۴۔ فقیہہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف، کوٹلی لوہاراں۔
۵۔ مولانا محمد شاہ، سیالکوٹی، وغیرہ۔

مگر مولوی اشرف علی دیوبندی نہ خود آئے اور نہ ہی اپنا وکیل بھیجا۔ کاش دیوبندی مناظر، میدانِ مناظرہ میں آجاتے اور اختلاف و نزاع کے رفع دخاتمہ کی کوئی صورت ہوجاتی۔ بہرحال حضرت حجۃ الاسلام کے مقابل اُسے آنے کی جرأت نہ ہوسکی۔[۱]

اہلِ سنّت کی اس عظیم الشان فتح پر مرکزی انجمن حزب الاحناف کی طرف سے حضرت حجۃ الاسلام کے اعزاز و اکرام میں ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا، جس میں آپکی خدمت میں نذرانۂ عقیدت اور ہدیۂ تہنیت پیش کیا گیا۔ شعراء نے نظمیں اور قصیدے پڑھے، فضا حجۃ الاسلام زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی، ایسا نورانی اور پُرشکوہ منظر اہل لاہور نے شاید ہی کبھی دیکھا ہوگا۔[۲]

حضرت حجۃ الاسلام علم و فضل اور حُسنِ سیرت کے ساتھ حُسنِ صورت کی دولت سے بھی سرفراز تھے، نہایت ہی حسین و جمیل اور وجیہہ شخصیت کے مالک تھے، آپ کی وجاہت، چہرہ کی رونق، نورانیت اور خدا داد حُسن و جمال بھی ایسا تھا کہ جس سے اہلِ سنّت کی خود بخود تبلیغ ہوجاتی، آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر ہی لوگ خود رفتہ ہوکر پروانہ وار جمع ہوجاتے اور آپ کے سلسلہ میں داخل ہوجاتے۔

---

[۱] مفتی اعجاز ولی "مولانا حامد رضا" ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ، ۱۸ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ ص ۳
[۲] ایضاً " " " " "

استقامت علی الشریعت اور للّٰہیت جیسی خوبیاں آپکی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھیں، ان کا اظہار اکثر موقعوں پر ہوتا رہتا تھا۔ آپ حالات کے ساتھ خود نہ بدلتے تھے، بلکہ حالات کو بدل دیتے تھے دُنیوی وجاہت سے مرعوب ہونا آپ کے لیے اجنبی تھا۔ اس سلسلہ کا ایک واقعہ یوں ہے، جب نجدیوں نے مدینہ طیّبہ پر بمباری کی تھی اور مقابر و مآثر کے انہدام کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اس وقت لکھنؤ میں "خدام الحرمین" کے نام سے ایک انجمن قائم ہوئی تھی، جس کے سربراہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی (م ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء) علیہ الرحمہ تھے۔ اس وقت مسلمانوں میں بہت زیادہ ہیجان واضطراب تھا۔ حرمین شریفین کی حفاظت وصیانت کے لیے ایک بڑا اجتماع لکھنؤ میں بلایا گیا۔ اس میں بریلی سے جماعت رضائے مصطفٰے کا علماء پر مشتمل بہت بڑا وفد زیر قیادت حضرت حجۃ الاسلام لکھنؤ پہنچا۔ وفد کے چند حضرات یہ تھے۔

حضرات حجۃ الاسلام، حضرت مفتی اعظم محمد مصطفٰے رضا، حضرت مولانا سید محمد میاں مارہروی، حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، اور حضرت مولانا حشمت علی خان لکھنوی دیگر علماء اراکین جماعت رضائے مصطفٰے بریلی۔

مولانا عبدالباری نے لکھنؤ اپنے مالدار وذی وقار مریدین ومعتقدین کے ہمراہ حضرت حجۃ الاسلام کے شاندار استقبال کا اہتمام کیا۔ جب حجۃ الاسلام ٹرین سے اتر رہے تھے تو مولانا عبدالباری نے مصافحہ کی کوشش کی، مگر آپ نے ہاتھ روک لیا اور مصافحہ نہ کیا، بلکہ فرمایا۔

"مصافحہ ہوگا، مگر پہلے وہ مسئلہ شرعی طریقہ سے طے

ہوجانا چاہیئے جس کی وجہ سے آپ کی اور ہماری علیحدگی ہوئی ہے۔ مسئلہ طے ہونے تک آپ کے ہاں قیام نہ کروں گا۔ میرے ایک دوست یہاں پر ہیں، ان کے ہاں میرا قیام ہوگا۔"

یہ واقعہ ایک عظیم استقبال کے موقعہ پر ہوا۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی ناکام واپس آگئے۔ ان کے لیے یہ صورت حال انتہائی ناگوار تھی اس واقعہ کا پس منظر یہ تھا کہ تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کے دور میں مولانا عبدالباری ہندو لیڈر گاندھی سے بہت متاثر ہوئے۔ اسی دور میں ان سے کچھ ایسے کلمات وحرکات صادر ہوئے جو ایک مسلمان کی شان کے خلاف تھے۔ امام احمد رضا نے انہیں توجہ دلائی کہ آپ ان کلمات سے توبہ کریں۔ دونوں حضرات کے درمیان مراسلت[1] جاری رہی، مگر معاملہ طے نہ ہوسکا۔ اس بنا پر علمار اہلسنت ان سے خوش نہ تھے۔ مولانا عبدالباری کی ناگواری دیکھ کر حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اور مولانا عبدالقدیر بدایونی ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مولانا! آپ کو ناگوار نہ ہو، اس میں ناراضی کی کوئی بات نہیں۔ چونکہ امام احمد رضا کا شرعی فتویٰ آپ کے خلاف موجود ہے۔ آپ نے ان کے انتباہ کے باوجود اپنی غیر شرعی حرکات سے رجوع نہیں کیا۔ اس لیے حضرت حجۃ الاسلام نے اس شرعی ذمہ داری کی بنا پر محض دین کی خاطر ایسا کیا ہے۔ اگر انہیں دنیا

---

[1] مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا بریلوی نے اس مراسلت کو "الطاری الداری لہفوات عبدالباری" کے نام سے تین حصوں میں جمع کیا اور جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی نے ۱۹۲۰ء میں اسے شائع کیا۔

دکھنی منظور ہوتی تو لکھنؤ میں آپ کی وجاہت اور آپ کے ساتھیوں کی کثرت کو دیکھ کر ضرور۔ آپ سے مصافحہ فرما لیتے، مگر انہوں نے اس کی قطعاً کوئی پرواہ نہ کی، بلکہ شرعی فتوی کا احترام کیا اور حکم شرعی پر اعلانیہ عمل کر کے دکھایا ہے حضرت صدر الافاضل کی اس تقریر پر تاثیر کا مولانا عبد الباری پر گہرا اثر ہوا۔ انہوں نے اس سے متاثر ہو کر نہایت اخلاص سے توبہ نامہ تحریر فرما دیا۔

جب یہ "توبہ نامہ" حضرت حجۃ الاسلام حضرت مفتی اعظم اور ان کے رفقاء کے پاس پہنچا تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ سب کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو چھلکنے لگے۔ ادھر مولانا عبد الباری نے فوراً کاروں کا اہتمام فرمایا اور حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند اور ان کے رفقاء کو نہایت محبت و احترام کے ساتھ اپنے دار العلوم میں لائے۔ اس موقعہ پر جب حضرت حجۃ الاسلام اور مولانا عبد الباری کا آپس میں مصافحہ و معانقہ ہوا تو وہ منظر نہایت ہی پرکیف، ایمان افروز اور قابل دید تھا۔ حضرت حجۃ الاسلام کی استقامت علی الشریعت، حضرت صدر الافاضل کی پرخلوص مساعی اور مولانا عبد الباری کی للہیت نے مل کر ایک عجیب نورانی سماں باندھ دیا۔ بعد ازاں مولانا عبد الباری کے زیر اہتمام محفل میلاد ہوئی۔ حضرت حجۃ الاسلام کے ہمراہ دار العلوم منظر اسلام بریلی کے طالب علم (جو بعد میں شیخ الحدیث بنے) مولانا محمد سردار احمد بھی تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام کے ارشاد پر حضرت شیخ الحدیث نے مولانا عبد الباری کی خدمت میں فتاوی رضویہ کی جلد اول پیش کی، جسے مولانا عبد الباری نے نہایت مسرت و احترام کے ساتھ قبول۔

مقتدر عالم کی حیثیت سے حجۃ الاسلام نے برصغیر میں مسلمانوں کے مذہبی و سیاسی، معاشرتی، معاشی اور عمرانی حقوق کے تحفظ کی خاطر اٹھنے والی تحاریک میں نمایاں حصہ لیا۔ آپکی ملّی خدمات کا تذکرہ اختصار سے کیا جاتا ہے۔

۱۔ رجب ۱۳۳۹ھ / مارچ ۱۹۲۱ء میں جمعیت علماء ہند نے کانگرس کے اغراض و مقاصد کی اشاعت و تبلیغ کے لیے بریلی میں ایک جلسہ کا اہتمام کیا اور تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے مخالفین امام احمد رضا کے ہم نوا علماء کو مناظرہ کی دعوت دی۔ ابوالکلام آزاد جمعیت علماء ہند کے جلسہ کے رُوح رواں تھے۔ علماء اہل سنّت کے وفد نے اپنا مؤقف واضح کیا اور دو قومی نظریہ کی وضاحت کی۔ کانگرس مسلمانوں کے مفاد کو بالائے طاق رکھ کر ہندوؤں کے غلبہ و تسلط اور سوراج یعنی ہندوراج کے لیے کوشاں ہے۔ اس وفد میں حجۃ الاسلام بھی شامل تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام کی تقریر کا ایک حصہ ملاحظہ ہو۔

"حرمین شریفین و مقاماتِ مقدسہ و ممالکِ اسلامیہ کی حفاظت و خدمت ہمارے نزدیک ہر مسلمان پر بقدرِ وسعت، و طاقت فرض ہے۔ اس میں ہمیں خلاف نہ ہے نہ تھا۔ اسی طرح سلطانِ اسلام و جماعت اسلامی کی خیر خواہی میں ہمیں کچھ کلام نہ ہے نہ تھا۔ تمام کفار و مشرکین و نصاریٰ و یہود و مرتدین، وغیرہم سے ترکِ موالات، ہم ہمیشہ سے ضروری و فرض جانتے ہیں۔ ہمیں خلاف آپ حضرات کی اُن خلاف شرع و خلافِ اسلام حرکات سے ہے جن میں سے کچھ مولوی سید سلیمان اشرف صاحب نے بیان کیں۔ اور جن کے متعلق جماعت

کے ستر سوال بنام اتمام حجت تامہ آپ کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ان کے جواب دیجئے جب تک آپ ان تمام حرکات سے اپنی رجوع نہ شائع کر دیں گے اور ان سے عہدہ برآنہ ہو لیں گے، ہم آپ سے علیحدہ ہیں اور اس کے بعد خدمت و حفاظ حرمین شریفین و مقامات مقدسہ و ممالک اسلامیہ میں ہم آپ کے ساتھ مل کر جائز کوشش کرنے کو تیار ہیں۔" لہ

۲ــــ تحریک ترک موالات (۱۹۲۰ء) میں کانگرس کے ہمنوا مسلمان لیڈروں نے مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، یہ اقدام مسلمانوں کی ملی تباہی کا باعث تھا۔ ذی شعور علماء نے اس کرب ناک صورتحال میں مسلمانوں کی صحیح راہنمائی کی اور مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کی حفاظت کی۔ ان اداروں میں علی گڑھ کالج (موجودہ مسلم یونیورسٹی) سر فہرست ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام نے ہندوؤں کی چیرہ دستیوں کے علاوہ خلافتی لیڈروں کی عدم بصیرت کو بڑے سوز سے محسوس کیا آپ کے احساسات ملاحظہ ہوں۔

"..... انگریزوں کے مقابلہ کا تو نام، مگر مخالفت علماء سے تھی۔ مسلمانوں کے کالجوں اور اسکولوں سے تھی، علی گڑھ یونیورسٹی سے تھی۔" ۲ہ

لہ روداد مناظرہ، مرتبہ شعبہ علمیہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی، مطبوعہ نادری پریس بار دوم، ص ۱۰ ــــ ۲ہ خطبۂ صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد (۱۹۲۵ء) از حجۃ الاسلام، مطبوعہ بریلی، ص ۱۶۔

۳۔ تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کے ہیجانی دور میں بعض مسلمان لیڈروں نے ہندوؤں کو راضی کرنے کے لیے ذبیحہ گاؤ کے خلاف مہم چلائی اور ترکوں کی اعانت کے نام سے جو چندہ وصول کیا گیا۔ اس کا بے دریغ استعمال کیا گیا، بعض مصارف ایسے بھی تھے جو بجائے اتحاد کے مسلمانوں میں انتشار کا باعث بنے ۔ اس صورتِ حال کے خلاف حضرت حجۃ الاسلام نے آواز اٹھائی ۔ ایک ارشاد ملاحظہ ہو ۔

"خلافت کمیٹی کے عروج واقبال کے زمانہ میں جب اتحاد اتنا ضروری سمجھا گیا کہ اس کے حدود وسیع کرنے کے لیے مذہب کی شہر پناہ کو منہدم کرنا ناگزیر خیال کیا گیا اور اس اتحاد کے لیے ہندوؤں کی طرف سے اس طرح ہاتھ بڑھایا گیا جس سے اپنے مذہبی امتیازات چھوڑنا پڑے "سورت" کے ایک پیر نے اپنے مریدوں سے ساٹھ ہزار گائیں چھین کر گئو رکھشا کی تھی۔ نامآور لیڈروں نے قشقے لگائے، گلال اوڑائے، ہولیاں کھیلیں، جے پکاری، ارتھی اٹھائی، ہنود کے سرغنہ متعصبوں کو مسجدوں میں ممبروں پر بیٹھایا، گائے کے گوشت کے خلاف کتابیں لکھیں، رسالے تصنیف کیے، ناکردہ گناہ مسلمانوں کو ہندوؤں کی خاطر مجرم قرار دیا۔ مولویوں پر اظہارِ نفرت کیا گیا، اعلاء کلمۃ اللہ یعنی کلمۂ اسلام پڑھانے کو جرم قرار دیا گیا، نومسلمانوں کو ان کی مرضی کیخلاف دوبارہ کافر ہوجانے پر زور دیا۔ یہ اور اس سے زیادہ بہت کچھ ہوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "[1]

---

[1] خطبہ صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس، مراد آباد (۱۳۴۵ھ/۱۹۲۵ء) مطبوعہ بریلی، ص ۱۵۔

"میرے پاس جناب مولانا مولوی احمد مختار صاحب صدر جمعیۃ العلماء صوبہ بمبئی کا ایک خط آیا ہے جو انہوں نے مدراس کا دورہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ وہابی اس صوبہ میں اس قومی روپیہ سے، جو ترکوں کے دردناک حالات بیان کرکے وصول کیا گیا تھا، اب تک دو لاکھ "تقویۃ الایمان" چھاپ کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔" [1]

کسی مخصوص غرض سے جمع شدہ سرمایہ کو اس مقصد سے متصادم مصرف پر خرچ کرنا دوہرا جرم ہے۔ ایمان سوز کتاب تقویۃ الایمان کی طباعت اور تقسیم خلافت فنڈ سے ایسا جرم و غبن ہے جس کی شاید ہی مثال ملے۔

۴ــــ شعبان ۱۳۴۳ھ / مارچ ۱۹۲۵ء میں مسلمانوں کی مذہبی علمی اور سیاسی ترقی کے لیے مقتدر علماء نے آل انڈیا سنی کانفرنس (جمعیتِ عالیہ مرکزیہ) کی بنیاد رکھی۔ کانفرنس کے بانی اراکین میں حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔ کانفرنس کے پہلے اور تاسیسی اجلاس منعقدہ ۲۰ تا ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۴۳ھ / ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء مرادآباد میں بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ جو خطبہ ارشاد فرمایا، وہ مسلمانوں کی سیاسی، سماجی، مذہبی، معاشی، معاشرتی، عمرانی ــــ غرض بہمہ وجوہ ترقی کے واضح اور مکمل لائحہ عمل پر مبنی ہے۔ وقت گزرنے کے باوجود آج بھی وہ خطبہ واضح نشانِ راہ ہے۔ [2]

۱۹۲۷ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر حضرت حجۃ الاسلام منتخب

---

[1] خطبہ صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس، مرادآباد (۱۹۲۵ء) مطبوعہ بریلی، ص ۲۲۔

[2] خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس، مرتبہ محمد جلال الدین قادری، مطبوعہ گجرات (۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۸ء)

ہوئے۔ لے

۵ـــ ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء کے وسط میں مسجد شہید گنج لاہور کے ظالمانہ انہدام کا سانحہ پیش آیا۔ سکھوں نے انگریز حکومت کی پشت پناہی میں مسلمانوں کی مقدس عبادت گاہ کو یکا یک منہدم کر دیا۔ مسجد کی واگزاری کے لیے اسلامیانِ برصغیر تڑپ اٹھے۔ شعارِ اسلام مسجد کی حفاظت و صیانت کے لیے مسلمانوں نے مالی، جانی قربانیاں پیش کیں۔ امیر ملت سید جماعت علی شاہ، علی پور سیداں، ضلع سیالکوٹ کی زیرِ قیادت جلسے منعقد ہوئے، جلوس نکلے، حکام تک اپنے مطالبات پہنچائے گئے۔ تنظیمی دورے ہوئے، ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۵۴ھ / ۸ نومبر ۱۹۳۵ء بروز جمعہ کو دو لاکھ باحمیت مسلمانوں کا ایک پُرامن جلوس شاہی مسجد حضوری باغ لاہور سے باغ بیرون دہلی دروازہ پہنچا۔ مسلمانوں کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں، اس جم غفیر اور نازک موقع پر چھوٹا سا بھی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ شرکار جلوس علماء حضرات اور راہنمایانِ قوم جو جلوس کی قیادت کر رہے تھے، میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا قدس سرہٗ کا اسم گرامی نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ ٢

شریعت و طریقت کے مجمع البحرین حضرت حجۃ الاسلام کی متعدد تصانیف آپ کے کمالِ علمی پر دال ہیں۔ چند تصانیف کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱ـــ الصارم الربانی علی اسراف القادیانی (۱۳۱۵ھ) مرزا غلام احمد قادیانی کے ہذیانات کے خلاف اولین تصانیف میں سے ایک ہے۔ پہلی بار ۱۳۱۵ھ

لے ماہنامہ السواد الاعظم، مراد آباد۔ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۷ء ص ۱۲۔

ٹے سیرت امیر ملت، مرتبہ مولانا سید اختر حسین علی پوری، مطبوعہ ۱۳۹۴ھ، ص ۴۶۲

۱۸۹۸ء میں مطبع حنفیہ، پٹنہ سے شائع ہوئی۔ بعدازاں لاہور اور بریلی سے متعدد بار شائع ہوچکی ہے، ردِ مرزائیت میں لاجواب ہے۔

۲۔ سلامت اللہ لاہل السنۃ من سبیل العناد والفتنۃ

۳۔ سدّ الفرار (مسئلہ اذان پر لاجواب کتاب ہے)

۴۔ حاشیہ رسالہ ملاّ جلال (منطق کی مشہور کتاب پر حاشیہ) قلمی صورت میں ہے۔

۵۔ نعتیہ دیوان۔

۶۔ مجموعہ فتاویٰ۔ [1]

۷۔ الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ۔

امام احمد رضا نے سلاسلِ طریقت اور روایاتِ علوم کی جو سندات عالم اسلام کے علماء کو ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۶ء کے حج کے موقع پر عطا فرمائیں۔ آپ کے خلفِ اکبر حجۃ الاسلام نے ان کو جمع فرمایا اور اس پر تقدیم لکھی۔

۸۔ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، مصنفہ امام احمد رضا کا اردو ترجمہ کیا۔ مذکورہ لاجواب تصنیف کو مکہ معظمہ میں امام احمد رضا نے بحالتِ بخار ۲۶ اور ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ دو نشستوں میں صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں تصنیف فرمایا۔ اس کی املا حضرت حجۃ الاسلام نے کی جو اس موقعہ پر مکہ معظمہ میں موجود تھے۔ [2]

کتاب مذکور کی حجۃ الاسلام نے دس کئی نقلیں تیار کیں تاکہ علماء حرمین شریفین کو اس پر تقریظ لکھنے میں سہولت ہو۔ [3]

---

[1] حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی مؤلفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ سیالکوٹ ۱۴۰۲ھ، ص ۱۲۴، ۱۲۰

[2] مفتی اعجاز ولی "مولانا حامد رضا" ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ، مجریہ ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ ص ۵

[3] ایضاً۔ " " " "

۹ ـ الدولۃ المکیۃ کے حاشیہ الفیوضات المکیۃ کا کامیاب اُردو ترجمہ کیا۔[۱]

۱۰ ـ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (۱۳۲۴ھ) مصنفہ امام احمد رضا کا دیباچہ حجۃ الاسلام نے لکھا اور اس کتاب کا کامیاب اردو ترجمہ کیا۔

علاوہ ازیں ماہنامہ یادگارِ رضا، بریلی آپکی سرپرستی میں شائع ہوتا رہا۔ اس مؤقر جریدہ کے مدیر مولانا محمد ابرار حسین صدیقی تھے۔[۲]

آپ اُردو، فارسی اور عربی کے بہترین شاعر ہیں۔ نعت گوئی آپ کو ورثہ میں ملی۔ آپ کی کہی ہوئی نعتیں اُردو ادب کا شاہکار رہیں نمونۂ کلام ملاحظہ ہو۔

نغمۂ توحید

دل میرا گدا گداتی رہی آرزو — آنکھ پھر پھر کے کرتی رہی جستجو
عرش تا فرش ڈھونڈ آیا میں تجھ کو — نکلا اقرب ز حبل ورید گلو

اللہ، اللہ، اللہ، اللہ

طائرانِ چمن کی مہک وحدہٗ — نغمہ بلبل کا ہے لاشریک لہٗ
قمریوں کا ترانہ ہے لاغیرہٗ — زمزمہ طوطی کا ھُوَ ھُوَ ھُوَ ھُوَ

اللہ، اللہ، اللہ، اللہ

رہ کے پردوں میں تو جلوہ آرا ہوا — بس کے آنکھوں میں آنکھوں سے پردہ کیا
آنکھ کا پردہ، پردہ ہوا آنکھ کا — بند آنکھیں ہوئیں، تو نظر آیا تو

اللہ، اللہ، اللہ، اللہ

لہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد "حیات مولانا احمد رضا بریلوی"

۲ـ ایضاً " "

میں نے مانا کہ حامد گنہ گار ہے　　معصیت کیش ہے اور خطا کار ہے
میرے مولا مگر تُو تو غفار ہے　　کہتی رحمت ہے مجرم سے لاتقنطوا
اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ [1]

نغمۂ رسالت

ہیں عرشِ بریں پر جلوہ فگن ، محبوب خدا سبحان اللہ
اک بار ہوا دیدار جسے سو بار کہا سبحان اللہ

حیران ہوئے برق اور نظر اک آن ہے اور برسوں کا سفر
راکب نے کہا اللہ غنی ، مرکب نے کہا سبحان اللہ

طالب کا پتہ مطلوب کو ہے مطلوب ہے طالب سے واقف
پردے میں بلا کر مل بھی لیے پردہ بھی رہا سبحان اللہ

ہے عبد کہاں معبود کہاں ، معراج کی شب ہے راز نہاں
دو نور حجاب نور میں تھے ، خود رب نے کہا سبحان اللہ

سمجھے حامد انسان ہی کیا ، یہ راز ہیں حسن و الفت کے
خالق نے جیبی کہتا تھا ، خلقت نے کہا سبحان اللہ

امام احمد رضا نے اپنے خلفِ اکبر حضرت حجۃ الاسلام کو ۱۸ ر ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ / ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۱۵ء بروز جمعرات اپنے شیخ طریقت سید آل الرسول احمدی مارہروی قدس سرہ کے یوم عرس کو تمام سلاسلِ طریقت ، تمام علوم

---

[1] مفتی اعجاز ولی" مولانا حامد رضا" ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ، ۱۸ جمادی الاولی ۱۳۷۹ھ / ۲۰ نومبر ۱۹۵۹ء ص ۱

[2] ایضاً ص ۳

سارے اذکار واشغال، اوراد و اعمال اور جمیع مرویات مشائخ کرام کی اجازتِ مطلق تام عطا فرمائی اور اسی روز انہیں اپنا سجادہ نشین و خلیفہ مقرر فرمایا۔ سندِ سجادگی عطا فرمائی۔ ؎۱

امام احمد رضا قدس سرہٗ کے وصال اقدس سے ایک ہفتہ پہلے جو لوگ بیعت کے لیے حاضر ہوئے ان سے ارشاد فرماتے

"حامد رضا کا ہاتھ میرا ہاتھ اور اُن کی بیعت میری بیعت اور اُن کا مرید میرا مُرید ہے۔" ؎۲

بدرالطریقت والشریعت، ماہتاب علم وفضل حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ نے ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ/ ۲۳ر مئی ۱۹۴۳ء پونے گیارہ بجے شب عین حالت تشہد میں السلام علیک ایہا النبی کہتے ہوئے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۰

وصال سے ایک سال قبل ہی اپنی وفات کی خبریں دینا شروع کر دی تھیں اور انہیں اخبار میں آپ نے صاف صاف بتا دیا تھا کہ وقتِ وصال کا مشاہدہ یوں ہوگا کہ زبان ذکر صلوٰۃ وسلام میں مصروف ہوگی۔ اور رُوح قرب و وصال کے چھلکتے ہوئے کیف و سرور کے جام پی رہی ہو گی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

؎۱ سندِ سجادگی مولانا محمد مرید احمد چشتی، جہلم کے توسط سے مولانا تقدس علی بریلوی سے دستیاب ہوئی۔

؎۲ مفتی اعجاز ولی "مولانا حامد رضا" ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۱۶ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ۔

حضور روضہ ہو جو حاضر، تو اپنی سج دھج یہ ہو گی حامدؔ
خمیدہ سر، بند آنکھ، لب پہ میرے درود و سلام ہو گا

وقتِ وصال آپ نے تیمم کیا، نماز کا تحریمہ باندھا، بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور نماز میں مشغول ہو گئے، جب دیر ہوئی لوگوں نے ہاتھ ہٹانا چاہے، بہ قوت ہاتھ روک لیا، یہاں تک کہ نماز تشہد تک پڑھی اور جب روح نے پرواز فرمائی تو بعینہٖ یہی حال تھا۔

"خمیدہ سر، بند آنکھ اور لب پر صلوٰۃ وسلام" ؎[1]

جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو ایک حشر بپا تھا اور بے پناہ ہجوم تھا لوگ جنازہ کو کاندھا دینے کے لیے سر توڑ کوشش کر رہے تھے، ایک بہت بڑی گراؤنڈ میں آپکی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ آپ کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ کی امامت کے فرائض آپ کے تلمیذ رشید حضرت شیخ الحدیث نے سرانجام دیئے۔؎[2]

ظاہری زندگی میں جس طرح آپکی نورانی صورت سے تبلیغ حق ہوتی تھی۔ اسی طرح آپ کے جنازہ مبارکہ سے بھی تبلیغ ہوئی۔ ایک ہسپتال کی نرس آپ کا جنازہ دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئی اور کئی مذبذب قسم کے لوگ یہ نورانی سماں دیکھ کر صحیح العقیدہ سُنّی بن گئے۔؎[3]

اولاد میں چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے تھے، ایک صاحبزادے

؎[1] مولانا مفتی اعجاز ولی رضوی بریلی ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ۱۸ رجادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ ص ۵

؎[2] ایضاً ” ” ص ۸

؎[3] ایضاً ” ” ص ۸

مولانا حماد رضا عرف نعمانی میاں جو رحلت فرما گئے تھے اور دوسرے صاحبزادے مولانا محمد ابراہیم رضا عرف جیلانی میاں جو آپکے بعد دار العلوم منظر اسلام کے مہتمم بنے ان کا وصال ۱۹۶۳ء میں ہوا۔

پاک و ہند میں آپ کے مریدین لاکھوں کی تعداد میں تھے آپ کے خلفاء و تلامذہ کی بھی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ چند مشاہیر تلامذہ و خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد مہتمم جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی و لائل پور۔

حضرت شیخ القرآن مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی مہتمم جامعہ نظامیہ غوثیہ، وزیر آباد۔

حضرت مخدوم اہلسنت حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خان مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی۔

بقیۃ السلف حضرت مولانا مفتی تقدس علی شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ (سکھر)

عمدۃ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد اعجاز ولی بریلوی، شیخ الحدیث جامعہ گنج بخش لاہور۔

مجاہد ملت حضرت مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری، سابق صدر جمعیت العلماء پاکستان۔

شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا محمد حشمت علی خان، پیلی بھیت۔

فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی ظفر علی نعمانی[۱] مہتمم دار العلوم امجدیہ، کراچی وغیرہ۔

— ٭ —

[۱] صرف آپ ہی آج اللہ کے فضل سے زندہ ہیں باقی سب وصال فرما چکے ہیں۔

مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمہ

مرجع الفقہا والمحدثین حضرت مولانا ابو محمد سید محمد دیدار علی شاہ ابن سید نجف علی بر وزنہ پیر محلہ نواب پورہ (سابق ریاست الور) میں ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے تعجب کہ تذکرہ علمائے اہل سنت کے مولف مولانا محمود احمد قادری نے آپ کا سن پیدائش ۱۲۷۰ھ لکھا ہے آپ کے عم مکرم بزرگوار مولانا سید نثار علی شاہ نے آپ کی پیدائش سے قبل ہی بشارت دیتے ہوئے آپ کی ماں سے فرمایا:

"بیٹی تیرے ہاں لڑکا ہوگا جو دین مصطفوی کو روشن کرے گا اس کا نام دیدار علی رکھنا"[1]

آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ رضا (المتوفی ۱۸۳ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے آپ کے آباد اجداد مشہد سے فرخ آباد ٹھہرتے ہوئے ریاست الور میں جا بسے۔

امام المحدثین حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ نے ابتدائی صرف ونحو کی کتب الور میں مولانا قمر الدین سے پڑھیں۔ بعدہٗ دہلی جاکر مشہور واعظ و عالم اور مدرس حضرت مولانا شاہ کرامت اللہ سے بعض کتب درس نظامی کا سبق

لہ۔ مولانا غلام علی مہر۔ الیواقیت المہریہ ص ۱۱۷، مکتبہ مہریہ چشتیاں ۱۹۶۴ء

[2] قاضی عبد النبی کوکب۔ اخبار جمعیت لاہور ص ۳۔ ۷ر فروری ۱۹۵۸ء

[3] عبد الحکیم شرف قادری۔ تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۱۴۰، مکتبہ قادریہ لاہور ۱۴۰۵ھ

حاصل کیا۔ علماء رام پور میں شیخ العلماء الراسخین حضرت مولانا ارشاد حسین رامپوری مجددی فاروقی (المتوفی ۱۳۱۱ھ) سے فقہ اور معقولات کا درس لیا۔ سند حدیث مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے حاصل کی جہاں شیخ الاسلام پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی (المتوفی ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء) اور مولانا وصی احمد محدث سورتی آپ کے ہم سبق رہے ہیں۔

آپ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کے مرید و خلیفہ تھے سلسلہ چشتیہ میں مولانا سید علی حسین کچھوچھوی (المتوفی ۱۳۵۵ھ) سے اور سلسلہ قادریہ میں امام احمد رضا محدث بریلوی کے خلیفہ مجاز تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے حضرت مولانا

---

(۳) پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ (۱۲۷۵ھ/۱۸۵۹ء) گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور مولانا محمد علی سہارنپوری آپ کے اساتذہ میں ہیں۔ آپ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے نظریہ وحدۃ الوجود کے زبردست حامی اور مبلغ تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ کی پیش گوئی کے مطابق آپ نے فتنہ قادیانیت کی سازش پر پانی پھیر دیا۔ اس سلسلے میں آپ نے (۱) سیف چشتیائی (۲) الفتوحات صمدیہ (۳) شمس الہدایہ (۴) تحقیق الحق (۵) مجالہ بر دو سالہ (۶) اعلاء کلمۃ اللہ وغیرہ لکھ کر قادیانی دعووں کی دھجیاں بکھیر دیں۔ آپ کا وصال ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ/ ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء کو گولڑہ میں ہوا آپ کی نعت کا مندرجہ ذیل مقطع ہر ایک کی زبان پر جاری ہے

؎ کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

مولانا ابومحمد سید دیدار علی شاہ محدث الوری علیہ الرحمہ اور آپ کے فرزند ارجمند ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ کو تمام کتب فقہ حنفی کی روایت کی اجازت دی اور ساتھ ہی باپ بیٹے دونوں کو اجازت و خلافت عطا فرماتے ہوئے تمام اوراد و وظائف کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔[1]

تکمیل تعلیم کے بعد مولانا ارشاد حسین رامپوری کی طلب پر مدرسہ ارشاد العلوم رامپور میں مدرس ہو گئے۔ چند برس کے بعد بمبئی تشریف لے گئے اور پھر ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء میں الور میں ایک دینی درسگاہ "مدرسہ قوت الاسلام" کی بنیا رکھی اور پھر لاہور آ گئے اور مدرسہ نعمانیہ میں بطور مدرس منسلک ہو گئے۔ ۱۳۳۵ھ میں آپ شاہی مسجد آگرہ کے خطیب اور مفتی کی حیثیت سے آگرہ تشریف لے گئے اور مفتی آگرہ کے نام سے خاصی شہرت پائی۔ یہاں آپ نے آریہ سماجی تحریک "شدھی" کا بھرپور مقابلہ کیا۔ پانچ سال کے بعد دوبارہ لاہور آ گئے۔ اور تاریخی مسجد وزیر خاں کے خطیب مقرر ہوئے۔ ۱۳۴۳ھ میں آپ نے "مرکزی انجمن حزب الاحناف" قائم کی جس کے ماتحت دارالعلوم "حزب الاحناف" آج بھی خدمات انجام دے رہا ہے۔[2]

پاک و ہند میں آپ کی انتھک تدریسی کاوشوں کی بدولت بے شمار تلامذہ آپ سے مستفید ہوئے جنہوں نے ملک کے طول و عرض میں خوب دین کی خدمت کی چند معروف مندرجہ ذیل ہیں۔

---

[1] سید دیدار علی شاہ "مقدمہ میزان الادیان۔ تفسیر القرآن" ص ۸۰ کریمی پریس ۱۳۴۹ھ

[2] پروفیسر اختر راہی۔ تذکرہ علمائے پنجاب ص ۱۸۶۔ مکتبہ رحمانیہ لاہور ۱۴۰۰ھ

۱۔ غازیٔ کشمیر ابوالحسنات سید محمد احمد قادری[ف۱] (المتوفی ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) فرزند اکبر
۲۔ مفتیٔ اعظم پاکستان ابوالبرکات سید احمد اشرفی (المتوفی ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء) فرزند اصغر
۳۔ مولانا رکن الدین الوری نقشبندی[ف۲] (المتوفی ۱۳۵۵ھ)

ف۱: حضرت ابوالحسنات ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء میں الور میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد سے تمام علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی۔ بعد میں مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی اور اعلیٰحضرت احمد رضا خاں بریلوی سے اکتساب فیض کیا۔ مولانا شاہ علی حسین کچھوچھوی سے شرف بیعت لیا اور خلافت بھی حاصل کی والد ماجد کے بعد مسجد وزیر خاں لاہور کی امامت وخطابت سنبھالی۔ آل انڈیا سنی کانفرنس سے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ جمعیت علمائے پاکستان کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ کشمیر کی جنگ کو جہاد قرار دیا اور اس میں بھرپور حصہ لیا جس کی وجہ سے غازیٔ کشمیر کہلائے۔ ۱۹۵۳ء ختم نبوت کی تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا اور ۱۹۵۳ء میں قادیانیوں کے خلاف جو مجلس عمل قائم ہوئی اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے اسی سلسلے میں جیل بھیج دیئے گئے جہاں آپ نے تفسیر الحسنات کی ۶ جلدیں مکمل فرمالیں اور ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء میں آپ کا وصال ہوگیا۔

مجیب

ف۲: مولانا رکن الدین ۔۔۔۔ الور میں پیدا ہوئے آپ مفتی شاہ محمد مسعود علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۳۰۹ھ) کے اجل خلیفہ ہیں اگرچہ آپ حضرت امام علی شاہ (المتوفی) کے مرید صادق تھے۔ آپ کے مریدین ومعتقدین پاک وہند میں کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں اور آپ کی آسان اور عام فہم زبان میں چند کتابیں عوام میں بہت معروف اور معتبر ہیں جن میں رسالہ رکن الدین، مدح الصلوٰۃ، توضیح العقائد، مولود محمود وغیرہ۔ آپ کے اجل خلفاء میں مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی (المتوفی) والد ماجد پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب اور مفتیٔ اعظم سندھ مفتی محمد محمود الوری (المتوفی ۱۹۸) نے بڑی شہرت حاصل کی آپ کا وصال ۲۱ شوال ۱۳۵۵ھ میں ہوا۔ (تذکرہ مظہر مسعود)

مجیب

۴- مولانا عبدالقیوم ہزاروی مہتمم جامعہ نظامیہ لاہور
۵- مولانا محمد مہرالدین شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور
۶- مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی بصیر پوری (المتوفی

آپ کی محققانہ تصانیف میں چند معرکۃ الآرا کتب مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- تفسیر میزان الادیان	(۲) علامات وہابیہ
۳- فضائل رمضان	۴- ہدایۃ الغوی در رد ندوی
۵- ہدایۃ الطریق	۶- سلوک قادریہ
۷- دیوان دیدار علی فارسی و اردو	۸- الاستعانۃ من الاولیاء وغیرہ[1]

حضرت مولانا ابومحمد دیدار علی الوری قدس سرہ العزیز کا وصال ۲۲ رجب المرجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۰ء کو ہوا۔ آپ کو حزب الاحناف کی جامع مسجد کے احاطہ میں سپرد خاک کیا گیا[2]

---

[1] مولانا عبدالحکیم شرف قادری۔ تذکرہ اکابر اہل سنت ص ۱۴۲ مکتبہ قادریہ ۱۴۰۹ھ
[2] مولانا محمد محمود احمد قادری۔ تذکرہ علماء اہلسنت ص ۳۹ مطبوعہ کانپور انڈیا

مولانا محمد امام الدین کوٹلوی علیہ الرحمہ

مناظر اسلام مولانا ابو الیاس امام الدین قادری بن مولانا عبد الرحمٰن کوٹلی لوہاران ضلع سیالکوٹ کے علمی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں اگرچہ آپ کی تعلیمی سرگرمیاں حاصل نہ ہو سکیں مگر قرین قیاس یہی ہے کہ اپنے برادران سے علمی استفادہ کیا۔ آپ کے دونوں بڑے بھائی عالم فاضل اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے خاص عقیدت مندوں میں تھے اور اعلیٰ حضرت سے دونوں بھائیوں کو یعنی مولانا ابو عبد القادر عبد اللہ کوٹلوی اور فقیہہ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلوی کو خلافت و اجازت بھی حاصل ہے[1] مولانا ابو الیاس امام الدین قادری کوٹلوی کو بھی شوال ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی نے اجازت حدیث اور سلسلۂ قادریہ میں بیعت کرتے ہوئے خلافت بھی عطا کی۔[2]

مولانا امام الدین قادری پنجابی زبان کے قادر الکلام شاعر سمجھے جاتے ہیں منظوم کلام میں آپ کو خصوصیت یہ حاصل ہے کہ آیات قرآنی، احادیث نبوی اور علمی مضامین کو بہت خوبی سے نظم میں ادا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے نزاعی اور فروعی مسائل پر زور قلم صرف کیا۔ آپ کے قلمی شاہکار میں سے چند کے نام مندرجہ ذیل ہیں اگرچہ آپ نے تصانیف کا کثیر ذخیرہ چھوڑا مگر افسوس کہ زیور طباعت سے محروم رہا۔

۱- نصرۃ الحق (منظوم پنجابی کلام ۱۳۲۸ھ)
۲- احتیاط الظہر
۳- ہدایۃ الشیعہ (دو حصے)

---

[1] ماہنامہ الرضا بریلی شمارہ ۴، ۵ - ۱۳۳۸ھ

[2] مولانا عبد الحکیم شرف قادری - تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان ص ۳۰ مکتبہ قادریہ [illegible] ۱۳۹۶ھ

۴۔ الذکر المحمود فی بیان المولد المسعود[۱]

آپ کے چند اشعار (نعتیہ) ملاحظہ ہوں جو بزبان پنجابی تحریر فرمائے۔

سب بخشیں نبی محمد نوں رب دتا شان اچیرا
علم غیب سکھلایا اس نوں دور کیتا سب ہنیرا

نام محمد دا رب اپنے ناں دے نال رکھایا
نزد اللہ دے ستھیں ودھ کے ہور پسند نہ آیا

کران پسند جو نبیاں وچوں دساں غیب اتھائیں
وچہ کلام اللہ دے دیکھو کہیا ہے رب سائیں

استھیں خاص نتیجہ ظاہر عقلاں والے جانن
غیبی علم نبی نوں ہیسی ہر دم شکر کماون[۲]

ناصر سنت ماحی بدعت حضرت مولانا ابوالیاس امام الدین قادری رضوی کوٹلوی کو اعلیٰ حضرت سے بہت گہری دلچسپی تھی۔ اس کا اظہار آپ نے یوں بھی کیا کہ اپنی مہر میں یہ بھی تحریر تھا: "خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی" آپ کا وصال پرملال ۱۹ ربیع الثانی مطابق ۱۱ اگست ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء کو اپنے گاؤں میں ہوا اور وہیں دفنائے گئے۔[۳]

---

[۱] ۔ مولانا عبدالحکیم شرف قادری۔ تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان ص ۸۳۔ مکتبہ قادریہ ۱۴۰۹ھ لاہور

[۲] مولانا امام الدین کوٹلوی۔ نصرۃ الحق ص ۲ مطبوعہ

[۳] پروفیسر اختر راہی تذکرہ علمائے پنجاب ص ۱۲۵ مکتبہ رحمانیہ لاہور ۱۹۸۰ء

مولانا محمد شریف کوٹلوی علیہ الرحمہ

ابو یوسف مولانا محمد شریف ابن مولانا عبدالرحمٰن سیالکوٹی کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ علوم دینیہ کی تکمیل اپنے والد ماجد ہی سے کی جو اپنے زمانے کے متبحر عالم اور متورع و متقی بزرگ تھے[1] والد ماجد کے وصال کے بعد برصغیر پاک و ہند کے ممتاز علماء سے کسب فیض کیا۔ حضرت خواجہ حافظ عبدالکریم نقشبندی علیہ الرحمۃ[ف ۱] کے دستِ حق پر بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت سے بھی چھ سلسلوں میں اجازت حاصل تھی۔

مولانا محمد شریف کوٹلوی نے فراغت کے بعد مجاہدہ تبلیغ اختیار فرمایا۔ ترک تقلید کے انسداد اور تائید مذہب حنفیت اہلسنت کے لئے آپ نے کوشش فرما کر ہفت روزہ "اہل حدیث" امرتسر کے بالمقابل ہفت روزہ "الفقیہہ" نامی اخبار جاری کیا جس میں اہل حدیث حضرات کے خلاف مناظرانہ رنگ میں لکھتے رہے اس کا اثر یہ ہوا

---

[1] مولانا محمود احمد قادری تذکرہ علماء اہل سنت ص ۲۲۵ مطبوعہ کانپور انڈیا

ف ۱۔ عارف کامل حضرت خواجہ حافظ محمد عبدالکریم نقشبندی قدس سرہ العزیز (پ ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۸ء) (م ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء) کثیر الکرامات بزرگ تھے ہزاروں لوگوں کو ذکر و فکر کی لذت سے آشنا کر دیا۔ آپ کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی تھی کہ شیعہ اور مرزائیوں کا مدلل رد فرماتے۔ اسی سلسلے میں ایک نادر کتاب "ہدایۃ الانسان الی السبیل العرفان" بھی تالیف فرمائی۔ آپ کے خلفاء میں مولانا محمد شریف کوٹلوی، مولانا حکیم خادم علی، خواجہ صوفی نواب الدین موہری شریف، مولانا عبدالرحمٰن (فرزند) اور مولانا قاضی عالم الدین نہایت مشہور ہوئے (ماخوذ تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان صفحہ ۲۵۹-۲۶۱)۔

کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ) بھی آپ کی فقاہت کے معترف ہوئے اور پھر کئی اہل حدیث حضرات سے مناظرے بھی ہوئے جس میں آپ کو برابر کامیابی حاصل ہوئی۔ چنانچہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے آپ کو "فقیہہ اعظم" جیسے لقب سے نوازا۔[1]

فقیہہ اعظم مولانا شریف کوٹلوی عالم شریعت اور شیخ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ مقبول ترین مقرر تھے اور واعظ میں اپنا ایک اسلوب رکھتے تھے جس کی جھلک آپ کے فرزند ابوالنور سلطان الواعظین محمد بشیر سیالکوٹی مدیر "ماہ طیبہ" میں نمایاں نظر آتی ہے۔ تحریک آزادی میں مسلم لیگ کے ہم نوا تھے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس کے تاریخی اجلاس میں شرکت فرمائی اور تحریک پاکستان کی حمایت میں جگہ جگہ تقریریں کیں اور مسلمانوں کو مسلم لیگ کی حمایت و معاونت پر تیار کیا۔[2]

مولانا محمد شریف کوٹلوی اردو، فارسی اور عربی زبان میں بہت عمدہ شعر کہتے تھے۔ یہاں بزبان فارسی قطعہ تاریخ وفات پیش منظر ہے جو آپ نے اپنے پیرومرشد کے انتقال کے موقع پر کہا تھا۔

قبلۂ دیں و کعبۂ ایماں	نامر دین و مذہب نعماں
وارث علم مصطفوی	قطب دہر و غوث زماں
چشمۂ فیض و عارف کامل	مطلع نور و معدن عرفاں
یعنی شیخ عبدالکریم	واقف علم و حافظ قرآں
در شب بستم ماہ مئی	گشت از چشم ما پنہاں
ہاتف گفتہ سال وصلش	پیر عظیم ذہب جناں[3]

۱۳۵۵ھ

---

[1] مولانا محمود احمد قادری تذکرہ علماء اہل سنت ص ۲۲۶ مطبوعہ کانپور انڈیا

[2] محمد جلال الدین قادری خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس (۱۹۲۵ء-۱۹۴۷ء) ص ۳۷ مطبوعہ گجرات ۸

[3] مولانا عبدالحکیم شریف قادری "ارشاد الکریم" (سوانح حیات) مطبوعہ

آپ نے لگ بھگ پچاس کتابیں تحریر فرمائیں چند اہم ترین کتب کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ نماز حنفی مدلل	۲۔ کتاب التراویح
۳۔ صداقت الاحناف	۴۔ ضرورت فقہیہ
۵۔ اربعین حنفیہ	۶۔ تائید الامام باحدیث خیر الانام
۷۔ کتاب الوتر	۸۔ دعا بعد جنازہ
۹۔ کشف الغطاء	۱۰۔ تصور شیخ
۱۱۔ اربعین نبویہ	۱۲۔ فرقہ شیعہ کی ابتداء [1]

نوے سال کی عمر میں ۱۵ر جنوری ۱۹۵۱ء/۶ر ربیع الآخر ۱۳۷۰ھ [2] کو آپ نے اس عالم کو رخصت کیا آپ کے لائق صاحبزادے مولانا ابوالنور محمد بشیر کو جانشین مقرر ہوئے حضرت مولانا نور الحسن علیہ الرحمہ امام مسجد عبدالحکیم سیالکوٹی نے جنازہ کی امامت فرمائی۔ کوٹلی کے شہر میں دو دمے والی مسجد کے صحن میں آپ کا مزار پُر انوار آج بھی منور ہے۔

---

[1] مولانا عبدالحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان ص ۴۸۵ مطبوعہ لاہور
[2] پروفیسر اختر راہی، تذکرہ علماء پنجاب ص ۳۸۴ مطبوعہ لاہور

مولانا محمد شفیع بیسلپوری علیہ الرحمہ

مولانا محمد شفیع بیسلپوری ولد مولانا فضل احمد شاہ شعبان ۱۳۰۱ھ بمقام بیسلپور ضلع پیلی بھیت میں پیدا ہوئے۔ آپ فاتح روہیلکھنڈ حافظ رحمت خاں کے سپہ سالار عبدالرشید خاں کی اولاد میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد ہی سے حاصل کی۔ علم حدیث اور درس نظامی کی کتب کی تکمیل حضرت وصی احمد محدث سورتی سے کی۔ آپ فہم و فراست اور علم و عمل کا مجسم پیکر تھے آپ کی شادی محدث سورتی کی صاحبزادی حلیمۃ النساء سے انجام پائی۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی جب ایک مرتبہ پیلی بھیت تشریف لائے۔ تو آپ کی نگاہ انتخاب مولانا محمد شفیع پر پڑی۔ چنانچہ آپ کو ہمراہ بریلی لے گئے اور فتاویٰ نویسی وکتب خانہ کی نگرانی سپرد کی۔ بعد میں آپ نے فاضل بریلوی کی شفقت و محبت کے نتیجے میں دست مبارک پر بیعت کی۔ اور اعلیٰ حضرت نے آپ کو خلافت و اجازت بھی عطا کی اور "امین الفتویٰ" کا لقب عطا کیا۔ اعلیٰ حضرت جن شاگردوں اور مریدوں کو بے پناہ چاہتے تھے ان میں مولانا محمد شفیع بھی سرفہرست تھے۔ آپنے نہایت کم عمری میں ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ میں بروز جمعہ انتقال فرمایا اور بیسلپور میں سپرد خاک ہوئے اور زیارت گاہ آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔[۱]

---

[۱] خواجہ رضی حیدر "محدث سورتی" ص سورتی اکیڈمی کراچی۔

حضرت مولانا شفیع احمد بلاشبہ علمی کمالات اور زہد و تقویٰ میں ایک منفرد مقام کے حامل تھے۔ اپنے پیرو مرشد سے آپ کو والہانہ عقیدت تھی اور آپ فنا فی الشیخ کے مقام پر فائز تھے۔ آپ کو اپنے مرشد حق کی جدائی گوارہ نہ تھی اس والہانہ الفت و محبت کا اندازہ اپنے مرشد حق کے نام بھیجے ہوئے مکتوب سے بھی ہوتا ہے جس میں آپ نے لکھا

"مولیٰ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مجھے تمام عمر حضور (مرشد حق) کی حضوری میں رکھے اور حضور کے سامنے با ایمان اٹھائے۔" [1]

مولانا شفیع احمد علیہ الرحمۃ کی یہ دعا اگرچہ اس وقت کی تھی جب آپ کا آغاز شباب تھا اور فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا دور پیرانہ سالی کا مگر چونکہ اخلاص قلب کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں دعا کی تھی اس لیے بارگاہ رب العزت میں قبول ہوئی۔ اور عین جوانی میں ۳۰ سال کی مختصر عمر میں اور ایک روایت کے مطابق ۴۴ سال کی عمر میں آپ کا وصال باکمال بروز جمعۃ الوداع مرشد حق کی حیات ہی میں ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ کو تپ کی حالت میں ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے پڑھائی اور مجمع کثیر نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی اور مولانا بیسلپوری کو آپ ہی کے مملوکہ باغ میں دفن کر دیا گیا اور یوں مرید با صفا کا منہ سے نکلا ہوا کلمہ آج

[1] ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، ابن الفقوی مولانا شفیع احمد بیسلپوری "ماہنامہ سنی دنیا" ص ۲۴ ستمبر ۸۵ء بریلی

پورا ہوا کہ "حضور (مرشد حق) کے سامنے موت آئے"۔ اور یوں خواب شرمندہ تعبیر ہوا۔[1]

اعلیحضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے آپ کی گوناں گوں خصوصیات اور علمی جلالت قدر کی بنا پر آپ سے بہت شفقت فرماتے یہی وجہ ہے کہ آپ کے وصال پُر ملال کے موقعہ پر آپ نے اپنے مرید باصفا کے لیے تاریخی قطعہ قلم بند کیا جس میں نہ صرف مولانا بیسلپوری علیہ الرحمہ کے محاسن اور خوبیوں کی نشاندہی ہے۔ بلکہ آپ کی علمی وجاہت زہد و اتقاء اور فتویٰ سے دلچسپی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے فرماتے ہیں

اہل الفتویٰ شفیع احمد — اہل التقویٰ شفیع احمد
سنی و حنفی و قادری تھا — سچا پکا شفیع احمد
تھا مفتی و واعظ و مدرس — فعلوں والا شفیع احمد
مرگ صدمہ سے سخت تر ہے — تیرا مرنا شفیع احمد
مجھ کو کوئی امین فتویٰ — تجھ سا نہ ملا شفیع احمد
ہے چار شہادتوں کا جامع — گر چاہے خدا شفیع احمد
جمعہ، رمضان، تپ، تعلیم — طوبیٰ لایا شفیع احمد
امید ہے نزع و قبر میں ہو — شافع مرا شفیع احمد
تاریخ لکھی رضا نے فوراً — یارب تیرا شفیع احمد[2]

۱۳۳۸ھ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنی مشہور دعائے احباب

---

[1] ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، "ابن الفتویٰ مولانا شفیع احمد بیسلپوری" ماہنامہ سنی دنیا ص ۲۰، ستمبر ۸۵

[2] مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی "حدائق بخشش حصہ سوم" ص ۱۰۲، مطبوعہ انڈ

اصحاب میں اپنے مرید و تلمیذ و خلیفہ خاص مولانا شفیع بیسلپوری کے لیے اس طرح فرمایا۔

تازہ ضرب شفیع احمد سے کہنہ بخار اٹھاتے ہیں یہ[1]

مولانا شفیع احمد بیسلپوری علیہ الرحمہ کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ اپنے پیرو مرشد سے ملا تھا اور آپ نے بھی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار ہو کر ایسی ایسی نعتیں لکھی ہیں کہ جن کو پڑھ کر دل و دماغ دونوں سرور حاصل کرتے ہیں۔ اور ایمان میں حرارت پیدا کر دیتی ہیں آپ کا مختصر دیوان آج بھی محفوظ ہے یہاں صرف ایک نعت بطور نمونہ پیش کی جا رہی ہے۔

بوں مشک سے افزوں ہے کہیں عرق بدن میں
نافہ ہوا بیکار ہر ایک ملک میں
مردہ ہوں اگر میں، تو ہوں اے میرے مسیحا
تم آؤ تو آ جائے ابھی جان بدن میں
بندہ ہے گرفتار الم آپ کا مولیٰ
آزاد کرو صدقہ رخسار و ذقن میں
تاخیر نہ کر چل طرف وادی بطحا
وہ دشت ہی اچھا ہے دھرا کیا ہے وطن میں
کیا ہوگا تخلص کا غرض نعت نبی ہے
شہرت مجھے منظور نہیں اہل سخن میں

---

[1] مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی "الاستمداد" ص ۴۰، مطبوعہ لاہور

آپ نے متعدد علمی، فقہی موضوعات پر مبسوط مضامین تحریر فرمائے جو تحفہ حنفیہ پٹنہ اور الفقیہہ امرتسر میں پابندی سے شائع ہوتے۔ اس کے علاوہ قلمی نعتیہ دیوان اور مجموعہ فتاویٰ علمی یادگار ہیں۔

مولانا بیسلپوری نے شاعری کے ذوق کے ساتھ ساتھ کئی علمی، فقہی موضوعات پر بھی اہم مضامین قلم بند کیے تھے جو وقتاً فوقتاً "تحفہ حنفیہ" پٹنہ اور "الفقیہہ" امرتسر میں شائع ہوتے رہے۔

آپکی نرینہ اولاد کوئی نہ تھی البتہ دو بھائی تھے ایک دوران تعلیم وصال پاگئے، دوسرے حقیقی بڑے بھائی مولانا طفیل احمد تادیر حیات رہے اور آپ کو مفتی اعظم ہند مولانا عبد المصطفیٰ رضا خان بریلوی نوری علیہ الرحمۃ سے خلافت و اجازت بھی تھی۔ اب آپکے بیٹے مولانا مصداق حیات ہیں جو اس خانوادے کے واحد چشم و چراغ ہیں۔

●

حضرت مولانا محمد عمر الدین ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی محمد عمر الدین بن مولانا قمر الدین بن علاؤ الدین بن مُراد بخش بن گل محمد ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد گجرات کاٹھیاوار (بھارت) سے ترک سکونت کے بعد ہزارہ میں مقیم ہوگئے۔ آپ کی ولادت ہری پور ہزارہ کے نواحی قصبہ کوٹ نجیب اللہ میں ہوئی۔ آپ ضلع ہزارہ کے مشہور زمانہ فاضل مولانا فیض عالم مصنف "تمیز الطراط" کے چچا زاد بھائی تھے۔

ابتدائی تعلیم مختلف علماء سے حاصل کرنے کے بعد ممبئی تشریف لے گئے۔ اور جامعہ محمدیہ میں حضرت مولانا شاہ عبید اللہ سے کسب فیض کیا، اکتساب علم

کے بعد طویل عرصہ یہاں خطابت اور فتویٰ کی گراں قدر خدمات انجام دیں، مسلک حقہ اہل سنت وجماعت کی خوب تبلیغ واشاعت کی۔ آپ نے حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے رُوحانی استفادہ فرماکر خلعتِ خلافت حاصل کی۔ اعلیٰحضرت امام اہلِ سنت سے آپ کو گہری عقیدت تھی اور آپ سے بھی اجازت وخلافت کا شرف حاصل تھا۔

حضرت مولانا عمر الدین بہترین مقرر، مرجع خلائق مفتی اور بلند پایہ مناظر تھے، آپ کے علمی مضامین شہرۂ آفاق جریدہ تحفہ حنفیہ، پٹنہ میں باہتمام خاص شائع ہوتے آپ کی پُر مغز تقریر ایمان افروز اور باطل سوز ہوتی، تبلیغ دین میں آریوں وعیسائیوں سے برسرِ پیکار رہے اور بے شمار گمگشتگانِ راہِ ہدایت کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ تقریر وتدریس کے علاوہ تحریر کے میدان میں بھی آپ نمایاں خصوصیت کے حامل تھے، گراں قدر تصانیف میں چند کتب کے نام حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ الاجازہ (جنازہ کے ساتھ بآواز بلند ذکر کرنے کے جواز میں)

۲۔ اہلاک الوہابیین علی توہین قبور المسلمین (اس پر اعلیٰحضرت کی مبسوط تقریظ شامل ہے)

۳۔ فتویٰ العلما بتعظیم آثار العلماء (۱۳۱۸ھ میں "تحفہ حنفیہ" میں شائع ہوا)

۴۔ فتویٰ الثقاۃ بجواز سجدۃ الشکر بعد الصلوٰۃ ۵۔ فوز المومنین بشفاعۃ الشافعین

۶۔ حیانۃ العباد عن الخضاب بالسواد (۱۳۲۷ھ) اس کتاب کا قلمی نسخہ "کتاب خانہ گنج بخش راولپنڈی میں محفوظ ہے۔

آپ کی پُر شکوہ شخصیت ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ/۲ جنوری ۱۹۳۱ء کو قصبہ کوٹ نجیب اللہ میں شبِ قدر کی مبارک ساعت میں اس دار فانی سے کوچ کر گئی۔ [۲]

---

[۱] سید امیر شاہ قادری تذکرہ علمائے مشائخ سرحد ج ۱، ص ۳۰۶ مطبوعہ پشاور
[۲] تذکرہ علماء ومشائخ سرحد (جلد دوم) از سید امیر شاہ قادری مطبوعہ پشاور ۱۹۷۲ء

مولانا محمد عبدالباقی علیہ الرحمہ المعروف برہان الحق جبل پوری

ال رحمٰن برہان الحق شرق پر برق گراتے یہ ہیں (اعلیٰ حضرت)

حضرت علامہ مفتی محمد عبدالباقی جبلپوری ابن علامہ مفتی محمد عبدالسلام قادری رضوی جبلپوری المعروف بہ عبدالاسلام مورخہ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۱ء کو نمازِ فجر کے وقت جبلپور میں پیدا ہوئے۔ پیدائش کے وقت آپکے دادا حضرت علامہ محمد عبدالکریم تلاوت فرما رہے تھے اور آیت کریمہ "قد جاءکم برھان من ربکم" جاری تھی۔ دادی صاحبہ نے اطلاع دی، سنتے ہی فرمایا الحمدللہ برہان آگیا۔

آپ کے والد ماجد نے مادہ تاریخ ولادت، قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت مبارکہ سے نکالا:

"وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ" (۱۳۱۰ھ)[1]

ابتدائی تعلیم والد ماجد سے ہی حاصل کی اور فارسی کی تعلیم حاجی بشیر الدین صاحب سے حاصل کی اور تکمیل اعلیٰ حضرت کی نگرانی میں مدرسہ منظر اسلام میں ہوئی۔

---

[1] مفتی برہان الحق جبلپوری "اکرام امام احمد رضا" ص ۵۲ مرکزی مجلس رضا لاہور

کم و بیش ۳ سال تک تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء میں اعلیٰ حضرت
کے دست مبارک سے جبل پور میں دستار بندی ہوئی اس وقت دوران وعظ آپ
کے والد ماجد کو خطاب کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا۔

" مولانا عبدالاسلام برہان میاں آپ کے جسمانی فرزند ہیں اور میرے
روحانی فرزند، دوران قیام بریلی میں فقیر نے ان کا ذہنی، علمی، عملی
جائزہ بخوبی لیا ہے، اخلاق و تقویٰ، افتاء، اتباع سنت و شریعت
وغیرہا میں ہر پہلو سے آزما لیا ہے میں اپنے اس روحانی فرزند
سعادت مند محمد برہان الحق کو دستار فضیلت سے مزین کر کے ۴۵
علوم اور گیارہ سلسلوں کی اجازت دیتا ہوں۔"

اس کے بعد مزید فرمایا:۔

" رب العزت تبارک و تعالیٰ میرے روحانی ولد اعز کو ان کے برہان الحق
کے ساتھ برہان الدین، برہان الملۃ، برہان السنۃ، بنائے اور حضرت
عبدالاسلام کے ظل رحمت و عاطفت کے تحت دین متین و شرع مبین
کی خدمت و حمایت پر ثابت قدم رکھے۔"[1]

اعلیٰ حضرت آپ کی تعلیم و تربیت میں خصوصی دلچسپی لیتے تھے اور آپ کی ذہانت
کا اکثر ذکر کرتے رہتے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے جب مولانا برہان الدین کو علم توقیت
میں دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پایا تو ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء میں جب آپ جبل پور تشریف
لے گئے تو وہاں اس فن پر آپ کے لئے ایک رسالہ علم توقیت پر بعنوان "جدول
تعدیل النہار لجبلپور" تحریر فرمایا۔ اسی قیام کے دوران اعلیٰ حضرت نے مولانا برہان الحق

۱؎ مفتی برہان الحق جبلپوری "اکرام امام احمد رضا" ص ۶۸ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

نے ایک رسالہ بعنوان "اجلال الیقین بتقدیس سید المرسلین" ١٣٣٧ھ پر تقریظ بھی تحریر فرمائی جس سے آپ کی اس خاندان پر خاص شفقت و محبت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للہ! فقیر غفرلہ القدیر اس تالیف منیف و تصنیف لطیف کے مطالعہ سے مسرور ہوا۔ مولیٰ عزوجل اس کے مؤلف سعید حمید رشید فرزند دلبند سعادتمند مولانا مولوی برہان الحق جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ دلیل الصدق و برہان الحق کو دارین میں مدارج عالیہ و معارج جلیلہ کرامت فرمائے۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہ ان کے والد ماجد عمدۃ العلماء زبدۃ الفضلاء حامی السنن، ماحی الفتن، حسنۃ الزمن، زینۃ الایام مولانا مولوی حافظ شاہ محمد عبد السلام سلمہ السلام، لحمایۃ الاسلام، ونکایۃ الکفرۃ والمبتدعین وادام فیضہ الی یوم القیام" کے برکات ہیں۔

وحسن نبات الارض من کرم[1]

حضرت مولانا مفتی محمد عبد الباقی برہان الحق جبلپوری نے اعلیٰ حضرت کے ساتھ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں بھرپور حصہ لیا۔ ١٣٣٨ھ / مطابق ١٩٢٠ء میں تحریک ترک موالات، اور ہندو مسلم اتحاد بہت زوروں کے ساتھ تھی اسی کے ساتھ مسئلہ خلافت کو ملا دیا گیا۔ اعلیٰ حضرت اور کئی علماء نے ان تحریکات کو خلاف شرع اور فتنہ سمجھ کر ان میں حصہ نہیں لیا یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت اور عبد السلام جبلپوری اور دوسرے علماء کے خلاف نہایت گندے حملے کیے جانے لگے مولانا عبد الباری

---

[1] مفتی محمد برہان الحق جبلپوری "اکرام امام احمد رضا" ص ٧٠ مرکزی مجلس رضا لاہور

فرنگی محلی (المتوفی ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۶ء) نے علماء حق کے خلاف ایک مضمون بھی شائع کیا۔ اعلیٰ حضرت نے "الطاری الداری لہفوات عبدالباری" (۱۳۳۹ھ) [1] رسالہ تحریر فرمایا۔ جس کی وجہ سے مولانا باری پر اس کا مثبت اثر ہوا۔ رجب ۱۳۳۹ھ / مارچ ۱۹۲۱ء میں جمعیت علماء ہند کے اہتمام سے ابوالکلام آزاد (المتوفی ۱۳۷۷ھ) کی زیر صدارت ایک کھلا اجلاس بریلی میں منعقد ہوا جس میں اعلیٰ حضرت کو بھی دعوت دی گئی۔ اعلیٰ حضرت نے خود تو شرکت نہیں فرمائی بلکہ ایک علماء کا وفد بیس سوالات بعنوان "اتمام حجت تامہ" (۱۳۳۹ھ) مرتب کر کے بھیجا [2] اس وفد میں مولانا برہان الحق مجذوب کی حیثیت سے شریک تھے مگر آپ نے جرأت سے کام لیتے ہوئے مولانا آزاد کو لاجواب کر دیا جس پر وفد کے ایک اہم رکن مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے فرمایا۔

"برہان میاں! آپ کے ابتدائی دو سوالوں نے تو ابوالکلام کو بالکل مبہوت کر دیا۔"

اعلیٰ حضرت کے سامنے جب مولانا نے یہ کلمات دہرائے تو آپ نے بستر پر لیٹے لیٹے بہت زیادہ دعائیں دیں۔[3]

ف ۱؎ : مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور اعلیٰ حضرت [illegible] اتحاد کے حوالے سے طویل خط وکتابت جاری رہی اور آخر میں مولانا باری نے نہ صرف رجوع کیا بلکہ آپ کے خلف اکبر مولانا مفتی حامد رضا خاں کے ہاتھ پر ایک بھرے مجمع میں توبہ بھی فرمائی۔ اس تمام تحریک اور خط وکتابت کو دور حاضر کے مورخ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے اپنی کتاب تنقیدات و تعاقبات میں جمع کیا ہے۔ ساتھ ہی ان خطوط کو بھی شائع کیا ہے جو اعلیٰ حضرت نے مولانا فرنگی محلی کو اسی سلسلے میں لکھے۔ یہ کتاب مکتبہ نبویہ نے لاہور سے ۱۹۸۸ء میں شائع کی (مجید)

(باقی اگلے صفحہ پر)

مولانا مفتی برہان الحق جبلپوری نے اعلیٰ حضرت کے دیگر خلفاء کے ساتھ تحریک پاکستان میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس میں بڑھ چڑھ کر کاروائیاں کیں۔ جبل پور میں اس کی شاخ قائم کی اور بنارس کانفرنس میں شرکت فرمائی[1] خاص کر ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد ملک کے طول و عرض میں دورے کئے، سرحد، پنجاب، سندھ میں تقریریں کیں اور پاکستان کی آزادی کیلئے سخت جدوجہد کی۔ قائد پاکستان نے آپ کی کوششوں کو سراہا اور شکریہ کا خط بھی تحریر کیا۔

اس ضمن میں آپ خود تحریر فرماتے ہیں۔

"فقیر نے تعمیر پاکستان میں جو نمایاں حصہ لیا ہے اور جناب جناح کے مشن کو تقویت دینے کے لئے صوبہ پنجاب، سرحد اور سندھ کا پورا دورہ کیا۔ اور اس سلسلے میں جو فقیر کی تقریریں ہیں وہ ایک علیحدہ موضوع ہے۔ جو لعونہٖ تعالیٰ قلمبند ہے۔ مگر فقیر اپنی شہرت کا نہ کبھی طالب ہوا اور نہ ہی اس کی اشاعت ضروری سمجھی۔ جناح صاحب کے ایک تشکریہ کا خط بھی محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ میری کوششوں کو قبول فرمائے اور پاکستان کو ہر قسم کے شر و فساد سے محفوظ رکھے[2]۔

بقیہ حاشیہ:

ف ار نوٹ) یہ واقعہ ۴ ار رجب ۱۳۳۹ھ کو پیش آیا۔ تمام تفصیلات "روداد مناظرہ" کے نام سے جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی نے شائع کر دی تھیں۔ حال ہی میں محمد جلال الدین قادری نے ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست کے عنوان سے مفصل و مبسوط مقدمے کے ساتھ یہ تفصیلات مرتب کی ہیں جو لاہور سے ۱۹۸۰ء میں مکتبہ نبویہ سے شائع ہوئی۔

[1] ہفت روزہ الفقیہہ امرتسر ۱۹۴۵ء

[2] مفتی برہان الحق اکرام امام احمد رضا ص ۱۱۸ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء

مولانا نے درس و تدریس کے علاوہ زیادہ خدمت دارالافتاء کی کی ہے لگ بھگ ۷۵ برس برابر فتویٰ نویسی کی جس سے یقیناً ایک ضخیم ذخیرہ تحریر وجود میں آیا ہوگا۔ مگر افسوس کہ ابھی تک وہ شائع نہیں ہو سکا۔ البتہ چند تصانیف جو زیور طبع ہو چکی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اجلال الیقین بتقدیس سید المرسلین (۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء) مطبوعہ کلکتہ
۲۔ البرہان الاجلی فی تفضیل اماکن المصلی (غیر مطبوعہ)
۳۔ الاہلال الشہادات رویتہ الہلال (مطبوعہ)
۴۔ ردوح الوردحنا التنقیح علی سوالات ہرما (مطبوعہ)

مدھیہ پردیش میں آپ کی ذات با برکات ہمیشہ مرجع خلائق رہی۔ آپ کی شخصیت بکیہ جود و سخا، ورع اور تقویٰ کی آئینہ دار رہی۔ آپ بلند پایہ ادیب کے ساتھ ساتھ شاعری کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی تسکین کی خاطر نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی بارہا کہی ہیں اگرچہ کوئی دیوان تو مرتب نہ کیا جا سکا۔ البتہ نعت کے چند اشعار آپ کی پاکیزہ فکر رسائی کا نمونہ پیش کر رہے ہیں۔

تمہارا کرم ہے عنایت تمہاری — دو عالم میں بالا ہے اُمت تمہاری
شہید علی الناس امت تمہاری — و لکن کفانا شہادت تمہاری
نہ پایا کسی نے نہ پائے گا کوئی — یہ رُتبہ تمہارا یہ عزّت تمہاری
اسے پھر جہنم سے کیا ہو علاقہ — ہے جس دل میں سرکار الفت تمہاری
سبھی چاہتے ہیں وسیلہ تمہارا — بھلا کس کو چھوڑے شفاعت تمہاری
کسی نے تمہیں بیکسی میں پکارا — بڑھی کھولے آغوش رحمت تمہاری
عنایت تو اعداء پہ بھی ہو رہی ہے — غلاموں کو کیا چھوڑے رافت تمہاری
اگرچہ معاصی میں سرشار ہیں ہم — مگر ہے تو آخر خدمت تمہاری
کرو خادم شرع برہان کو اپنے — کہ نعمت سے اعلیٰ ہے محبت تمہاری

طریقہ کروا پنے آبا کا روشن
اسی میں ہے برہان عزت تمہاری [1]

مولانا برہان الحق نہ صرف اردو بلکہ فارسی اور عربی زبان میں بھی اکثر اشعار کہا کرتے تھے۔ بریلی شریف میں پہلی حاضری کے موقعہ پر آپ کے کلام کے چند اشعار بزبان فارسی پڑھ کر سنائے گئے۔ اعلیٰ حضرت اس محفل میں موجود تھے جو بعد جمعہ عموماً سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں منعقد کی جاتی تھی آپ کے کلام کے چند اشعار منشی عبدالغفار صاحب نے پڑھ کر سنائے۔

حضور سید خیر الوریٰ سلام علیک	بہ بارگاہ شفیع الوریٰ سلام علیک
روم لبوئے تو بہر قدم کنم سجدہ	زلائے قلب بخود سید اسلام علیک
بجز درت نہ کشایم بہ ہیچ در دستم	توئی ست قبلۂ حاجات سلام علیک
عطاک عم علی کل ذرہ فامطر	علی غیث عطا من عطا سلام علیک
بہ احمدے کہ رضائیش ہمارضائے خداست	بگو زمن الصلوٰۃ اے صبا سلام علیک
رسی جو بر در احمد رضا بگو برہان	بصد ادب بہ شما سیدا سلام علیک [2]

مولانا مفتی برہان الحق جبلپوری کا وصال پر ملال ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء کو ہوا والد صاحب کے پہلو ہی میں دفن کئے گئے۔

آپ کی اولاد میں مولانا اعزاز احمد کراچی میں اور مولانا حکیم مولوی محمود احمد اور ڈاکٹر مولوی حامد احمد انڈیا میں بقید حیات ہیں۔

---

[1] ماہنامہ الرضا بریلی ۱۳۳۸ھ

[2] مفتی محمد برہان الحق جبلپوری اکرام امام احمد رضا ص: ۵۶ مرکزی مجلس رضا لاہور

مفتی غلام جان ہزاروی علیہ الرحمہ

مولانا محمد غلام جان ابن احمد جی ابن محمد عالم کا تعلق بابا میر قطب شاہ علیہ الرحمۃ ف۱ سے ہے جن کی آپ ۲۱ ویں پشت ہیں۔ نیز آپ کا سلسلہ نسب ۳۲ ویں پشت میں حضرت محمد بن حنفیہ کے واسطے سے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔ اسی لئے آپ اعوان قطب شاہی کہلاتے ہیں۔ آپ ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۰ء میں مقام رودکرہ تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔

مولانا محمد غلام جان صاحب کا گھرانہ علم و حکمت کا گھر تھا۔ آپ کے جدِ امجد اور والد بزرگوار نہایت ہی پاکیزہ نفس اور بہت ہی بلند پایہ عالم تھے۔ آپ کے والد محترم تو صائم الدہر اور قائم اللیل تھے اور زہد و عبادت اور تقویٰ و طہارت کی وجہ سے لوگوں میں آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی۔

جناب مفتی محمد غلام جان صاحب نے قرآن کریم، فارسی، صرف نحو اور فقہ حنفی کی ابتدائی کتب اپنے والد ہی سے پڑھیں۔ معقول و منقول اور فقہ کی کچھ کتابیں گجرات میں علامہ غلام رسول صاحب سے پڑھیں۔ ریاضی و منقول کی کچھ کتابیں علامہ برکات احمد ٹونکی سے پڑھیں۔ مولانا سلامت اللہ خاں کے سامنے بھی

ف۱ (لوٹ) میر قطب شاہ صاحب سلطان محمود غزنوی کے خیر خواہوں میں ہیں۔ سلطان غزنوی نے جب ہندوستان پر آخری حملہ کیا تو شاہ صاحب نے بھرپور مدد کی۔ سلطان غزنوی نے فتح حاصل کر لینے کے بعد سرحد اور پنجاب کا کچھ علاقہ آپ کو نذر کیا تھا جو آپ نے بیٹوں میں تقسیم کر دیا اور خود غزنی چلے گئے (مجید)

زمانوں سے تلمذ طے کیا اور ۱۳۳۵ھ میں آپ مدرسہ عالیہ ریاست رام پور میں درجہ تکمیل پڑھا۔

مولانا جان محمد صاحب کو طالب علمی ہی کے زمانے سے سلوک و معرفت کے ساتھ بہت لگاؤ تھا۔ چنانچہ شیخ کامل کی تلاش میں آپ اس وقت کے مشہور پیر طریقت حضرت قاضی، صاحب اعوان شریف[ف] (ضلع گجرات) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیض حاصل کیا۔ آپ آخر میں حصول علم حاصل کرتے ہوئے بریلی پہنچے اور مدرسہ منظر اسلام میں صدر مدرس حضرت علامہ مولانا ظہور الحسن صاحب فاروقی سے دیگر کتب کے علاوہ صحاح ستہ مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے اور بعمر ۲۲ سال ۱۳۳۷ھ میں دستار فضیلت سے مشرف ہوئے اعلیٰ حضرت سے بیعت ہوئے اور خلافت سے بھی نوازے گئے۔

بریلی سے واپسی پر حضرت خواجہ محمود صاحب سجادہ نشین تونسہ شریف کی خصوصی دعوت پر تونسہ شریف آئے اور وہاں پر کچھ عرصے تدریس بھی فرمائی وہاں سے مکھڈ تشریف لے گئے اور ایک برس تک علوم متداولہ کی کتابیں پڑھاتے رہے۔ پھر رئیس ضلع ہزارہ محمد امیر خاں صاحب نے آپ کو اپنے یہاں بلایا اور قضاء کے عہدے پر فائز کیا۔ کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد لاہور تشریف لے آئے۔ اراکین انجمن دار العلوم نعمانیہ لاہور کی درخواست پر آپ دار العلوم میں صدر مدرس اور

ف: قاضی سلطان محمود بن غلام غوث ۱۲۵۶ھ/ ۴۰-۱۸۴۰ء اعوان شریف ضلع گجرات کے علمی خانوادے میں پیدا ہوئے۔ ۲۵ سال کی عمر میں درس نظامی مکمل کیا اور پھر درس و تدریس اور اصلاح و ارشاد میں مصروف عمل رہے حضرت اخوند عبد الغفور صوات (م ۱۸۷۷ء) سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ کئی درسی کتابوں پر محققانہ تعلیقات و حواشی تحریر کئے خط نسخ اور خط نستعلیق بہت خوبصورت لکھتے تھے۔ یکم شنبہ، ۱۳۳۷ھ/ ۲ مئی ۱۹۱۹ء کو وفات پائی اور اعوان شریف میں دفن ہوئے تاریخ وفات قبلہ ما قاضی سلطان محمود (۱۳۳۷ھ) بنتی ہے (تذکرہ علماء پنجاب ص ۲۰۹) مجید

مفتی کی خدمت انجام دینے لگے۔ آپ نے چند کتابیں تحریر فرمائیں لیکن وہ زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں۔ جن کتابوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ فتاویٰ غلامیہ دو جلد

۲۔ دیوان غلامیہ

۳۔ لونا العینین فی سفر الحرمین

۴۔ سیف رحمانی علیٰ راس القادیانی

۵۔ القول محتاط فی جوازالحیلۃ والاسقاط

۶۔ نغمہ شہادت

۷۔ رسالہ اذان علی القبر و تعدد جمعہ فی مساجد المصر

۱۳۴۵ھ میں آپ نے سفر حرمین کا ارادہ کیا۔ اس نیک سفر کے موقعہ پر آپ کے شاگرد مولوی محمد اعظم ہیڈ ماسٹر بھی ہمراہ تھے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر حج سے فارغ ہوئے اور مدینہ منورہ روانہ ہوئے جہاں آپ کا ادب و احترام مثالی تھا۔ آپ کے شاگرد بیان فرماتے ہیں کہ "مدینے پاک میں ہماری کیفیت رہنے کی یہ ہوتی کہ دفع حاجت کے لئے شہر سے دور چلے جاتے کہ روضۂ انور ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتا۔"

آپ حقیقت میں سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت میں حد درجہ قلبی استغراق تھا۔ جب بھی نام پاک زبان پر آتا آنسو رخساروں پر موتیوں کی طرح چمکنے لگتے۔ آپ کے وعظ میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان سامعین کے دلوں اور اعمال میں ایک انقلاب برپا کر دیتا اور مجلس مبارک میں لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ جاتے۔

آپ گستاخانِ رسولؐ اور گستاخانِ اولیاء و صحابہ کرام کی ملاقات سے ہمیشہ دامن کش رہتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنی مسجد میں ایک اطلاعی بورڈ آویزاں کر رکھا تھا جس میں تحریر تھا کہ کوئی گستاخ رسول و صحابہ و اولیاء اس مسجد میں

نہ آنے اور کوئی بات بھی مذہب حنفی کے خلاف نہ کہی جائے۔ شریعت اسلامیہ کے احکام کی خلاف ورزی یا بے حرمتی قطعاً برداشت نہ کر سکتے تھے بلکہ جب ایسا کسی شخص کو کرتے دیکھتے تو جوش میں آ جاتے اور اس کی خوب اچھی طرح گوشمالی کرتے۔

آپ نہایت پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے۔ انتہائی سادگی پسند تھے۔ عالم کبیر ہونے کے باوجود اپنا کام خود کرتے، بیواؤں، یتیموں اور فقراء کی بہت خدمت کرتے ایسے لوگوں کے ماہانہ وظائف مقرر کر رکھے تھے جس کا آپ کے وصال کے بعد علم ہوا۔

آپ نے قرارداد پاکستان کی پرزور حمایت کی۔ آل انڈیا سنی کانفرنس میں شریک رہے۔ پاکستان بننے کے بعد جمعیت العلمائے پاکستان سے منسلک رہے ۲۵ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ مطابق یکم اگست ۱۹۵۹ء بروز سنیچر کلمہ طیبہ اور درود و سلام کا ورد کرتے ہوئے انتقال فرمایا۔

آپ کے جنازے میں سرحد و پنجاب کے مقتدر علماء کرام نے شرکت فرمائی۔ حضرت علامہ اجل فاضل اکمل شیخ التفسیر والحدیث مفتی ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قادری، اشرفی صدر انجمن حزب الاحناف لاہور نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور آپ کو لاہور میں غازی علم الدین شہید کے مزار کے جنوبی احاطے میں دفنایا گیا۔ محدث جلیل حضرت شیخ الحدیث مولانا مولوی سردار احمد صاحب قادری رضوی[ف۱] (المتوفی ۱۹۶۲ء) نے آپ کی وفات پہ فرمایا "مفتی صاحب اعلیٰ حضرت

ف ۱: شیخ الحدیث والتفسیر، جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد ابن چوہدری میاں بخش (۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) میں موضع دیال گڑھ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں میٹرک پاس کیا مگر پھر انگریزی تعلیم چھوڑ کر مرکز علوم و معارف بریلی تشریف لے گئے جہاں

حاشیہ اگلے صفحہ پر

کی نشانی تھے۔" میں جب بھی ان کو دیکھتا اعلیٰحضرت کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔"
(ماخوذ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد)

حضرت مفتی غلام جان قادری علیہ الرحمہ نے اپنے پیر و مرشد دلی کامل حضرت مجدد دین و ملت الشاہ احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے وصال پر جو اشعار بزبان فارسی فی البدیہہ فرمائے تھے وہ آپ کے صاحبزادے مولانا محمد مظفر اقبال سے حاصل ہوئے اس سلسلے میں ہم ان کے شکر گذار ہیں۔ ان اشعار کو یہاں پیش کیا جا رہا ہے تاکہ سامعین آپ کی منظوم صلاحیتوں سے بھی آگاہ ہو سکیں۔

بقیہ پچھلے صفحہ کا حاشیہ

اعلیٰحضرت کے صاحبزادگان سے علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کرتے ہوئے مفتی مولانا امجد علی اعظمی سے سند فراغت حاصل کی مولانا حامد رضا خاں سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور خلافت سے نوازے گئے۔ پانچ سال تک تدریسی خدمت انجام دیتے رہے اور پھر جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے اور بے شمار اہل تلامذہ پیدا کئے جن میں چند نام مندرجہ ذیل ہیں (۱) مولانا غلام رسول لائل پوری (۲) علامہ عبدالمصطفےٰ الازہری (۳) مفتی وقار الدین پیلی بھیتی (۴) مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی (۵) مولانا ابو داؤد محمد صادق (۶) مفتی محمد شریف الحق مجددی (۷) مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی (۸) مولانا فیض احمد اویسی (۹) مولانا محمد معین الدین شافعی (۱۰) مفتی محمد حسین قادری (۱۱) سید حسین الدین شاہ (۱۲) مولانا محمد صابر القادری نسیم بستوی
آپ کا وصال یکم شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء کو کراچی میں ہوا

آپ کے جنازے میں لاکھوں افراد نے شرکت فرمائی اور لاکھوں میں سپرد خاک کیا گیا۔
قوم کے سردار پاکستان کے شیخ الحدیث
یہ تری ذات گرامی لائق صد احترام (عزیز حاصل پوری) (مجید)

قطعہ تاریخ وصال امام احمد رضا

از

مفتی محمد غلام جان قادری ہزاروی

خلیفہ امام احمد رضا

کسے نیست چارہ ہجران جان	زلیست مرگ چہ از انس و از جان
ز عالم کرد رحلت فاضل دہر	مجدد مولوی احمد رضا خان
ز شب تاریک تر شد روز روشن	وزاں رو دار لحد شد شمس پنہان
بتدریس و بارشاد باذکاء!	ہمیشہ بود شاغل و ہمہ آن
یتیمان و مساکین را نوازش	زیادہ داشت شفقت بر عزیان
بعلم و حال و قال او متصف بود	فصاحت داشتے مانند سحبان
چو بربست از جہان رخت سفر را	باستقبالش آمد حور و غلمان
برشتہ بود از صفر المظفر	چو بست و ششش بروز جمعہ خوش آن
چو ایوان شریعت را اتم کرد	ازیں دار فنا برچید دامان
منور شد رخش لاریب فیہ	ز داماں شد سوئے عقبیٰ شاد خندان
ہزار و سہ صد چہل ہست ہجری	بجنت روح قدسش کرد سیران
ملائک گفت تاریخ وصل گو؟	منم گفت کہ شمشیر علم دان

ابو البرکات محی الدین محمد مصطفٰے رضا خان قادری بریلوی

المعروف

بہ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ / ۷ جولائی ۱۸۹۲ء بروز جمعہ بریلی شریف میں پیدا ہوئے، آپ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے فرزند اصغر ہیں۔ آپکی ولادت کا سن ہجری اس آیت کریمہ سے نکلتا ہے۔

وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

۱۳۱۰ھ

آپ کا پیدائشی نام محمد رکھا گیا۔ اعلیٰ حضرت نے غیبی اشارہ پاکر نام آل رحمٰن رکھا۔ پیر و مرشد نے آپ کا نام ابو البرکات محی الدین جیلانی تجویز کیا اور عرف میں آپ کو مصطفٰے رضا خان کے نام سے پکارا گیا۔ فن شاعری میں نوری تخلص کیا اور عوام الناس میں مفتی اعظم جیسے لقب سے مشہور رہے۔ سید المشائخ حضرت شاہ سید ابو الحسین احمد نوری[ف] علیہ الرحمہ نے اگرچہ

ف:- سید ابو الحسین احمد نوری علیہ الرحمہ ابن سید شاہ ظہور حسن مارہروی ابن شاہ آل رسول مارہروی المتوفی ۱۲۹۶ھ مارہرہ کے قدیم سید گھرانے میں ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے۔ تمام تعلیم آپ نے اپنے جد امجد سے حاصل کی جو

آپ کی پیدائش کے وقت ہی اپنے سلسلے میں داخل کر لیا تھا مگر جب آپ بریلی تشریف لائے تو چھ ماہ کے آل رحمٰن مصطفےٰ رضا خان کو گود میں لیا پیشانی کو بوسہ دیا۔ اپنی انگشت شہادت آپکے منہ میں ڈالی اور نہ صرف سلسلے میں داخل فرمایا بلکہ تمام سلاسل میں اجازت و خلافت سے بھی نوازا اور آپ کی شان میں مستقبل کے لیئے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔

"یہ بچہ دین و ملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوق خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہنچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے۔ اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر قائم ہوں گے یہ فیض کے دریا بہائے گا۔" [1]

مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اعلیٰحضرت سے اکثر علوم و فنون حاصل کئے مگر اپنے بڑے بھائی مولانا حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ سے اکثر کتابیں پڑھیں اس کے علاوہ استاذ الاساتذہ علامہ شاہ رحم الہٰی منگوری علیہ الرحمہ اور مولانا بشیر احمد علی گڑھی سے بھی آپ نے بھرپور استفادہ کیا۔ حدیث شریف کا درس خاص کر علامہ ظہور الحسین فاروقی رامپوری (المتوفی ۱۳۴۲ھ

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمت کے پیر و مرشد ہیں۔ آپ کو اپنے جد امجد سے تمام سلاسل میں اجازت حاصل ہوئی اور بعد میں ان کے جانشین مقرر ہوئے جہاں آپ شریعت و طریقت کے تھے وہاں صاحب قلم بھی تھے ۲۰ سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں لیکن اکثر زیور طبع سے ہیں۔ ادبی ذوق بھی تھا اور نوری تخلص فرماتے آپکے خلفا کی تعداد کا صحیح تعین نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان کی تعداد ۱۰۰ سے بھی زیادہ ہے۔ آپ کا انتقال پر ملال ار رجب المرجب ۱۳۲۴ھ/۳۱ اگست ۱۹۰۶ء میں ہوا۔ مادہ تاریخ وصال "خاتم اکابر" ہے ۱۳۲۴ھ امام اہلسنت نے آپکی شان میں قصیدہ نوری لکھا ہے جو حدائق بخشش حصہ دوم میں موجود ہے اس کا مطلع یہ ہے

برتر قیاس سے ہے مقام ابو الحسین
سدرہ سے پوچھو رفعت ... ام ابو الحسین

تلمیذ مولانا محمد فضل رحمٰن گنج مراد آبادی سے حاصل کیا۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمتہ نے ۲۵ سلاسل اولیاء وسلاسل حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ؎۱

حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے درس نظامی کے جملہ علوم وفنون عقلیہ ونقلیہ سے فراغت کے بعد ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء سے ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء تک جامعہ رضویہ منظر اسلام میں تدریس فرمائی اور پھر اپنی قائم کردہ جامعہ رضویہ مظہر اسلام (مدرسہ بی بی جی) میں طویل عرصے تک تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور لگ بھگ ۶۰ – ۷۰ سال تک درس وتدریس فرماتے رہے جس نے آپ کو درس نظامی کا ایک ماہر وفکر ساز مدرس، بالغ نظر محدث اور عظیم فقیہہ اور متکلم بنا دیا جس کے باعث پاک وہند کی تمام جامعات اور مدارس میں آپ کے تلامذہ یا ان کے تلامذہ درس وتدریس میں مشغول ہیں یہ ایک ایسا صدقہ جاریہ ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔ آپ کے اجل تلامذہ کی ایک انتہائی طویل فہرست ہے یہاں چند بہت ہی غیر معمولی اجل تلامذہ کا نام درج کیا جا رہا ہے جن کے فیض نظر سے آج پاک وہند کے تمام مدارس مستفیض ہو رہے ہیں ان میں قابل ذکر نام مندرجہ ذیل ہیں۔ ؎۲

۱۔ فقیہہ عصر مولانا اعجاز ولی خان رضوی (رحمۃ اللہ علیہ) محدث، فقیہہ، مفتی۔

۲۔ مناظر اعظم ہند مولانا حشمت علی خان رضوی پیلی بھیتی (رحمۃ اللہ علیہ) مدرس، مناظر

۳۔ محدث کبیر مولانا محمد ضیاء المصطفےٰ رضوی امجدی (رحمۃ اللہ علیہ) شیخ الحدیث، مدرس

؎۱ مولانا شہاب الدین رضوی "مفتی اعظم اور ان کے خلفاء" (مقدمہ) مولانا سید شاہد علی رضوی ص ۲۶ – ۴۰، مطبوعہ انڈیا ۱۹۹۰ء۔

؎۲ ایضاً ص ۵۸۔

۴۔ مبلغ اسلام مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی (مقیم مانچسٹر) بانی سنی رضوی انٹرنیشنل سوسائٹی مانچسٹر)

۵۔ محدث اعظم پاکستان مفتی سردار احمد رضوی (محدث، مفتی، مدرس)

۶۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات، سید احمد رضوی (مقیم لاہور) شیخ الحدیث حزب الاحناف لاہور۔

۷۔ بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی (مقیم بھارت) شیخ الحدیث مبارک پور۔

۸۔ مفتی محمد رجب علی رضوی نانپاروی (مقیم نانپارہ) بانی مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ۔

۹۔ فقیہ الہند مفتی محمد شریف الحق امجدی (مقیم بریلی) شارح بخاری۔

۱۰۔ استاذ العلماء مفتی خواجہ مظفر حسین رضوی۔ شیخ المعقولات۔

حضرت مفتی اعظم ہند کے تلامذہ وخلفاء صرف پاک وہند تک محدود نہیں بلکہ بلاد عرب میں بھی ایک کثیر تعداد موجود ہے تیسرے حج کے موقعہ پر ۱۳۹۱ھ میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں عرب کے بڑے بڑے جید علماء کرام نے اور مفتیان عظام نے اجازت حدیث اور خلافت کا اعزاز حاصل کیا جن میں قابل ذکر نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ علامہ سید محمد مغربی مالکی، ۲۔ مولانا سید امین قطبی مکی۔
۳۔ علامہ جعفر بن کثیر۔ ۴۔ مولانا عمر حمدان مکی۔
۵۔ مولانا سید عباس مالکی۔ ۶۔ علامہ موز عرقی
۷۔ مولانا ابراہیم مدنی۔ ۸۔ علامہ فضل الرحمن ابن ضیاء الدین مدنی
۹۔ مولانا عبد المالک ۱۰۔ مولانا سید علوی مالکی۔

(صاحب زبدۃ الاتقان) [۱]

---

[۱] مولانا شہاب الدین رضوی "مفتی اعظم اور ان کے خلفاء" (مقدمہ) مولانا سید شاہد علی رضوی ص ۲۶۔ ۴۴ مطبوعہ انڈیا۔ ۱۹۹۰ء

مفتی اعظم ہند نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء سے کیا اور پہلا مسئلہ رضاعت سے متعلق لکھا جس کے جواب پر اعلیٰ حضرت نے بہت پسند کیا اور اسی وقت ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل رحمٰن عرف محمد مصطفےٰ رضا کے نام کی مہر بنا کر آپ کو عطا کی اور دار الافتا آپ کے سپرد کیا۔ [1]

یہ بھی عجب حسن اتفاق ہے کہ اعلیٰحضرت نے بھی ۱۴ سال کی عمر شریف میں پہلا فتویٰ رضاعت کا ہی لکھا تھا جس کو آپ کے والد مولانا مفتی نقی علی خان علیہ الرحمہ نے جب دیکھا تو فرط محبت سے پیشانی چومی اور آپ کو دار الافتاء کی ذمہ داری سپرد کر دی۔ [2]

مفتی اعظم ہند نے اعلیٰ حضرت کی حیات میں فتاویٰ نویسی کا آغاز کیا اور عمر کے آخری ایام تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس طرح لگ بھگ ۷۰ برس مسلسل فتاویٰ نویسی کی خدمت انجام دیتے رہے اس دوران لاکھوں فتاویٰ جمع ہو گئے جس کی کے بعد دو جلدیں فتویٰ مصطفویہ کے نام سے زیور طبع ہو چکی ہیں۔ اور دیگر فتویٰ کئے جا رہے ہیں۔

مفتی اعظم ہند نے فتاویٰ کے علاوہ ایک کثیر تعداد تصنیفات کی بھی یادگار چھوڑی ہیں، جن میں سے چند شائع بھی ہو چکی ہیں۔ اور زیادہ تر قلمی صورت میں موجود ہیں، چند نام مندرجہ ذیل ہیں۔ [3]

---

[1] مولانا شہاب الدین رضوی، "مفتی اعظم اور ان کے خلفاء" (مقدمہ)

[2] پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد "حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی" ص ۱۲۰، مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۱ء۔ [3] مولانا عبد المجتبیٰ رضوی تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۵۲۰، مطبوعہ بنارس انڈیا ۱۹۸۹ء۔

(۱) القول العجیب فی جواز التثویب؟ (بعد اذان صلوٰۃ وسلام پکارنے کے بارے میں علماء عرب وعجم کا قول فیصل)

(۲) القسورۃ علی ادوار الحمر الکفرۃ (۱۳۴۳ھ) (لیڈروں کے بعض کفری اقوال کا ردِ بلیغ)

(۳) طرق الھدیٰ والارشاد الیٰ احکام الامارۃ والجہاد (۱۳۴۱ھ) (مسئلہ خلافت، جہاد، ترکِ موالات اور ہندو مسلم اتحادِ بے بنیاد کے موضوع پر بے مثال ہے۔)

(۴) سوراخ در سوراج (۱۳۴۱ھ) (خلافتی لیڈروں کی غیر شرعی حرکات اور ہندوؤں کی باطنی خباثت کا ردِ بلیغ)

(۵) مقتل کذب وکید (۱۳۳۲ھ) (مسئلہ اذان پر مخالفین پر ایک ہزار ضرب قوی ہیں)

(۶) دوام العیش فی الائمۃ من قریش (۱۳۳۹ھ) (مصنفہ اعلیحضرت قدس سرہٗ کی نفیس وسلیس تمہید اور تازہ اضافات وافادات)

(۷) العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ (کتاب نکاح وطلاق) کی تصحیح فرمائی اور اضافہ فوائد کے ساتھ ۲۷-۱۹۲۶ء کو پہلی بار حسنی پریس بریلی سے شائع کرائی)

(۸) الاستمداد علی اجیال الارتداد (۱۳۳۷ھ) کے حواشی وتکملات ملقب بہ کشف ضلال دیوبند۔

(۹) الملفوظ (چار حصوں میں) اعلیحضرت قدس سرہٗ کے ملفوظات، طریقت وحقیقت کے بیان میں بلند پایہ کتاب۔

(۱۰) الفتاوی المصطفویہ۔ اطراف وجوانب سے آتے ہوئے سوالات کے محققانہ جوابات۔

(۱۱) الحجۃ الواہرہ بوجوب الحجۃ الحاضرۃ، مطبوعہ جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی۔ (بعض نادان اور خانہ ساز مفتیوں نے جزیرۃ العرب کے انقلاب کے باعث عدم وجوب حج کا فتویٰ دیا۔ ایسے گمراہ کن فتویٰ کا دندان شکن جواب خاندان نبوت کے ساتھ عقیدت اور جزیرۃ العرب کی مذہبی صورت کا بیان)

(۱۲) النکتۃ علی مراۃ کلکتہ (۱۳۳۲ھ) خارج مسجد اذان کی تحقیق، مطبوعہ مطبع اہلسنت بریلی۔

(۱۳) دفعات السنان الی حلق المساۃ بسط البنان (۱۳۳۰ھ) تحذیر الناس اور بسط البنان کی مذبوحی حرکات کی خدمت داری میں لاجواب کتاب۔

(۱۴) وہابیہ کی تقیہ بازی، مطبوعہ بریلی الیکٹرک پریس بریلی۔

(۱۵) ادخال السنان الی حنک الحلقی بسط البنان (۱۳۳۰ھ)

(۱۶) اشد الباس علی عابد الخناس (۱۳۲۸ھ)

(۱۷) القسم القاصم للداسم القاسم (۱۳۳۰ھ)

(۱۸) نور الفرقان بین جند الآلہ واحزاب الشیطان ۱۳۳۰ھ

آپ نے بیعت حضرت مخدوم شاہ ابوالحسین احمد نوری سے کی اور اجازت و خلافت والد ماجد سے پائی۔ لاکھوں مسلمان آپ سے شرف بیعت رکھتے ہیں۔ جن میں علماء کی تعداد زیادہ ہے۔ بکثرت علماء کو آپ نے اجازت و خلافت مرحمت فرمائی ہے۔ افتاء نویسی میں آپ کو ید طولیٰ حاصل ہے اور مفتی اعظم ہند کے پیارے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز کو آپ کی فقاہت پر ناز تھا۔ آپ کو دارالافتاء کا مہتمم مقرر کر رکھا تھا۔ اکثر فتاویٰ پر اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ اپنے شہزادۂ اصغر و الانبار سے تصدیق حاصل کرتے۔ بعض اوقات آپ کی تصدیق و تائید عجیب بہار لاتی۔ چنانچہ تحریک ترک موالات کے دوران جب پروفیسر مولوی حاکم علی

صاحب اسلامیہ کالج لاہور نے علامہ اقبال ... کے حکم سے اعلیٰحضرت قدس سرہٗ سے ترکِ موالات، یونیورسٹی سے الحاق اور ارتداد وغیرہ کے بارے میں استفتار کیا تو سوال میں درج تھا کہ "میرے فتوے کی تصحیح اُن اصحاب سے کرائیں جو دیوبندی نہیں، مثلاً موید ملت طاہرہ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں قادری صاحب بریلوی علاقہ روہیل کھنڈ اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ممالک مغربی و مشرقی۔"

جواب میں اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے اصل مسئلہ قرآن و حدیث اور فقہ سے واضح کیا، مگر جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا ذکر کسی انداز میں بھی نہ کیا۔ مگر تصدیق میں مفتی اعظم ہند نے فرمایا "تھانوی صاحب سرغنہ دیوبندیہ ہیں ان کا استفسار عجیب ہے۔" اس کا اثر یہ ہوا کہ سائل مذکور مولوی حاکم علی صاحب کی دین پرستی نے انہیں حق کے قبول پر آمادہ کیا اور فتویٰ اصلی جمعیت علماء ہند صفحہ ۵۷/۴ پر یہ مضمون چھاپ دیا۔

"الحمد للہ والمنۃ کہ یکم نومبر ۱۹۲۰ء عالی جناب موید ملت طاہر مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری بریلوی کا فتوی موصول ہوا۔ اس سے مجھے ٹھیک پتا لگا کہ مولوی اشرف علی صاحب تو سرغنہ دیوبندیہ ہیں۔ یا اللہ میری توبہ!"

(الحجۃ المؤتمنہ، طبع اول، ص: ۶)

سیاست میں اگرچہ باقاعدہ حصہ نہیں لیتے تاہم اپنے والد ماجد کی اتباع میں سیاسی معاملات میں اعلیٰ البصیرت رکھتے ہیں اور کمال درد دل سے بروقت سیاستدانوں کی غلطیوں پر ان کو انتباہ فرماتے ہیں۔ تحریک ہجرت میں لیڈروں کی ناعاقبت اندیشی سے مسلمانوں کا جو نقصان ہوا اس کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

ف یہ رسالہ دو قومی نظریہ پر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا ہے اور "ہندو کیا ہے؟" سمجھنے میں پوری ... حاشیہ اگلے صفحہ پر

اس وقت یہ حکم جہاد بھی اسی دشمن اسلام و مسلمین گاندھی بد دین کا حکم ہے۔ جیسے پہلے ہجرت سے نقصان پہنچائے، مسلمانوں کے خانماں برباد کرائے ان کی بیش بہا جائیدادیں اور اموال کوڑیوں میں بکوائے سب کے کوڑے کرائے [1] اھ ملخصاً۔ اخذ خلافت کی تحریک میں شرعی قباحتوں کے

(بقیہ گذشتہ صفحہ)

پوری رہنمائی کرتا ہے۔ ۱۸۹۷ء میں سنّی کانفرنس پٹنہ کے اجلاس میں اعلحضرت دو قومی نظریہ کا اظہار فرماچکے تھے۔ عمر بھر اسی پر عمل پیرا رہے۔ آپ کے خلفاء و تلامذہ کا بھی یہی دستور العمل رہا۔ تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات میں بعض مسلمان لیڈروں کی طرف سے ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ بلند ہوا۔ مسلمانوں کے اس جوش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گاندھی نے بڑھ کر مسلم قومیت کے تشخص کو مٹانے کا تہیہ کر لیا۔ چنانچہ جبّہ و دستار میں ملفوف بعض مسلمان نما رہنما بھی اس کے ہم نوا ہو گئے۔ اس ضرورت کے پیشِ نظر اس مسئلے پر یہ تحریری دستاویز ۱۹۲۰ء میں پیش کی۔ انقلابات و حادثات نے ماضی کے بہت سے نظریات کو یا تو رد کر دیا ہے یا اُن پر اپنی مُہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔ جُوں جُوں زمانہ گذر رہا ہے محققین و مؤرخین مذکورہ رسالہ کی اہمیت محسوس کرتے ہوئے اس جانب متوجہ ہو رہے ہیں۔ چنانچہ یہ پوری کتاب رئیس احمد جعفری (ندوی) نے اپنی تالیف "اوراقِ گم گشتہ" (مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء) میں شامل کر لی ہے جو بڑے سائز کے ۸۰ صفحات (۲۲۵ تا ۳۰۵) پر پھیلی ہوئی ہے۔ اسی طرح ملک کے نامور مؤرخ جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی نے اپنی انگریزی تالیف علماء ان پالٹکس (مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء) تحریک ترک موالات میں حضرت فاضلِ بریلوی کی سیاسی بصیرت کا اعتراف کیا ہے۔ (قصوری)

نوٹ: لاہور کے ایک ناشر مکتبہ حامدیہ نے حال ہی میں مذکورہ رسالہ شائع کر دیا ہے۔

[1] طرق الہدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجہاد، مطبوعہ بریلی (طبع اوّل ۱۳۴۱ھ) ص: ۴۱

سبب شریک نہ ہوئے لیکن ترکوں اور سلطان ترکی سے ہمدردی رکھتے تھے۔"

چنانچہ سلطان ترکی کی حمایت میں یوں ارشاد فرمایا:

"سلطان المسلمین ترکی اللھم انصرہ وانصر من نصرہ واخذل اعداءہ الکفرۃ الفجرۃ اللھم مزدیارھم وقصر اعمارھم وزلزل اقدامھم ولا تجعل لھم علیہ وعلینا سبیلا کی حرمت وعزت کے لئے خدمت محترمین کیا کم ہے۔ ان کی سلطنت علیہ کی حفاظت وحمایت کے لئے خلافت کی شرط حماقت ہے۔ تحفظ وامداد سلطنت اسلام کے لئے امامتِ کبریٰ شرط ہی کب ہے۔ جس کے لئے یہ لغو وفضول و بے معنی کد ہے۔"[1]

تحریک خلافت کے لیڈروں کا دعویٰ تھا کہ سلطان ترکی شرعی خلیفہ ہے اس لئے اس کی امداد واعانت اور خلافت ترکیہ کی حمایت وصیانت فرض ہے۔ وہ یہ بات بھول چکے تھے کہ خلافت شرعیہ مصطلحہ کے لئے جن سات[2] شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے ان میں سلطان ترکی میں "قرشیت" کی شرط مفقود ہے۔ گویا وہ شریعت اسلامیہ کے اجماعی اصول کا انکار کرکے بزعم خود شریعتِ اسلامیہ کی خدمت کر رہے تھے۔ دیگر علماء راسخین نے ترکی کی خلافت مصطلحہ کو نہ مانتے ہوئے بھی اس کی امداد واعانت اور حمایت وصیانت میں کمی نہ کی۔ مفتی اعظم ہند فرماتے ہیں:

---

[1] الفاصل: ۵۳، [2] خلافت کا مستحق وہ ہے جو مرد ہو، عاقل ہو، بالغ ہو، مسلم ہو حُر ہو، قادر ہو، قرشی ہو

عزیزانِ ملت! ان لیڈروں کو باوجود ادعائے سُنّت و جماعت علماء و مشیخت اس قید قطعی اجماعی قرشیت کو نکالنے اور خوارج کے حال اور معتزلہ کے پھندوں میں پھنسنے کی حاجت کیا ہے۔ انہوں نے مسلماتِ اسلامیہ کے پامال میں کیا نفع سوچا ہے[1]

ترکِ موالات کے بارے میں ارشاد فرمایا:

موالات و معاملت میں فرقِ عظیم بعید ہے۔ موالات قطعاً یقیناً ہر کافر سے، مُشرک ہو کتابی، ذمی ہو یا حربی اگر حقیقتاً ہے کفر ہے اور صوری ہے تو حرام ہے جس پر کثیر آیات قرآنیہ ناطق اور مجرد معاملت سوا مرتد کے سب سے جائز ہے[2]

تحریکِ ترکِ موالات میں لیڈروں کی غیر اسلامی حرکات، اور شتر بے مہار چال کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"اللہ اللہ! یا یا یں شورہ شوری یا یا یں بے نمکی کہ نری معاملت سے آدمی کافر ہو جائے۔ یا کم از کم حرام کار ٹھہرے۔ لطف یہ کہ وہی انگریز ہیں، وہی ان کا مذہب ہے، وہی ان کی گفتار، وہی رفتار، وہی کردار ـــــــ کیا آج سے پہلے انگریز انگریز نہ تھے یا وہ مسلمان جو غدر میں پھانسیاں دیے گئے، دریائے شور بھیجے گئے، سخت سزایاب ہوئے

---

[1] ایضاً ص: ۵۳

[2] ایضاً ص: ۲۵

جو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیے گئے۔ وہ مسلمان نہ تھے یا جب تک (معاذ اللہ) قرآن مجید میں ترک موالات وجہاد کے احکام نہ تھے آج گاندھی نے جسے آپ لوگوں نے مذکّر مبعوث من اللہ مانتے ہیں، بنائے ہیں[۱]

غرض شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ہر اسلام دشمن تحریک سے الگ رہے مسلمانوں کو اس کے نقصانات سے آگاہ فرمایا۔

فتنۂ ارتداد (شدھی تحریک) میں جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے سرپرست ہونے کی حیثیت سے بے شمار مرتدین کو مسلمان بنایا۔ اس مقصد کے لئے دُور دراز علاقوں کا سفر کیا۔ تحریک پاکستان میں خلفاء و تلامذہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ اور علماءِ اہلِ سنّت کے ساتھ مل کر انتھک مساعی جمیلہ فرمائیں۔ اعلیٰحضرت کے پیش کردہ دو قومی نظریہ (نظریہ پاکستان) کو عوام و خواص تک پہنچانے کے لئے بے مثال کارنامے سرانجام دیے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کے ہر اجلاس میں شرکت فرماتے۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس میں ہونے والی آل انڈیا سنّی کانفرنس میں مشائخ و علماء کی جو کیمٹی دستور مرتب کرنے کے لئے منتخب کی گئی آپ کو اس میں سرِ فہرست رکھا گیا۔ نیز مرکزی "دارالافتاء" کے سرپرست تجویز کئے گئے۔

الغرض آپ کی زندگی اسلام و مسلمین کے لئے وقف ہے۔ بڑھاپے عالم میں آج بھی مرکز اہلسنّت وجماعت (بریلی) میں اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے نائب کی حیثیت سے دعوت وارشاد میں مصروف ہیں۔

جناب شوکت صدیقی جو ایک غیر جانبدار مؤرّخ ہیں نے بھی تحریک پاکستان میں حضرت مفتی اعظم ہند مدظلہ کی خدمات جلیلہ کو خراج تحسین پیش کیا ہے لکھتے ہیں:

---

[۱] ایضاً ص ۳۵ تا ۴۰،

"مولانا احمد رضا خاں کے فرزند اور ان کے جانشین مولانا مصطفےٰ (رضا) خاں نے ہمیشہ تحریکِ پاکستان کی کُھل کر حمایت کی ہے۔ انہوں نے اپریل ۱۹۴۶ء میں تحریکِ پاکستان کی حمایت و تائید میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سُنّی کانفرنس میں نہایت سرگرمی کے ساتھ حصّہ لیا مگر قیامِ پاکستان کے بعد مولانا مُصطفےٰ (رضا) خاں۔ بریلی کے دارالعلوم منظرِ اسلام کے ذریعہ اشاعت و تبلیغِ اسلام کے کام میں سرگرمِ عمل ہیں۔"[1]

آپ کو شعر و سخن سے بھی لگاؤ ہے۔ کلام نعت پر مُشتمل ہے۔ اپنے والدِ ماجد اور خاندانی روایات کے مُطابق عشقِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے وافر حصّہ پایا۔ نوری تخلص فرماتے ہیں۔ آپ کی نعت کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

بہارِ جانفزا تم ہو نسیمِ داستاں تم ہو — بہارِ باغِ رضواں تم سے ہے زیبِ جناں تم ہو
حبیبِ ربِ رحمٰں تم مکینِ لامکاں تم ہو — سرِ ہر دو جہاں تم ہو شہِ شاہنشاہاں تم ہو
حقیقت آپکی مستور ہے یوں تو نہاں تم ہو — نمایاں ذرے ذرے سے ہاں جلوے عیاں تم ہو
حقیقت سے تمھاری جز خدا اور کون واقف ہے — کہے تو کیا کہے کوئی کہ نہیں تم ہو چناں تم ہو
خدا کی سلطنت کا دو جہاں میں کون دولھا ہے — تم ہی تم ہو تم ہی تم ہو یہاں تم ہو وہاں تم ہو
تمھارا نور ہی ساری ہے ان ساری بہاروں میں — بہاروں میں نہاں تم ہو بہاروں میں عیاں تم ہو
زمین و آسمان کی سب بہاریں آپ کا صدقہ — بہارِ بے خزاں تم ہو بہارِ جاوداں تم ہو
تمھارے حسن و رنگ و بو کی گل بوٹے حکایت ہیں — بہارِ گلستاں تم ہو بہارِ بوستاں تم ہو
تمھاری تابشِ رخ ہی سے روشن ذرہ ذرہ ہے — مہ و خورشید و انجم برق میں جلوہ کناں تم ہو

---

[1] ہفت روزہ الفتح، کراچی شمارہ ۱۴، ۲۱ مئی ۱۹۷۶ء ص: ۴۱،

نظرِ عارف کو ہر عالم میں آیا آپ کا عالم
نہ ہوتے تم تو کیا ہوتا بہارِ ہر جہاں تم ہو

تمہارے جلوۂ رنگیں ہی کی ساری بہاریں ہیں
بہاروں سے عیاں تم ہو بہاروں میں نہاں تم ہو

مجسم رحمتِ حق ہو کہ اپنا غم نہ اندیشہ
مگر ہم سے سیہ کاروں کی خاطر یوں رواں تم ہو

کہاں ہم خاک افتادہ کہاں تم اے شہِ بالا
اگر مثلِ زمیں ہم ہیں تو مثلِ آسماں تم ہو

یہ کیا میں نے کہا مثلِ سما تم ہو معاذ اللہ
منزہ مثل سے برتر زہر وہم و گماں تم ہو

میں بھولا آپ کی رفعت سے نسبت ہی ہمیں کیا ہے
وہ کہتے بھر کی نسبت تھی کہاں ہم ہیں کہاں تم ہو

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک اے گرامی مولیٰ
گدائے بے نوا ہم ہیں شہِ عرش آستاں تم ہو

میں بیکس ہوں میں بے بس ہوں مگر کس کا تمہارا ہوں
تہِ دامن مجھے لو پناہِ بے کساں تم ہو

حقیقت میں نہ بیکس ہوں نہ بے بس ہوں نہ ناطاقت
میں جب تھک جاؤں مجھ کو دور کے تاب و تواں تم ہو

ہمیں امید ہے روزِ قیامت ان کی رحمت سے
کہ فرمائیں ادھر آؤ نہ مایوس از جناں تم ہو

ستم گارو چلے آؤ چلے آؤ چلے آؤ
ہمارے ہو ہمارے ہو اگر از بداں تم ہو

ستم گارو خطا کارو سیہ کارو جفا کارو
ہمارے دامنِ رحمت میں آجاؤ کہاں تم ہو

تمہارے ہوتے ساتے درد دکھ کس کے ہوں پیارے
شفیعِ عاصیاں تم ہو وکیلِ مجرماں تم ہو

مسیحِ پاک کے قرباں مگر جانِ دل و ایماں
ہمارے درد کے درماں طبیبِ انس و جاں تم ہو

دکھائے لاکھ آنکھیں مہرِ محشر کچھ نہیں پروا
خدا رکھے تمہیں تم ہو سرِ امن و اماں تم ہو

ریاضت کے یہی دن ہیں بڑھاپے میں کہاں ہمت
جو کچھ کرنا ہو اب کرلو ابھی نوری جواں تم ہو

فقط نسبت کا جیسے ہوں حقیقی نوری ہو جاؤں
مجھے جو دیکھے کہہ اٹھے میاں نوری میاں تم ہو

ثنا منظور ہے ان کی نہیں یہ مدعا نوری
سخن سنج و سخنور ہو سخن کے نکتہ داں تم ہو

تو شمع نبوت ہے عالم تیرا پروانہ — تو ماہِ رسالت ہے اے جلوۂ جانانہ
جو ساقیِ کوثر کے چہرے سے نقاب اٹھے — ہر دل بنے میخانہ ہر آنکھ ہو پیمانہ
دل اپنے چمک اٹھے ایمان کی طلعت سے — کر آنکھیں بھی نورانی اے جلوۂ جانانہ
ہر پھول میں بو تیری ہر شمع میں ضو تیری — بلبل ہے ترا بلبل پروانہ ہے پروانہ
پیتے ہیں ترے در کا کھاتے ہیں ترے در کا — پانی ہے ترا پانی دانہ ہے ترا دانہ
ہر آرزو بر آئے سب حسرتیں پوری ہوں — وہ کان ذرا دھر کر سن لیں مرا افسانہ
سنگِ درِ جاناں پر کرتا ہوں جبیں سائی — سجدہ نہ سمجھ نوری سر دیتا ہوں نذرانہ
گر پڑ کے یہاں پہونچا مر مر کے اسے پایا — چھوٹے نہ الٰہی اب سنگِ درِ جانانہ
سنگِ درِ جاناں ہے ٹھوکر نہ لگے اسکو — لے ہوش پکڑ اب تو لے لغزشِ مستانہ
وہ کہتے نہ کہتے کچھ وہ کرتے نہ کرتے کچھ — اے کاش وہ سن لیتے مجھ سے مرا افسانہ
اے مفلسو نادارو جنت کے خریدارو — کچھ لائے ہو بیعانہ کیا دیتے ہو بیعانہ
کچھ نیک عمل بھی ہیں یا یونہی اُٹل ہی ہے — دنیا کی بھی ہر شے کا تم لیتے ہو بیعانہ

آباد اسے فرما ویراں ہے دلِ نوری
جلوے ترے بس جائیں آباد ہو ویرانہ

برجستہ تاریخ گوئی میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا ، کیوں نہ ہو کہ "الولد سر لابیہ" بھی تو صحیح ہے ۔ نامور محدث ، فقیہہ اعظم ، بے مثال صاحبِ رشد و ہدایت ، سخن گو و سخن سنج ہونے کے علاوہ کثیر تصانیف آپ کے علم و فضل کا واضح ثبوت ہیں۔

حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا وصال پر ملال بروز بدھ ۱۴ر محرم الحرام (شب ایک بجکر ۴۰ منٹ پر) ۱۴۰۲ھ / مطابق ۱۱ر نومبر ۱۹۸۱ء بریلی شریف میں ہوا اور والد ماجد اعلیٰ حضرت احمد رضا خان محدث بریلوی کے پہلو میں دفنایا گیا۔

مولانا محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ

اسم گرامی محمد ظفر الدین، تاریخی نام غلام حیدر تھا والد محترم کا نام عبدالرزاق تھا۔ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ، ۱۸۸۵ء میں عظیم آباد (پٹنہ) میں پیدا ہوئے، ابتدائی کتب والد ماجد سے پڑھیں دس برس کی عمر میں موضع بین کے مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں داخل ہوئے اور مولانا معین الدین اشرف، مولانا بدرالدین اشرف اور مولانا معین الدین ازہر سے درسیات کی متوسط کتابیں پڑھیں، قاضی عبدالوحید رئیس پٹنہ کے مدرسہ حنفیہ میں شاہ وصی الدین محدث سورتی سے ۱۳۲۰ھ میں استفادہ کیا، ۱۳۲۱ھ میں کانپور میں مولانا احمد حسن کانپوری سے معقول کی تعلیم حاصل کی، مولانا شاہ عبیداللہ اور قاضی عبدالرزاق کانپوری سے بھی استفادہ کیا، درس حدیث پیلی بھیت میں محدث سورتی سے حاصل کیا، مدرسہ منظر اسلام بریلی آپ کی ہی کوششوں سے قائم ہوا، منظر اسلام بریلی کے ابتدائی طالب علم ف۱

ف۱ : مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ ۱۳۲۲ھ میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا شہرہ سن کر بریلی شریف پہنچے اور اکتساب فیض کرنے لگے۔ امام احمد رضا چونکہ دارالافتاء اور اپنی تصانیف میں بہت زیادہ مشغول رہتے اس لیے آپ نے اس وقت تک کوئی مدرسہ قائم نہیں کیا تھا بس جہاں وقت ملتا اپنے شاگردوں کو بڑی کتابوں کا درس دے دیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ یہاں کوئی باقاعدہ مدرسہ قائم نہ ہو سکا اس کمی کو مولانا ظفر الدین علیہ الرحمہ نے شدت سے محسوس کیا۔ آپ کے ساتھ آپ کے ہم وطن مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی بھی درس میں شریک تھے، آپ نے

حاشیہ اگلے صفحہ پر

مولانا ظفر الدین اور مولانا عبدالرشید عظیم آبادی تھے۔ امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا فاضلِ بریلوی سے بخاری، اقلیدس کے چھ مقالے، تصریح تشریح الافلاک، شرح چغمینی، پڑھیں اور علمِ توقیت، جفر و تکسیر کا علم حاصل کیا اور شعبان ۱۳۲۵ھ میں کثیر علماء کی موجودگی میں دستارِ فضیلت اور سندِ فراغت سے ممتاز ہوئے۔

تدریسی خدمات کی ابتداء مدرسہ منظرِ اسلام بریلی سے کی ۱۳۲۹ھ تک وہیں مدرس رہے، بعدازاں مولانا حکیم عبدالوہاب الہ آبادی کے مدرسہ حنفیہ آرہ میں صدر مدرس مقرر ہوئے، امام احمد رضا فاضلِ بریلوی کے ایماء پر ۱۳۳۰ھ میں مدرسہ نعمانیہ میں کچھ عرصہ تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۹۱۳ء میں پٹنہ میں جامعہ شمس الہدیٰ قائم ہوا تو آپ کا تقرر بحیثیت مدرس ہوا اس کے بعد مدرسِ فقہ و تفسیر بنے بعدازاں اول مدرس کے منصب پر فائز ہوئے۔

بقیہ پچھلے صفحے کا حاشیہ

پھر مولانا حامد رضا بریلوی سے اپنا خیال پیش کیا کہ یہاں کوئی باقاعدہ مدرسہ قائم کیا جائے۔ ان حضرت نے پھر مولانا سید حکیم امیر اللہ بریلوی (المتوفی ۱۳۲۲ھ) کو امام احمد رضا سے اس موضوع پر گفتگو کے لیے آمادہ کیا۔ اعلیٰحضرت نے بڑی مشکل سے رضامندی کا اظہار کیا کیونکہ دیگر دینی مشاغل کی کثرت تھی چنانچہ ۱۳۲۳ھ میں یہ مدرسہ منظر اسلام کے نام سے قائم ہوا۔ اس کا نام آپ کے منجھلے بھائی مولانا حسن رضا بریلوی نے منظر اسلام رکھا جس کے ۱۳۲۳ھ کے لحاظ سے ۱۳۲۳ھ عدد بنتے ہیں۔ اس مدرسے کے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا بشیر احمد علی گڑھی (المتوفی) تھے مولانا ظفر الدین فارغ ہوتے ہی اس مدرسہ میں مدرس کی حیثیت سے خدمت انجام دینے لگے۔ مجید

سنہ ۱۹۱۶ء میں سہسرام میں خانقاہ کبیریہ کے سجادہ نشین حضرت سید مصلح الدین کے مدرسہ میں اول مدرس کی حیثیت سے تدریس میں مشغول ہوئے۔

سنہ ۱۹۲۱ء میں جامعہ شمس الہدیٰ گورنمنٹ کے زیرِ اہتمام آیا تو آپ کو سینئر مدرس کا عہدہ دے کر واپس بلایا گیا، سنہ ۱۹۴۶ء میں جامعہ میں پرنسپل کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے ۱۹۵۰ء میں اس منصب سے سبکدوش ہوئے۔

سنہ ۱۹۵۰ء سے سنہ ۱۹۵۳ء تک ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ میں مقیم رہے۔ ۲۱ شوال المکرم ۱۳۷۱ھ / سنہ ۱۹۵۰ء کو حضرت سید شاہ شاہد حسن کی استدعا پر کٹیہار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا افتتاح فرمایا اور بحیثیت صدر مدرس سنہ ۱۹۶۰ء تک تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔

محرم الحرام سنہ ۱۳۲۲ھ / سنہ ۱۹۰۴ء کو چودہویں صدی کے مجدد امام احمد رضا بریلوی کے حلقۂ بیعت میں داخل ہوئے، تکمیلِ علوم کے بعد تمام سلاسلِ طریقت میں خلافت کا تاج سر پر رکھا اور "ملک العلماء" کا خطاب پایا

جامعہ شمس الہدیٰ (عربک کالج پٹنہ) کے سابق پرنسپل ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری کے علمی کمالات کا بہار کا کیا برصغیر کا ہر صاحب علم آج بھی معترف ہے، علم ہیئت و ریاضی وغیرہ بہت سے علوم میں یکتائے روزگار تصور کئے جاتے تھے۔

سنہ ۱۹۴۶ء میں کسی نے حروفِ ابجد سے متعلق ایک نہایت پیچیدہ سوال کیا، اس پر سائل کو مدیر دبدبۂ سکندری رامپور نے آپ کی طرف متوجہ ہونے کے لئے لکھا اور آپ کے متعلق لکھا:۔

"اس وقت آپ ایسی علمِ ہیئت و حروف و اعداد کی ماہر دوسری ہستی کل ہند میں ہماری معلومات و نظر میں نہیں ہے"[۱]

---

[۱] دبدبۂ سکندری، رام پور، ۳ شعبان سنہ ۱۳۶۵ھ / ۳ جولائی سنہ ۱۹۴۶ء جلد ۸۲، شمارہ ۱۵/۴۶،

عظیم آباد (پٹنہ) میں پیدا ہونے والا فاضل شاہ ظفر الدین (جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے) جامعہ نعمانیہ لاہور میں جب مدرس بن کر آیا تو امام احمد رضا فاضلِ بریلوی نے خلیفہ تاج الدین، دبیر انجمن نعمانیہ لاہور کے نام ایک مکتوب لکھا جس میں مولانا ظفر الدین کا تعارف کرایا گیا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ تعارف یہاں بدیۂ ناظرین کر دیا جائے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

بملاحظہ مولانا الکرم ذی المجد والکرم حامیٔ سنت ماحیٔ بدعت جناب خلیفہ تاج الدین احمد صاحب زید کرمہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، مکرمی مولانا محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہٗ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کارِ افتاء میں میرے معین ہیں، میں نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں سب سے یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا :-

۱۔ سنی خالص مخلص بہایت صحیح العقیدہ ہادی مہدی ہیں۔
۲۔ عام درسیات میں بفضلہٖ تعالٰی عاجز نہیں۔
۳۔ مفتی ہیں۔
۴۔ مصنف ہیں۔
۵۔ واعظ ہیں۔
۶۔ مناظرہ بعونہٖ تعالٰی کر سکتے ہیں۔

۷۔ علمائے زمانہ میں توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عامہ بلاد میں یہ علم علماء بلکہ عامہ مسلمین سے اٹھ گیا ہے فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیا کیا اور ساٹ صاحب بنانا چاہے جس میں بعض نے اشتغال کیا اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ کر بیٹھے، انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع وغروب ونصف النہار ہر روز وما ریخ کے لئے اور جملہ اوقات ماہ رمضان المبارک شریف کے لئے بھی بنالتے ہیں، فقیر آپ کے مدرسہ کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لئے کرتا ہے اگر منظور ہو تو فوراً اطلاع دیجئے کہ اپنے ایک اور دوست کو میں نے روک رکھا ہے کہ ان کی جگہ مقرر کروں اگرچہ دو عظیم کام یعنی افتاء و توقیت اور ان سے اہم تصنیف میں وہ ابھی ہاتھ نہیں بٹا سکتے اس لئے وعظ مناظرہ بھی نہیں کر سکتے مگر یہ وہاں گئے تو جس نے انہیں ان کاموں کا اپنے کرم سے بنا دیا ہے ان کو بھی بنا سکتا ہے ـــــ والسلام"

ـــــ فقیر احمد رضا عفی عنہ بقلم خود ۵ شعبان المکرم ۱۳۲۸ھ

یہ مکتوب "حیات اعلحضرت" حصہ اول میں موجود ہے، "تحیات اعلحضرت" میں ۳۴ مکتوب امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ملک العلماء شاہ ظفر الدین فاضل بہار کے نام ہیں دو اور مکتوب ہیں جن میں بھی فاضل بہار کا تذکرہ ہے، ان مکتوبات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فاضل بریلوی کو فاضل بہار کے ساتھ کس قدر النسیت اور محبت تھی فاضل بہار پر کس قدر اعتماد تھا، ان مکتوبات میں شریعت کے مسائل، طریقت کے اسرار کے علاوہ بعض امور علم ہیئت و ریاضی سے متعلق ہیں، بعض مکتوبات میں اس زمانہ کی تحریکات کے

بارے میں ہدایات ہیں، بہرحال مؤرخین کے لئے یہ مکتوبات نہایت قیمتی سرمایہ ہیں، ان مکتوبات میں فاضلِ بہار کو محبت آمیز انداز سے خطاب کیا گیا ہے، کہیں کہا:-

"ولدی وزینی و قرۃ عینی برادر دینی و لقینی مولانا مولوی ظفرالدین صاحب جعلہ اللہ کاسمہٖ ظفرالدین آمین"

کہیں فرمایا:-

"جان پدر بلکہ از جان بہتر ولدی الاعز مولانا ظفرالدین جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہٖ ظفرالدین آمین"۔

فتاویٰ رضویہ جلد اول مطبوعہ بریلی میں آپ کو ان الفاظ سے یاد فرمایا ہے:-

"ولد عزیز ذوالعلم والتمیز فاضل بہار مولوی محمد ظفرالدین وفقہ اللہ تعالےٰ لحمایۃ الدین ونکایۃ المفسدین وجعلہ کاسمہٖ ظفرالدین [1]"

فصیدہ الاستمداد میں یوں فرمایا [1]

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے | اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

فاضلِ بہار نے درجنوں کتابیں لکھیں، چند ایک کا ذکر ہم کرتے ہیں:-

۱۔ اردو ترجمہ الخیرات الحسان از علامہ شیخ شہاب الدین ابن حجر مکی (المتوفی ۹۷۳ھ)

۲۔ تنویر السراج فی ذکر المعراج۔

۳۔ جواز عرس۔

۴۔ المجمل المعدد لتالیفات المجدد۔ (۱۳۲۷ھ)۔

اس کتابچہ میں فاضلِ بہار نے فاضل بریلوی کی ۱۹۰۹ء تک کی تصنیفات کا تذکرہ جمع کیا ہے، فاضل بریلی کی تصنیفات کی یہ فہرست نامکمل ہے، خود مؤلفِ فاضل نے وضاحت کر دی ہے کہ یہ فہرست ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء تک کی

---

[1] فتاویٰ رضویہ جلد اول، مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی ص: ۸۱۱

تصنیفات پر مشتمل ہے اور اس فہرست میں اس سے پہلے کی بعض تصنیفات شامل تذکرہ نہیں، اس رسالہ میں ساڑھے تین سو سے زائد تصنیفات کا ذکر ہے جو پچاس علوم پر مشتمل ہیں اس کے بعد فاضل بریلوی تیرہ سال حیات رہے اس طرح آخری عمر کی تصنیفات کا تذکرہ اس رسالہ میں نہیں، جدید تحقیقات کے مطابق یہ تصانیف ایک ہزار کے قریب ہیں۔

۵۔ حیات اعلیٰحضرت ۱۹۳۸ء ملقب بہ مظہر المناقب (۱۳۶۹ھ)۔
فاضل بریلوی کے سوانح پر مشتمل ہے یہ ضخیم کتاب چار جلدوں میں ہے، جلد اول کا مسودہ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ کو تمام ہوا۔

یہ کتاب سوانح امام احمد رضا فاضل بریلوی پر اہم ماخذ ہے اس کا پہلا حصہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی سے چھپ چکا ہے، باقی حصے ابھی تک طبع نہ ہو سکے، کاش فاضل بہار کے صاحبزادے ڈاکٹر مختار الدین آرزو، صدر شعبہ عربی علیگڑھ یونیورسٹی یا کوئی اور صاحب علم بقیہ جلدوں کی اشاعت کی طرف متوجہ ہوں، "حیات اعلیٰحضرت" کا ایک باب "اعلیٰحضرت کی محدثیت" کے عنوان سے کتاب کے صفحہ ۱۰۰۹ سے ۱۰۳۴ تک پھیلا ہوا ہے (جلد کے کل صفحات ۳۲۰ ہیں اس طرح غالباً یہ مضمون جلد چہارم میں ہوگا)۔

۶۔ "جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری"
علم حدیث کی تدوین میں یہ ایک ایسی روشن خدمت ہے جو کبھی فراموش نہیں کی جا سکتی، اس کتاب نے فقہ حنفی پر طعنہ زنی کرنے والوں کی زبانیں گنگ کر دی ہیں، جامع الرضوی چھ جلدوں پر مشتمل ہے جس میں فقہی ابواب کی ترتیب اس طرح ہے :-

ا۔	المجلد الاوّل	در بیان عقائد
ب۔	المجلد الثانی	طہارت، صلوٰۃ
ج۔	المجلد الثالث	زکوٰۃ، صوم، حج
د۔	المجلد الرابع	کتاب النکاح تا وقف
ہ۔	المجلد الخامس	کتاب البیوع تا غصب
و۔	المجلد السادس	کتاب الشفعہ تا فرائض

ہر جلد میں تقریباً آٹھ سو صفحات ہیں۔ اس کتاب میں اندازاً نو ہزار احادیث درج ہیں احادیث کا یہ ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں مصنف نے ایک طرف وہ تمام روایات جمع فرمائیں جن پر مسلکِ حنفی کی عمارت تعمیر ہوئی ہے اور کوشش کی ہے کہ فقہِ حنفی کا کوئی مسئلہ مسلمہ ایسا نہ رہ جائے جس کی سند واستشہاد میں خبر واثر نہ پیش کی گئی ہو اور دوسری طرف ایمان افروز مقدمہ لکھ کر مستند محدثین واکابر علمائے اصول سے یہ ثابت کیا ہے کہ سلسلہ رواۃ میں کسی راوی کے مجروح ہونے سے روایت ناقابلِ استناد نہیں ہوجاتی اور نہ اصطلاحاً کسی حدیث کو ضعیف یا متروک کہنے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ روایت قطعاً بے اصل یا ناقابلِ اعتماد ہے بلکہ یہ سب محض "فنی اصطلاحات" ہیں

اس کتاب کو اپنوں اور بیگانوں نے زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا ہے چند ایک آراء کے اقتباسات پیش ہیں:۔

ا۔ مولانا حبیب شریف مہتمم مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن:۔

"۔۔۔۔ وجدتہ کتابا انیقا جامعا لجمیع المسائل من الطھارۃ وجیزا فی علوم الحدیث علی منھج المشکوٰۃ والتیسیر مفید الطلبۃ الحنفیۃ لمشتاق الحدیث

النبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم [1]

ب ۔ مولانا سید شاہ محمد حبیب الحق قادری، پٹنہ :۔

"......... عام طور پر حضرات اہل حدیث کہا کرتے ہیں کہ مسلک حنفی کا دار و مدار صرف حضرت امام اعظم یا ان کے چند شاگردوں کی رائیوں پر ہے اس کو احادیث سے کوئی تعلق نہیں، اس کتاب نے اس خیال کو غلط ثابت کر اور واضح کر دیا کہ مسلک حنفی کا کوئی جزیہ حدیث کے خلاف نہیں"[2]

ج ۔ مولانا شاہ سید شاہ عزیز الدین پھلواری، سابق ادیب ندوۃ العلماء لکھنؤ :

"ہندوستان میں مدتوں سے یہ ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ کوئی ایسی جامع کتاب لکھی جائے جو حنفیہ کے فقہی مسائل کو حدیث سے تطبیق دے، اسی ضرورت کو محسوس کر کے ذوالفضائل والنہیٰ حضرت مولانا محمد ظفر الدین صاحب نے ایک ضخیم کتاب جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری بڑی دیدہ ریزی اور عرق ریزی سے لکھنا شروع کی ...." [3]

د ۔ مولوی اصغر علی جعفری، اہل حدیث، صدر مدرس مدرسہ اصلاح المسلمین، پٹنہ :۔

" مولانا نے اس کتاب کی تالیف و تدوین میں مذہب حنفیہ کی ایک لازوال اور بے نظیر خدمت انجام دی ہے .... اگر اس کتاب کی تدوین اس زمانہ میں ہوتی ہوتی جب دینی حکومت برسرِ عروج اور مسلمانوں کا مذہبی و ملکی قانون فقہ اسلامی تھی، تو کوئی شبہ نہیں کہ مصنف کا شمار ائمہ حدیث میں ہوتا ...."

---

[1] ماہنامہ اشرفیہ ، مبارک پور ، ستمبر ۱۹۷۷ء ، ص ۳۵

[2] ایضاً

[3] ایضاً

ھ۔ مدیر رسالہ معارف، اعظم گڑھ :-

" مولانا ظفر الدین صاحب مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ نے، جو مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ارشد تلامذہ میں ہیں، جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری کے نام سے حدیث کا ایک ضخیم مجموعہ مذہبِ حنفی کو سامنے رکھ کر تیار کیا ہے جو فقہی ابواب کی ترتیب پر ۶ جلدوں میں تقسیم ہے، یہ علمِ حدیث اور فقہِ حنفی کی ایک بے حد مفید خدمت انجام دی گئی ہے"، فاضلِ بہاری کی اس انمول کتاب کو تمام سُنی مدارس میں بطور نصاب شامل کیا جانا چاہئے۔

آپکی مکمل تصانیف کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

تصانیف

ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین صاحب بہاری علیہ الرحمہ اعلحضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے نہ صرف اجل خلیفہ ہیں بلکہ اجل تلامذہ میں سے ہیں اور آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ تمام تلامذہ میں آپ کثیر صاحب تصنیف شاگرد ہیں آپ کی تصانیف کی تعداد ۷۰ سے زائد بتائی جاتی ہے۔ آپ کی تصانیف کا سلسلہ ۱۳۲۳ھ سے شروع ہوتا ہے اور زندگی کے آخری لمحات تک یعنی ۱۳۸۲ھ تک جاری رہا گویا ۶۰ برس تک تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری رہا بیشتر کتابیں تو اُردو زبان میں لکھی ہیں۔ مگر عربی زبان میں بھی چند رسائل تحریر فرماتے ہیں۔ مولانا ظفر الدین صاحب بہاری علیہ الرحمہ نے تحریر کے میدان میں اپنے استاذ اور پیرو مرشد علیہ الرحمہ سے بھرپور استفادہ کیا اور ایک لائق شاگرد ہونے کی حیثیت سے استاذ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، بیسیوں عنوانات پر قلمی یادگار چھوڑی ہیں، جن متعدد فنون اور موضوعات پر قلم

اٹھایا ان میں حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، فضائل مناقب، اخلاق، نصائح، صرف نحو، منطق، فلسفہ، کلام، ہیئت، توقیت، تکسیر اور مناظرہ قابل ذکر ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ اکثر و بیشتر کتابیں ابھی زیور طبع نہ ہوسکیں۔ بکتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ شرح کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ (۱۳۲۴ھ) (بزبان عربی)

۲۔ التعلیق علی القدوری (۱۳۲۵ھ) (عربی)

۳۔ التعلیق علی شروح المغنی (۱۳۳۱ھ) (عربی)

۴۔ خیر السلوک فی نسب الملوک (۱۳۳۳ھ)

۵۔ تقریب (۱۳۳۵ھ) علم منطق پر مفید رسالہ۔

۶۔ تہذیب (۱۳۳۵ھ) علم فلسفہ پر رسالہ

۷۔ وافیہ (۱۳۳۵ھ) علم نحو میں بے مثل عام فہم رسالہ

۸۔ بدر الاسلام لمیقات کل الصلوٰۃ والصیام (۱۳۳۵ھ)

۹۔ موذن الاوقات (۱۳۳۵ھ)

۱۰۔ تحفۃ الاحباب فی فتح الکوۃ والباب (۱۳۳۶ھ)

۱۱۔ القصر المبنی علی بناء المغنی (۱۳۳۶ھ)

۱۲۔ ہادی الہداۃ لترک الموالاۃ (۱۳۳۹ھ) تحریک ترک موالات پر اہم رسالہ۔

۱۳۔ توضیح الافلاک معروف بسلم السماء (۱۳۴۰ھ) علم ہیئت پر رسالہ۔

۱۴۔ الافادات الرضویہ (۱۳۴۴ھ) فاضل بریلوی کے اصول حدیث سے متعلق علمی فوائد

۱۵۔ جامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری (۱۳۴۵ھ) خالص محدثانہ انداز میں حنفی نقطۂ نظر سے اس کتاب میں صرف ان احادیث کو جمع کیا گیا ہے جو مؤید مسلک اہل سنت واحناف ہوں اور فقہ حنفیہ کا ماخذ و مصدر۔ آپ نے

احادیث کی تمام کتب کھنگال کر دہ تمام روایات جمع کی ہیں۔ جن پر مذہب حنفی کی عمارت کھڑی کی گئی ہے۔ یہ کتاب ۹ جلدوں پر مشتمل ہے اور حال ہی میں اس کی دوسری جلد جو ۰۰۰ اصفحات پر مشتمل ہے حیدرآباد سے شائع ہوئی ہے۔

۱۶۔ نافع البشر فی فتاویٰ ظفر (۱۳۴۹ھ) ۷۳ استفتاء کے جوابات۔

۱۷۔ تنویر السراج فی ذکر المعراج (۱۳۵۲ھ)

۱۸۔ الانوار اللامعۃ من الشمس البازغۃ (۱۳۵۷ھ) فلسفے کی مشہور کتاب کی تشریح۔

۱۹۔ الفوائد التامہ فی اجوبۃ الامور العامہ (۱۳۵۷ھ) علم کلام کی آسان شرح سوال و جواب کی شکل میں۔

۲۰۔ مولود رضوی (۱۳۶۰ھ) خواتین اور عام لوگوں کے لیے میلاد پر رسالہ۔

۲۱۔ تحفۃ العظماء فی فضل العلماء (۱۳۶۵ھ)

۲۲۔ حیات اعلیٰ حضرت (۱۳۶۹ھ)

۲۳۔ مشرقی کا غلط مسلک (۱۳۸۴ھ) مولوی عنایت اللہ مشرقی (م ۱۹۶۳ء) کے رسالہ مولوی کا غلط مذہب نمبر ۹ کا جواب۔

۲۴۔ النور والضیا فی سلاسل الاولیاء۔

۲۵۔ مکاتیب فاضل بہاری۔

۲۶۔ ظفر الدین الجید (۱۳۲۳ھ) مناظرہ

۲۷۔ شکست سفاہت (۱۳۲۶ھ) مناظرہ۔

۲۸۔ المجمل المعدد لتالیفات المجدد (۱۳۲۷ھ)

۲۹۔ الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت معروف بتوضیح التوقیت (۱۳۳۰ھ)

۳۰۔ الجواہر البیان (۱۳۳۳ھ)

۳۱- گنجینۂ مناظرہ (۱۳۳۴ھ)

۳۲- عافیہ (۱۳۳۵ھ) علم صرف پر رسالہ۔

۳۳- سرور القلب المحزون فی البصر عن نور العیون۔ (۱۳۳۸ھ)

۳۴- دلچسپ مکالمہ (۱۳۴۷ھ) دینی واخلاقی موضوع پر رسالہ۔

۳۵- نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال الثواب (۱۳۵۴ھ)

۳۶- سد الفرار لمہاجرین بہار (۱۳۶۶ھ) یہ رسالہ ہجرت بنگال کے نام سے بھی مشہور ہے۔

۳۷- چودھویں صدی کے مجدّد۔ (۱۳۴۷ھ)

۳۸- تنویر المصباح عنہ حی علی الفلاح (۱۳۷۱ھ)

۳۹- ظفر الدین الطیب (مناظرہ)

۴۰- جامع الاقوال فی رویتہ الہلال (۱۳۵۷ھ)

یہ فہرست پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو ابن مولوی ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کے مقالہ سے حاصل کی ہیں جو صحیح البہاری کے شروع میں آپ نے تحریر فرمایا ہے۔
مجید

امام احمد رضا فاضلِ بریلوی کے دیگر اکثر خلفاء و تلامذہ کی طرح فاضلِ بہار بھی تحریک آزادی ہند اور دیگر اسلامی تحریکات (جنہوں نے تحریکِ آزادی کی راہ ہموار کی) میں بھرپور حصہ لیا، آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس منعقدہ ۱۹۴۶ء میں شریک ہوئے اور کانفرنس کی طرف سے ان کمیٹیوں میں نامزد ہوئے، ان میں سے نصابِ تعلیم بنانے والی کمیٹی، عائلی قوانین مرتب کرنے والی کمیٹی، آل انڈیا سنی کانفرنس کے لئے آئین ساز کمیٹی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

علم و فضل کا یہ چراغ ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ/ ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کو شب دوشنبہ ای کے وقت ذکرِ جہر اللہ اللہ کرتے ہوئے گل ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی آپ کو فاضل بہار لکھتے تھے، یہ کیسا اعجاز ہے کہ یہی لقب "فاضل بہار" آپ کی تاریخ رحلت ہے۔

ناصر الاسلام مولانا سید محمد عبد السلام باندوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اہلسنت و جماعت کے مایۂ ناز عالم اور شیخ طریقت تھے۔ تمام وقت رُشد و ہدایت اور تلقین و ارشاد میں گذارتے۔ ایک انتہائی بلند پایہ شاعر اور کتاب و سنت کے زبردست مبلغ تھے۔ آپ کو حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے خاص نسبت تھی اور آپ پر حضرت قدس سرہٗ کی خاص نظر عنایت رہی۔ متعدد بار آپ نے حضرت کے اعتماد خصوصی کو حاصل کیا ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی تحقیق کے مطابق اعلیحضرت سے خلافت کا شرف بھی حاصل تھا۔

اعلیحضرت قدس سرہٗ کے دیگر خلفاء کی طرح تحریک پاکستان میں آپ نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا دو قومی نظریہ کے پرچار کے لئے ملک کے گوشے گوشے میں طوفانی دورے کئے۔ شوق تبلیغ اور متحرک شخصیت کے پیش نظر آل انڈیا سنی کانفرنس کے شعبۂ تبلیغ کے ناظم قرار پائے[1]

آپ کی کوششوں سے بابو تالاب ہوڑہ، کلکتہ، پارسی بگان (کلکتہ) چرگاؤں، ڈہاہا، کیونی (بانل) بلند شہر، قصبہ راٹھ، چوبیس پرگنہ (کلکتہ) وغیرہا مقامات پر آل انڈیا سنی کانفرنس کی مقامی شاخیں قائم ہوئیں ——— جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے عظیم الشان جلسہ ۱۹۴۶ء میں آپ نے جو نظم آل انڈیا سنی کانفرنس پر نہایت شگفتہ نعروں کی گونج میں پڑھی اس کے اشعار ملاحظہ فرمائیں:

---

[1] ہفت روزہ دبدبہ سکندری رامپور، ۱۰ مئی ۱۹۴۶ء

کس گل کی چمن آرائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
کیا تازہ بہار لائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

گلزار سخن شاداب ہوا، الفت کا چمن آباد ہوا
ہر گل میں تری رضائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

کلفت شب یادیک گئی، فرحت کا سہانا وقت آیا
کیا صبح مسرت لائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

سنی میں توانائی آئی اور مردہ دلوں میں جان آئی
اعجاز مسیحا لائی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جذبات کی دنیا جاگ اٹھی ایمان کی ہر ہر رگ ابھری
وہ مہر درخشاں لائی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جس کا ہے نصب العین قرآن وہ چاہئے اس کو پاکستان
وہ جذبۂ دینی پائی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

آ فوج میں اس کی داخل ہو اور توڑ دے قلعہ باطل کو
فرمان جہاد کا لائی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کر دے عملی ہنگامہ بپا، ہو سنی اس پر جان سے فدا۔
مدت میں میسر آئی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اولادِ غوث صمدانی ہیں، صدر محدث جیلانی ہیں
حسن پر کہ بدل شیدائی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

صدر الفضلا فخر العلماء سے ناظم اعلیٰ اس کے ہیں۔
ان سے ہی ظہور میں آئی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ہیں مفتی اعظم بھی شامل، احمد کی رضا خود ہے حامل
فیض رضوی بھی پائی ہے۔۔۔۔۔۔
اور شیر سیاست ناظم نشر مولانا عبدالحامد سا
جذبات کا عالم پائی ہے۔۔۔۔۔۔
ہیں خود شریعت جلوہ فگن اور پیر طریقت خود انگن
ان سے بڑی قوت پائی ہے۔۔۔۔۔
سجادۂ اجمیری خواجہ سلطان الہند سے یہ زیادہ
معراج ترقی پائی ہے۔۔۔۔۔۔
ہیں چاروں سلاسل کے شامل ہے فیض اسے ان کا حاصل
اور قادری قدرت پائی ہے۔۔۔۔
امداد سے جملہ مشائخ کی شرکت سے ہزاروں علماء کی
ہر گوشۂ ہند میں چھائی ہے۔۔۔۔۔۔
الحاد کی ظلمت دور ہوئی، بے دینی گئی کافور ہوئی
اللہ نے جب چمکائی ہے۔۔۔۔۔۔
کہتا ہے سلام خستہ جگر ہو جاؤ جمع سب سنت پر
پیغام شریعت لائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس [1]

۲۳ مارچ ۱۹۴۷ء کو مسلم لیگ کی اپیل پر پورے برصغیر میں یوم پاکستان منایا گیا اسی سلسلہ میں پارسی بگان (کلکتہ) میں آپ کی زیر صدارت یوم پاکستان منایا گیا۔ فلک شگاف نعروں کی گونج میں آپ کی تقریر ہوئی۔ اور پاکستان کے متعلق ریزولیشن پاس ہوا [2]

---

[1] دبدبہ سکندری رامپور، ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء - [2] ایضاً، ۷ اپریل ۱۹۴۷ء

آپ کی شاعری نعتیہ اشعار پر مشتمل ہوتی۔ نعت میں کیف و سرور کے جذبات نمایاں خصوصیت تھی۔ نعت کے چند پرسوز اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

اے جذبہ محبت حبیب خدا، اک بار تو ایسا ہو جائے
دربار میں حاضر ہو یہ گدا، آنکھوں میں اجالا ہو جائے

جب گھر ہو خدا کا اس دل میں، اور نور محمد آنکھوں میں
دل کعبہ بنے اور آنکھوں میں آباد مدینہ ہو جائے

جس سمت نظر اٹھ جائے مری، صدقے میں مدینے والے
وہ گنبد خضرا آئے نظر، روضے کا نظارا ہو جائے

دنیا اس کی، عقبیٰ اس کی، مرنا اس کا، جینا اس کا
اے آقا و مولے سیدنا، جو آپ پہ شیدا ہو جائے

جاں کس کی ہے یہ تن کس کا، سر کس کا ہے سودا کس کا
اپنا میں اسی کو سمجھوں جو قربان مدینہ ہو جائے

حاضر ہو سلام خستہ جگر، ہر سال تمہارے روضہ پر
اے ابر کرم اے چشم عطا، للہ اشارہ ہو جائے [1]

آپ کا وصال ۱۱ر شوال المکرم ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۸ء کو کراچی میں ہوا۔ تاریخ وفات اس طرح ہے:

---

[1] مجموعہ نعت حصہ اول مرتبہ انیس احمد نوری، مطبوعہ سکھر، ص: ۱۸۵

"آہ خلد آشیاں سید عبدالسلام باندوی" [1]

۸۷ ۱۳ ھ

"گل باغ امانت ہادی مولوی عبدالسلام باندوی"

۸۷ ۱۳ ھ

"مولانا محمد عبدالسلام قادری باندوی نور اللہ مرقدہٗ"

۸۷ ۱۳ ھ

جناب صابر براری نے تاریخ وصال یوں کہی :

"موج تاریخ وصال"

۸۷ ۱۳ ھ

دارِ فانی سے ہیں راہی سوئے گلزارِ بقا ۔۔۔ ناصر الاسلام حضرت مولوی عبدالسلام
تھے محبِ سُنّیت اور تھے عدوِ بدعت ۔۔۔ عالمانِ دینِ حق کرتے تھے ان کا احترام
عاشقانِ مُصطفےٰ کو دل سے رکھتے تھے عزیز ۔۔۔ تھے عدوِ مُصطفےٰ کے حق میں تیغِ بے نیام
یاد آتے ہی رہیں گے ان کے الطاف و کرم ۔۔۔ فیض و شفقت سے نوازا آپ نے مجھ کو دوام

یہ کہا رضواں نے ان کی سالِ رحلت کے لئے
لکھ اے صابر ہیں وہ "مقبولِ خدا جنت مقام" [2]

۸۷ ۱۳ ھ

---

[1] ماہنامہ عرفات لاہور، ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۵ء ص : ۲۰،

[2] سوادِ اعظم لاہور، ۱۵ فروری ۱۹۶۸ء ،

منشی حاجی محمد لعل خاں ویلوری مدراسی رحمۃ اللہ علیہ

جوہر منشی لعل پہ ہیرا کھا مرنے کو منگاتے یہ ہیں (اعلحضرت)

آپ کی ولادت ۱۲۸۳ھ ؁ میں ویلور (مدراس) میں ہوئی۔ والد ماجد کا اسم گرامی قاسم خان تھا۔ اُردو، انگریزی تعلیم پانے کے بعد سن ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء میں اٹھارہ برس کی عمر میں فوج میں محرری کے عہدہ پر تعینات ہوکر برما کی جنگ میں شریک ہوئے۔ دوران جنگ آپ کے دل میں اسلامیات اور سیرت کی کتب کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا تو اس سلسلہ میں شمس العلماء مولانا غلام رسول مدراسی رحمۃ اللہ علیہ سے چند کتب منگا بھیجیں، مولانا موصوف نے آپ کے تسکین ذوق کے لئے ۱۸۸۷ء میں 'اکسیر ہدایت' 'حکایات الصالحین'، 'کنز الدقائق' وغیرہ کتب روانہ فرمائیں۔

اکسیر ہدایت کے مطالعہ کے دوران رزق حلال کا بیان پڑھ کر دل ملازمت سے اچاٹ ہوگیا اور اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ جونہی پلٹن واپس ہندوستان پہنچے گی تو ملازمت کو خیر باد کہہ دوں گا مگر والدہ صاحبہ کے علاوہ دیگر اہل خانہ رضامند نہ ہوئے۔ جب ۱۸۹۰ء میں پلٹن مدراس سے سکندرآباد گئی تو آپ اپنے مرشد حضرت مولانا محی الدین ویلوری قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ "یہ روزگار جو میں کرتا ہوں کیسا ہے"؟ انہوں نے ارشاد فرمایا "حرام" عرض کیا "تو میں اسے چھوڑ دوں"؟ فرمایا! "ہاں"۔ آپ اس وقت کچھ مقروض تھے اور صرف پچیس روپیہ تنخواہ ملتی تھی۔ آپ نے کوشش کر کے چھ ماہ میں قرض ادا کر دیا اور ملازمت سے سبکدوش ہوگئے۔

ترک ملازمت کے بعد آپ ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء میں سفر حج پر روانہ ہوئے، حج و زیارت کے بعد ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء میں واپس تشریف لاکر کلکتہ میں مقیم ہوگئے۔

دورانِ حج آپ بہت سے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید و مستفیض ہوتے رہے خصوصاً حضرت معصوم شاہ بجنوری دہلوی عرف جوتے شاہ اور حضرت گوہر علی شاہ ٹونکی سے فیض حاصل کیا۔

۱۳۱۹ھ میں ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ کلکتہ میں منعقد ہونا قرار پایا اور ندویوں نے عوام کو اپنا ہمنوا بنانے کی سعی بلیغ کی تو آپ نے حضرت مولانا قاضی عبدالوحید عظیم آبادی اور حضرت مولانا عبدالسلام جبلپوری سے علماء ندوہ کے بارے معلومات حاصل کر کے عوام کو اُن کے بُطلان سے آگاہ کیا۔ اعلیحضرت قدس سرہٗ کلکتہ تشریف لائے تو آپ کے ارشاداتِ عالیہ سے ان کی 'صلح کل' پالیسی طشت از بام ہوگئی۔

۱۳۲۱ھ علماء ندوہ کا جلسہ مدراس میں منعقد ہوا، حاجی صاحب بغرض تبلیغ کلکتہ سے یہاں چلے آئے اور حضرت مولانا عبدالمجید ویلوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر بذریعہ تبلیغی لٹریچر ردِّ ندوہ میں بھرپور کام کیا جس سے اہلِ سنّت کو کامیابی نصیب ہوئی اور ندوی اپنے مذموم عزائم میں ناکام ہوئے۔

لہ علماء ندوہ 'صلح کل' کے داعی تھے اور ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتے تھے خواہ اس کے عقائد کچھ ہی کیوں نہ ہوں گویا وہ اجمال کے قائل تھے، تفصیل سے کچھ سروکار نہ رکھتے تھے، ـــــ فاضل بریلوی اس غیر واضح فکری اور علمی تحریک کو اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے اور اس کے سخت مخالف تھے۔ علماء دیوبند بھی اس تحریک اور اس کے بانی کو مشکوک نظروں سے دیکھتے تھے، چنانچہ مفتی کفایت اللہ صاحب نے اپنے فتوے (مطبوعہ تحفہ ہندیہ پریس دہلی ۱۳۲۶ھ) میں دارالندوہ کے روحِ رواں مولوی شبلی نعمانی پر سخت تنقید کی ہے اور ان کو معتزلہ اور ملاحدہ میں شمار کیا، اسی طرح مولانا انور شاہ کشمیری نے بھی مقدمہ مشکلات القرآن (ص ۳۲) میں مولوی شبلی کے لئے بہت سخت جملے استعمال کئے ہیں (بحوالہ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص ۹۲-۹۶)

اس عظیم الشان کامیابی پر اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے آپ کو مبارکباد ارسال فرمائی۔ ذیل میں اعلیٰحضرت کا گرامی نامہ نقل کیا جاتا ہے:

بملاحظہ حامیِ سنّت ماحیِ بدعت جناب منشی محمد لعل خاں صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ الحمدللہ کہ اللہ عزوجل نے مدراس میں ندوہ مخذولہ پر آپ کو فتح بخشی۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے علماء حق کی طرف راجع کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہاں میں بے شمار نعمتیں اور اجر کثیر عطا فرمائے اور آپ جیسے عالی ہمّت خادم سنّت ہادم بدعت، اہلسنت میں بکثرت پیدا فرمائے۔ آمین آمین آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیہم اجمعین آمین۔

مَیں سچ عرض کرتا ہوں کہ آپ اور مولانا قاضی عبدالوحید صاحب اور مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی کی شان کا ایک ایک شخص بھی ہر شہر میں ہو جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ اہلِ سنت کا طوطی بول جائے۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ، رجب ۱۳۲۱ھ[۱]

حضرت منشی محمد لعل خاں کا ذکر: ۱۱ اسٹریٹ کلکتہ میں تجارت کا وسیع کاروبار تھا۔ آپ ایک عرب تاجر یوسف، صاحب کے شریک کار تھے، کلکتہ سے عرب ممالک میں چاول وغیرہ برآمد کرتے۔ چونکہ مسلک حقہ اہلِ سنّت وجماعت کی تبلیغ وترویج آپ کی زندگی کا مقصدِ وحید تھا اس لئے کثیر تعداد میں اصلاحی لٹریچر چھپوا کر مفت تقسیم کرتے، سب سے پہلے ایک پوسٹر "ردِّ فرقِ باطلہ" کے نام سے ہندوستان کے گوشہ میں پھیلایا۔ حضرت مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کئی برس تک آپکے ہاں مقیم رہے اور تصنیف وتالیف کے

---

[۱] خزانہ کرامت از منشی محمد لعل خاں مطبوعہ پٹنہ ۱۳۲۴ھ ص ۲ تا ۷

کام میں معاون رہے۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے لٹریچر کی اشاعت میں حاجی صاحب کی خدمات بے مثال ہیں، صدرالافاضل مفتی سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کی تفسیر "خزائن العرفان فی تفسیر القرآن" کی اشاعت میں بھی معاونت فرمائی۔ ان گراں قدر خدمات کی بدولت اعلیٰحضرت نے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

امام اہلسنّت اپنے ممتاز تلامذہ اور خلفاء کا ذکر فرماتے ہوئے فرماتے ہیں:ؔ

جوہر منشی لعل یہ ہیرا
کھا مرنے کو منگاتے یہ ہیں

آپکے نواسے جناب غلام سمنانی خاں (مقیم علی گڑھ) کی روایت ہے کہ "میرے نانا کی زبان پر ہر وقت "یا صاحب الزمان ادرکنی" کا ورد رہتا تھا، اسی وجہ سے ان کے تجارتی جہاز سمندر میں جلتے ہوتے بموں کے دھماکوں سے محفوظ رہتے جبکہ دوسرے تاجروں کے جہاز بموں کی وجہ سے چکناچور ہو جاتے تھے۔ یہ واقعہ عالمی جنگ   کے زمانہ کا ہے۔

میرے نانا کے ہاں تعویذ لینے والوں کا ہر وقت تانتا بندھا رہتا تھا اور لوگوں کو گوناگوں فوائد حاصل ہوتے، اُن کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی۔ لڑکی کی شادی سیٹھ عبدالعزیز سے ہوئی تھی۔" [1]

آپ نے بہت سی کتابیں بھی لکھیں، چند ایک کے نام یہ ہیں :۔

(۱) خزانۂ کرامت   (مطبوعہ پٹنہ ۱۳۲۴ھ)
(۲) فتاویٰ بر عقائد وہابیہ دیوبندیہ (مطبوعہ کلکتہ ۱۳۳۵ھ)

---

[1] مکتوب جناب ڈاکٹر محمد اسد یلی پھیتی بنام راقم از علی گڑھ (انڈیا) محررہ ۱۹۷۵ء

(۳) تاریخ وہابیہ۔

(۴) یک گز وسہ فاختہ بیمناک

آپ نے ۱۳۳۹ھ/ ۲۱ جولائی ۱۹۲۱ء کو وفات پائی۔ حضرت مولانا غلام احمد اخگر امرتسری مرحوم (خلیفۂ مجاز حضرت محدث علی پوری) نے یہ تاریخ وصال کہی ؎

واحسرتا واحسرتا افتاد ہے یہ ناگہاں — ہر اک کا دل مغموم ہے زار و حزیں پیر و جواں
صدمہ بڑا جانکاہ ہے ہر اک کے لب پہ آہ ہے — احباب کے دل میں بھلا صبر و شکیبائی کہاں
وہ حامیِ دینِ نبی، پرہیزگار و متقی — وہ ماحیِ لامذہبی مرحوم حاجی لعل خاں،
دارِ فنا سے چل دیے اور ہم کو صدمے دے گئے — اللہ سے واصل ہوئے پائی حیاتِ جاوداں
اعمال ان کے خوب تھے افعال خوش اسلوب تھے — اللہ کے محبوب تھے، اللہ ان پر مہرباں
کرتے اطاعت دین کی تبلیغ راہِ متین کی — تائید روحِ امین کی تھی اُن پہ دائم بیگماں
اللہ تجھ کو بخش دے اعلیٰ ہوں تیرے مرتبے — اور روحِ اقدس پر تیرے رحمتِ حق بیکراں
سالِ وصال ان کا ہے کیا، اخگر ہی تھا سوچتا — آئی ندا، "عالی لقب مرحوم حاجی لعل خاں"[1]

۱۳ ھ ۳۹

---

[1] ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر شمارہ ۳ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ/ ۵ اگست ۱۹۲۱ء

حضرت ابوالمحامد سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ

اسمِ گرامی سید محمد تھا، والد ماجد کا نام حکیم سید نذر اشرف تھا۔ آپ کی ولادت ۱۵ ذیلقعدہ ۱۳۱۱ھ کو قبل از نمازِ فجر موضع جائس ضلع رائے بور بریلی میں ہوئی۔[1] آپ کی تربیت نانا جان حضرت شیخ المشائخ سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ والدِ گرامی سے فارسی پڑھنے کے بعد حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ سے 'مدرسہ نظامیہ' فرنگی محل سے علوم عربیہ کی تحصیل کی۔ مولانا عبد الباری آپ کے سید زادے ہونے کی بنا پر آپ کا بہت احترام کرتے، آٹھ سال بعد حضرت مفتی لطف اللہ سے شرح تجرید اور افق المبین کا درس لیا، مفتی صاحب نے سندِ فراغت میں "علامہ" کا لفظ لکھا۔ پیلی بھیت میں مولانا شاہ مطیع الرسول عبد المقتدر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد دہلی میں مدرسۃ الحدیث قائم کر کے درسِ حدیث دینا شروع کیا اور اپنے نانا جان حضرت سید علی حسین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے اپنے ماموں شاہ احمد اشرف قدس سرہٗ سے بیعت کی اور خلقِ خدا کی روحانی تربیت فرمانے لگے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی قدس سرہٗ سے بھی تلمذ حاصل کیا تھا۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری کا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک روز حضرت مولانا شاہ سید احمد اشرف صاحب کچھوچھوی تشریف لائے ہوئے تھے۔ رخصت کے وقت

---

[1] [illegible]

انہوں نے عرض کیا کہ مولوی سید محمد صاحب اشرفی اپنے بھانجے کو میں چاہتا ہوں کہ حضور کی خدمت میں حاضر کر دوں۔ حضور جو مناسب خیال فرمائیں ان سے کام لیں۔ ارشاد ہوا۔ " ضرور تشریف لائیں، یہاں فتوے لکھیں اور مدرسہ میں درس دیں ردِّ وہابیہ اور افتائیہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے"

پھر فرمایا۔" سید محمد اشرفی صاحب تو میرے شاہزادے ہیں۔ میرے پاس جو کچھ ہے وہ انہیں کے جدِ امجد یعنی حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا صدقہ و عطیہ ہے" [1]

اعلیٰحضرت بھی آپ کو سید ہونے کی وجہ سے بہت محترم جانتے اور بڑے ادب سے پیش آتے یہاں تک کہ ہاتھ چومتے تھے۔ اعلیٰحضرت نے آپ کو اجازت و خلافت سے بھی نوازا تھا۔ آپ کو اپنے مرشد برحق سے خاص عقیدت و محبت تھی، عرس رضوی بریلی شریف میں ہر سال حاضر ہوتے اور اعلیٰ حضرت کی قائم کردہ "جماعت رضائے مصطفےٰ" کے تاحیات صدر رہے۔ تدبّر اور اصابت رائے وصف تھا، علمائے اہل سُنّت کے درمیان اتحاد کے عظیم علمبردار تھے۔ بنارس سُنّی کانفرنس ۱۹۴۶ء کے موقعہ پر آئندہ کے لئے بالاتفاق صدر عمومی مقرر کئے گئے۔[2] اسی کانفرنس کے استقبالیہ کے آپ صدر تھے۔

آپ بیک وقت عالم، فاضل، ادیب، خطیب، صوفی، شاعر، پیرطریقت اور محدث تھے۔ تمام سال تبلیغی دوروں پہ صرف کرتے۔ پانچ ہزار سے زائد غیر مسلموں نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا اور کئی لاکھ مسلمان شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔[3]

---

[1] ماہنامہ الرضا، بریلی جلد ۱ شمارہ ۲، ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ / الملفوظ حصہ اول۔ [2] ہفت روزہ دبدبہ سکندری رام پور ۱۰ مئی ۱۹۴۶ء [3] تذکرہ علمائے اہل سنت مطبوعہ انڈیا ص: ۲۳۶

مذہبی، تبلیغی اور سماجی کاموں کے علاوہ آپ نے سیاسی تحریکوں میں بھی بھرپور حصہ لیا تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ آپ نے دیگر مشائخ اہلسنت کے شانہ بشانہ مگر قائدانہ حیثیت سے کام کیا، تحریک پاکستان کی حمایت میں ملک گیر دورے کئے اور عوام کو مسلم لیگ کے منشور سے آگاہ کر کے نظریۂ پاکستان کا ہمنوا بنایا۔ بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس اور اجمیر سنی کانفرنس میں آپ کے خطبے تحریک پاکستان کی حمایت کے جیتے جاگتے ثبوت ہیں[۱] بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں آپ کے خطبۂ صدارت سے ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے :-

میرے دینی رہنماؤ! میں نے عرضداشت میں ابھی ابھی 'پاکستان' کا لفظ استعمال کیا ہے اور پہلے بھی کئی جگہ 'پاکستان' کا لفظ آچکا ہے، ملک میں اس لفظ کا استعمال روزمرہ بن گیا ہے، در و دیوار پر "پاکستان زندہ باد"، تجاویز کی زبان میں "پاکستان ہمارا حق ہے"، نعروں کی گونج میں "پاکستان لے کے رہیں گے"، مسجدوں میں، خانقاہوں میں، بازاروں میں، ویرانوں میں لفظ "پاکستان" لہرا رہا ہے۔ اس لفظ کو پنجاب کا یونینسٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے اور ملک بھر میں ہر لیگی بھی بولتا ہے اور ہم سُنیوں کا بھی یہی محاورہ ہو گیا اور جو لفظ مختلف ذہنوں کے استعمال میں ہو اُس کے معنی مشکوک ہو جاتے ہیں جب تک بولنے والا اُس کو واضح طور پر نہ بتا دے۔ یونینسٹ کا 'پاکستان' وہ ہو گا جس کی مشینری سر دار جوگندر سنگھ کے ہاتھ میں ہو گی۔ لیگ کے 'پاکستان' کے متعلق دوسری قومیں چیختی ہیں کہ اب تک اُس نے "پاکستان" کے معنیٰ نہ بتائے اور جو بتائے وہ اُلٹے پلٹے ایک دوسرے

---

[۱] اکابر تحریک پاکستان حصہ اول، ص: ۲۰۹

سے لڑتے بتائے۔ اگر یہ صحیح ہے تو لیگ کا ہائی کمانڈر اس کا ذمہ دار ہے لیکن جن سُنّیوں نے لیگ کے اس پیغام کو قبول کیا ہے اور جس یقین پر اس مسئلہ میں لیگ کی تائید کرتے پھرتے ہیں، وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصّہ پر اسلام کی، قرآن کی، آزاد حکومت ہو، جسمیں غیر مسلم ذمیوں کے جان و مال، عزت و آبرو کو حسب حکم شرع امان دی جائے، ان کو ان کے معاملات کو ان کے دین پر چھوڑ دیا جائے —— اگر سُنیوں کی اس سمجھی ہوئی تعریف کے سوا لیگ نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو کوئی سُنّی قبول نہیں کریگا۔

"آل انڈیا سُنّی کانفرنس، کا 'پاکستان' ایک ایسی خود مختار آزاد حکومت ہے جس میں شریعتِ اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں بلکہ اسلام کی حکومت ہو، جس کو مختصر طور پر یوں کہیئے کہ خلافت راشدہ کا نمونہ ہو، ہماری آرزو ہے کہ اسی وقت ساری زمین پاکستان ہوجائے" [1]

۵- ۶؍ رجب المرجب ۱۳۶۵ھ کو سنی کانفرنس اجمیر شریف میں آپ کے خطبۂ صدارت سے بھی اقتباس ملاحظہ ہوں :-

اے سُنّی بھائیو! اے مصطفیٰ کے لشکریو! اے خواجہ کے مستو! اب تم کیوں سوچو کہ سوچنے والے مہربان آگئے، اور تم کیوں رُکو کہ چلانے والی طاقت خود آگئی، اب بحث کی لعنت چھوڑ دو، اب

---

[1] خطبۂ صدارت جمہوریۂ اسلامیہ، مطبوعہ مرادآباد ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء ص: ۲۳
اکابر تحریک پاکستان ص: ۲۱۰

غفلت کے جرم سے باز آؤ، اُٹھ پڑو، کھڑے ہوجاؤ، چلے چلو، ایک منٹ بھی نہ رکو، پاکستان بنالو تو جاکر دم لو کہ یہ کام اے سُنّیو! سُن لو کہ صرف تمہارا ہے۔

حضرات! مَیں نے بار بار پاکستان کا نام لیا ہے اور آخر میں صاف کہہ دیا کہ پاکستان بنانا صرف سُنّیوں کا کام ہے، اور پاکستان کی تعمیر 'آل انڈیا سُنّی کانفرنس' ہی کرے گی، اس میں سے کوئی بات بھی نہ مبالغہ ہے، نہ شاعری ہے اور نہ سُنّی کانفرنس سے غلو کی بنا پر ہے، 'پاکستان' کا نام بار بار لینا جس قدر ناپاکوں کو چڑ ہے، اُسی قدر پاکوں کا وظیفہ ہے اور اپنا اپنا وظیفہ کون سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے پورا نہیں کرتا؟ اب رہا پاکستان کا رِسُنّیاں است! یہ ملک کی کسی سیاسی جماعت سے تصادم کے لئے نہیں کہا ہے بلکہ ایک حقیقت ہے جس کا اظہار بلاخوفِ لومۃ لائم کر دیا ہے۔ اول تو مسلم لیگ کے سوا کوئی ٹولی ایسی نہیں جو پاکستان کے ساتھ لفظی موافقت بھی رکھتی ہو، الکفر ملۃ واحدۃ سارے ناپاکوں نے اپنے اندر بے شمار اختلافات رکھتے ہوئے پاکستان کے خلاف صف آرائی کرلی ہے اور مسلم لیگ میں پاکستان کا پیغام کس سے پہنچا؟ اور کن لوگوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اس کو بتایا؟ اگر تاریخی طور پر دیکھا جائے تو وہ صرف سُنّی ہیں۔ پاکستان کے معنی اسلامی قرآنی آزاد حکومت ہے، مسلم لیگ سے ہمارے سنّی کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت شاہ امین الحسنات صاحب سجادہ نشین مانکی شریف (سرحد) نے لکھوالیا ہے۔"[1]

---

[1] الخطبۃ الاشرفیہ للجمہوریۃ الاسلامیہ، مطبوعہ مراد آباد ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء ص: ۸، (باقی آئندہ صفحہ پر)

ان خطبات کا ایک ایک حرف حضرت محدث کچھوچھوی کی بالغ نظری اور مقصد سے عشق کا ترجمان ہے۔ اسی طرح آپ نے "آل انڈیا سنی کانفرنس" (جو ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء میں قائم ہو چکی تھی)[1] کے پلیٹ فارم سے تحریک پاکستان کے لئے عظیم خدمات سرانجام دیں، پاک و ہند کے تقریباً سب ہی چھوٹے بڑے شہروں میں پاکستان کے حق میں مدلل تقاریر فرمائیں اور اپنے لاکھوں مریدوں کو تحریک پاکستان میں حصہ لینے کا حکم صادر فرمایا۔[2]

آپ ایک بے مثال خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم ادیب بھی تھے۔ مندرجہ ذیل تصانیف آپ کی یادگار رہیں:

۱۔ ترجمہ قرآن پاک — آپ نے اردو میں بامحاورہ اور شستہ ترجمہ کیا جس کے ابتدائی حصے کو دیکھ کر اعلیٰحضرت نے فرمایا تھا کہ شہزادے! اردو میں قرآن لکھ رہے ہو۔[3]

۲۔ تفسیر قرآن پاک — آپ نے ترجمہ کے بعد تفسیر کا کام شروع کیا مگر تین پارے اور چند رکوع کی تفسیر کے بعد بوجہ انتقال یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔

(بقیہ گذشتہ صفحہ) اکابر تحریک پاکستان ص: ۲۲۱۔ یہ خطبات کتابی صورت میں لاہور سے شائع ہو چکے ہیں، تحریک پاکستان پر کام کرنے والوں کے لئے ان کا مطالعہ لازمی ہے۔ تصوری

[1] ماہنامہ "اشرفی" فیض آباد (انڈیا) رمضان المبارک ۱۹۷۶ء ص ملفوظات امیر الملت از سید منور حسین، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۵:

[2] اعلیٰحضرت کی سیاسی بصیرت مطبوعہ ۱۹۷۵ء ص: ۳۰۔

[3] تذکرہ علمائے اہل سنت، ص: ۲۳۶۔

۳۔ فرش پہ عرش — منظوم مجموعۂ کلام ہے جو آپ کی فصاحت و بلاغت اور تبحرِ علمی کی منہ بولتی تصویر ہے۔

۴۔ حیاتِ غوث العالم — حضرت کے مورثِ اعلیٰ سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات ہے۔

۵۔ اتمامِ حجت — مخالفین اہلِ سنت و جماعت کے رد میں لکھی گئی ہے۔

۶۔ میلادِ اشرفی — یہ تصنیف مبارکہ ماہنامۂ "اشرفی" فیض آباد، ربیع الاول سنہ ۱۳۴۲ھ کے پورے شمارہ پر مشتمل ہے

۷۔ التحقیق البارع فی حقوق الشارع

۸۔ تقوی القلوب — یہ وہ عظیم الشان تصنیف ہے جو مولانا غلام محیک نیرنگ انبالوی (ایڈووکیٹ) کے ایک طویل سوال کے جواب میں لکھی گئی۔ سعودی حکومت نے جب حجازِ مقدس پر قبضہ کر کے آثار و برکات کے علاوہ تاریخی مساجد اور مزاراتِ صحابہ کو اپنے ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا تو ہندوستان میں نجدیوں کے اس غلط کردار کو صحیح ثابت کرنے کے لئے سید سلیمان ندوی، عبدالحی دہلوی اور مفتی کفایت اللہ دہلوی نے اپنی تاریخ، حدیث اور فقہ دانی کے بزعم خویش جوہر دکھائے تو حضرت محدث

اعظم علیہ الرحمہ نے انہیں آڑے ہاتھوں لیا اور ایسی گرفت فرمائی کہ آج تک کسی کو جواب لکھنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

۹۔ ماہنامہ "اشرفی" فیض آباد سے آپ کی زیر ادارت نہایت آب و تاب سے شائع ہوتا رہا جس کا اوّلین شمارہ جمادی الاوّل ۱۳۴۱ھ/ جنوری ۱۹۲۳ء کو شائع ہوا۔ اس رسالہ میں نہایت وقیع مذہبی، علمی، اخلاقی، تاریخی، ادبی، سیاسی اور صوفیانہ مضامین شائع ہوتے۔ ان رسائل میں بہت سے مضامین آپ کی یادگار ہیں۔ جس دور میں یہ رسالہ شروع ہوا، وہ دور اسلام پر ہندوؤں کی طرف سے زبردست یلغار کا دور تھا، شدھی تحریک زوروں پر تھی، مسلمانوں کا قتلِ عام یا ارتداد ہندوؤں کا مقصدِ وحید تھا اس رسالہ میں ہندوؤں کی ہر چال کا معقول جواب دیا جاتا، آریوں کے اعتراضات کا دندان شکن جوابات کا سلسلہ کافی عرصہ تک جاری رہا۔ علاوہ ازیں شدھی تحریک کی بیخ کنی کے لئے جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی شریف کی عظیم کامیابیوں کی تفصیل درج رسالہ ہوتی۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رگ و پے میں سمایا ہوا تھا، چار مرتبہ

زیارتِ حرمین و روضۂ انور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ آپ کے کلام کا مجموعہ چھپ چکا ہے[1] عربی، فارسی، اردو کے چند اشعار نمونۂ کلام کے چند اشعار:

یا من لیس لی منک المجیر	بعفوک من عذابک استجیر
انا العبد المقر لکل ذنب	و انت السید الصمد الغفور
فان عذبتنی فالذنب منی	و ان تغفر فانت بہ جدیر

○

من بے تو دمے قرار نتوانم کرد	احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر برتن من زبان شود ہر موٗ	یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

عمرے کہ بے تو میرود از مرگ بدتر است	روزے کہ بے تو میگذرد روزِ محشر است

حاصل کار گہ کون و مکاں این ہمہ نیست	بادہ پیش آر کہ اسباب جہاں این ہمہ نیست
از دل و جاں شرفِ صحبت جاناں غرض است	ہمہ آنست وگرنہ دل و جاں این ہمہ نیست
درد مندے چو من سوختہ زار و نزار	ظاہر احاجت تقریر و بیاں این ہمہ نیست

پیش از ہمہ شاہاں غیور آمدۂ	ہر چند کہ آخر بظہور آمدۂ
اے ختم رسل قرب تو معلومم شد	دیر آمدۂ ز راہ دور آمدۂ[2]

مدینہ یا عرب یا ملک چیں ہو	زمیں یا آسمان ہفتمیں ہو
رفیع الشان ہو یا کمتریں ہو	غرض کوئی مکاں کوئی مکیں ہو

کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو
تم ایسے رحمۃ للعالمین ہو

---

[1] تذکرہ علمائے اہل سنت ص: ۲۳۵، [2] ماہنامہ اشرفی جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

ازل کی صبح کے مہر مبیں ہو — شبستانِ ابد کے مہ جبیں ہو
نگاہوں میں قدم کے نازنیں ہو — ظہورِ شانِ رب العالمیں ہو

کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو
تم ایسے رحمۃ للعالمیں ہو

الٰہی کاش ایسا بھی کہیں ہو — کہ سید جس گھڑی زیرِ زمیں ہو
ترے محبوب کی طلعت وہیں ہو — میرے لب پہ نعتِ شاہِ دیں ہو

کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو
تم ایسے رحمۃ للعالمیں ہو [1]

آپ کے شاگردوں میں علامہ سید محمد مدنی میاں [2] فرزندِ ثالث اور مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری بہت مشہور ہیں۔

حضرت محدثِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کا وصال ۱۶؍ رجب المرجب ۱۳۸۱ھ/ ۲۵؍ دسمبر ۱۹۶۱ء بروز شنبہ ساڑھے بارہ بجے دن لکھنؤ میں ہوا اور کچھوچھہ شریف میں دفن کئے گئے [3] نمازِ جنازہ سید مختار اشرف سجادہ نشین سرکارِ کچھوچھہ شریف نے پڑھائی۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر القدر، کل ہند جماعت رضائے مصطفٰے کے صدر قدوۃ العرفا حضرت محدث کچھوچھوی کی وفات حسرت آیات پر تمام ملک سوگوار نظر آتا تھا، ہر جگہ ایصالِ ثواب کی محافل منعقد ہوئیں۔ آپ کی ملی و قومی، دینی و سیاسی خدمات کا اعتراف کیا گیا، شعراء نے مناقب و قطعہائے تاریخ وصال کہے، ذیل میں چند قطعہائے اختصار کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں:

---

[1] ماہنامہ اشرفی رجب ۱۳۲۳ھ۔ [2] ماہنامہ "المیزان" بمبئی (انڈیا) آپ ہی کے زیرِ سرپرستی نہایت آب و تاب سے شائع ہو رہا ہے۔ قصوری۔ [3] ماہنامہ پاسبان الٰہ آباد (محدث اعظم نمبر) مئی جون ۱۹۶۲ء

قطعہ تاریخ وفات از غلام قطب الدین احمد اشرفی

وہ سیّد محمد، وہ صدر جماعت — فقیہہ و محدّث گئے سوئے جنت
محافظ تھے وہ دینِ خیر الوریٰ کے — جری اور بہادر تھے سالارِ ملت
ندا آئی تاریخ لکھ دو یہ احمد — "امامِ طریقت، نسیمِ ہدایت"

۱۳۸۱ھ

مولانا سید عبدالسلام باندوی قادری کے قطعات سے چند اشعار یہ ہیں:

وقت سید محمد تھا، "نعرہ غمزدہ" — سن ہجری کا مگر وہ ہیں "عروس تخلیہ"

۱۳۸۱ھ — ۱۳۸۱ھ

"عرش بغداد" آپ کا اور سن ہجری ہوا — پھر بھی اک "صورت فرشتہ" سن ہجری بن گیا

۱۳۸۱ھ — ۱۳۸۱ھ

اور ہے سید محمد کا یہ سن، "فخر بشر" — اے سلام قادری یہ سن ہیں مُجملہ خوب تر

۱۳۸۱ھ

ولہ ایضاً

وہ مذہب کا علم بردوش سید — سیاست میں بھی اک باہوش سید
جو سید ہیں شبابِ اہلِ جنت — ہوا ان کے قریں روپوش سید
سلام قادری ہجری کے سن میں — گیا سید وہ در "آغوش سید"

۱۳۸۱ھ

ولہ ایضاً

تھا سید محمد کا طالع سکندر — محدث، مفسر، مقرر کے سرور
جو سلطان جیلاں کی اولاد میں ہو — تو پھر کیوں نہ ہو سروروں پہ وہ سرور
دو گونہ سلام ان کی رحلت کا سن ہے — "شریک شفاعت"، "سلیمان منظر"

۱۳۸۱ھ — ۱۳۸۱ھ

مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ

صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ کی ولادت ۲۱ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ (یکم جنوری ۱۸۸۲ء) کو مراد آباد (یو۔پی بھارت) میں ہوئی۔ ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۰ء میں مدرسہ امدادیہ (مراد آباد) سے دستار فضیلت حاصل کی۔ استاد گرامی مولانا شاہ محمد گل رحمۃ اللہ علیہ عارف کامل اور فاضل اجل تھے۔ فاضل ممدوح کے عشق و محبت اور علمیت و فقاہت کی ایک جھلک ان کی تالیف "ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب مجلسِ میلادِ مصطفےٰ" (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) میں نظر آتی ہے۔ آپ کا سلسلہ حدیث براہ راست حجازِ مقدس سے مربوط ہے، برصغیر پاک و ہند کے دوسرے سلاسل حدیث کے مقابلے میں آپ کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے۔

صدر الافاضل ایسے جلیل القدر استاد کے تلمیذ رشید تھے جو علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر تھے بالخصوص فن حدیث اور علم التوقیت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ علم طب میں بھی مہارت حاصل تھی اور حکیم شاہ فضل احمد امروہوی سے شرف تلمذ تھا۔ شاعری میں اپنے والد ماجد استاذ الشعراء مولانا معین الدین نزہت سے فیض حاصل کیا اور نعیم تخلص فرماتے تھے۔ آپ کا دیوان "ریاض نعیم"

شائع ہو چکا ہے۔

صدر الافاضل حضرت شاہ محمد گل علیہ الرحمہ سے سلسلۂ نادریہ میں بیعت تھے۔ بیعت کے بعد حضرت شاہ صاحب نے آپ کو حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۵ھ) کے سپرد کر دیا۔ صدر الافاضل نے آپ سے استفادہ کیا اور آپ ہی سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ آپ ہی کی اجازت سے فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ (م ۱۹۲۱ء) سے بھی خلافت و اجازت حاصل کی۔ صدر الافاضل فاضل بریلوی کے مانہ دار اور رمز شناس تھے۔ آپ نے ان کے مشن کو بڑی کامیابی کے ساتھ آگے بڑھایا اور مسلمانان ہند کی سیاسی اور مذہبی امور میں رہنمائی فرمائی۔

۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں مراد آباد میں آپ نے مدرسہ انجمن اہل سنت و جماعت کی بنیاد رکھی۔ بعد میں ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء میں اس مدرسہ کا نام جامعہ نعیمیہ قرار پایا۔ اس جامعہ کے فیض یافتہ اور صدر الافاضل کے تلامذہ پاک و ہند میں بہت سے جامعات کے بانی، بہت سی کتابوں کے مصنف اور بہت سے رسالوں کے مدیر ہیں مثلاً یہ حضرات:۔

۱۔ مولانا مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ (بانی مدرسہ بحر العلوم مخزن عربیہ۔ کراچی، آج کل یہ مدرسہ دار العلوم نعیمیہ کے نام سے ایک ٹرسٹ کے زیر انتظام چل رہا ہے۔

۲۔ علامہ ابو الحسنات مولانا محمد احمد قادری علیہ الرحمہ۔ ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے وقت اجلاس لاہور میں موجود تھے۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس (بنارس) میں شرکت کی۔ ۱۹۴۸ء میں تحریک آزادیٔ کشمیر میں حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں سرگرمی سے

جدوجہد کی جمعیتہ العلماء پاکستان کے پہلے صدر تھے۔ آپ کی تصانیف میں یہ قابل ذکر ہیں :-

تفسیر الحسنات (چھ جلدیں)، ترجمہ کشف المحجوب، شمیم رسالت، شرح قصیدہ بردہ شریف، اوراقِ غم، صبح نور، قراطیس المواعظ، فرشتۂ رحمت، اظہار الاسقام، مظہر الاسرار، التبیان، مونس الاطباء وغیرہ

۳- ابوالبرکات مولانا سید احمد قادری علیہ الرحمہ ناظم مرکزی مدرسہ انجمن حزب الاحناف لاہور، آپ ہی کے صاحبزادے علامہ محمود احمد رضوی بخاری شریف کے شارح اور ماہنامہ رضوان لاہور کے مدیر ہیں۔

۴- ابوالخیر مولانا مفتی محمد نور اللہ بصیر پوری بانی مدرسہ دار العلوم حنفیہ بصیر پور ساہیوال، آپ فتاوی نوریہ کے مصنف ہیں۔ ماہنامہ نور الحبیب آپ ہی کی کوششوں کی یادگار ہے۔

۵- علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب (دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف) آپ کی تفسیر ضیاء القرآن شہرت عام حاصل کر چکی ہے۔ آپ کی سرپرستی اور ادارت میں پنجاب کا منفرد علمی اور مذہبی مجلہ "ضیائے حرم" بڑی کامیابی سے نکل رہا ہے۔

۶- مولانا مفتی محمد حسین نعیمی (بانی جامعہ نعیمیہ، لاہور)
آپ کی سرپرستی و ادارت میں ماہنامہ عرفات نکل رہا ہے۔

۷- مولانا مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمہ
آپ کی تفسیر نعیمی مقبول و معروف ہے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل تصانیف آپ سے یادگار ہیں :-

علم المیراث، جاء الحق، شان حبیب الرحمٰن، سلطنت مصطفٰے، دیوان

سالک، علم القرآن، اسرار الاحکام، مرآۃ شرح مشکوٰۃ شریف (آٹھ جلدوں میں) نعیم الباری فی شرح البخاری، نور العرفان فی حاشیۃ القرآن، مواعظ نعیمیہ، فتاوٰی نعیمیہ، اسلامی زندگی وغیرہ۔

صدر الافاضل ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۴ء سے بہت قبل مسجد جامع فتحپوری دہلی کی محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ۱۲ ربیع الاول کی شب کو ہر سال تقریر فرماتے تھے۔ پھر ۱۲ ربیع الاول کو بعد نماز ظہر بھی تقریر فرماتے تھے اس محفل پاک کے بانی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے والد ماجد حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ (م ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء) تھے۔ صدر الافاضل اور آپ کے درمیان نہایت مخلصانہ تعلقات تھے۔ بارہویں شب مبارک کو محفل میلاد میں شرکت فرمانا ہی اس خصوصی تعلق و محبت کی نشاندہی کرتا ہے۔

صدر الافاضل تبلیغ اسلام اور ناموس مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت و حمایت میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ اس سلسلے میں آپ نے عیسائیوں اور آریوں سے کامیاب مناظرے فرمائے۔ آپ نے اپنے رسالہ السواد الاعظم میں بھی ان لوگوں کا رد کیا مثلاً پنڈت دیانند سرسوتی کی کتاب ستیارتھ پرکاش کے اسلام اور شارع اسلام پر اعتراضات کے مسکت و مدلل جواب دیتے مگر تحریر و تقریر میں کسی مقام پر تہذیب و شائستگی کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا اُس جذباتی دور میں یہ خوبی نہایت ہی قابل تحسین ہے۔ آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے المورہ، نینی تال، ہلدوانی وغیرہ کے پہاڑی علاقوں کا دورہ کیا۔ تبلیغ اسلام کے لئے وہاں قیام فرمایا اور ایک رسالہ "پراچین کال" تحریر فرمایا جو غالباً پہاڑی زبان میں ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی ساتھ ہی ہے۔ اشاعت اسلام کے لئے آپ نے پھیری والوں کے روپ میں اپنے گماشتے بھیجے جنہوں نے

گھر گھر جا کر اسلام پھیلایا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ علماء بالعموم تبلیغ اسلام سے بے خبر تھے بلکہ ہندو مسلم اتحاد کی باتیں کر رہے تھے۔

۱۹۱۹ء/ ۱۳۳۸ھ اور ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء میں تحریک خلافت، تحریک ترک موالات کے جذباتی دور میں آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعے مسلمانوں تک اسلام کے سچے پیغام کو پہنچایا اور صدر جمعیۃ العلماء ہند کو ہندو مسلم اتحاد کے خطرات سے آگاہ کر کے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے سے روکا۔ پھر دہلی جا کر مولانا محمد علی جوہر کو سمجھایا، بالآخر وہ ہندو مسلم اتحاد کی دعوت سے دستبردار ہو کر تائب ہو گئے۔ مولانا محمد اطہر نعیمی اپنے والد ماجد تاج العلماء سے اور وہ صدر الافاضل سے روایت کرتے ہیں کہ ۱۹۳۰ء میں گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن جانے سے قبل مولانا محمد علی جوہر، صدر الافاضل سے ملنے آئے۔ صدر الافاضل نے پھر ہندو مسلم اتحاد کے نتائج و عواقب کی طرف ان کو متوجہ کیا، اس پر انہوں نے فرمایا:۔

"اگر زندہ رہا تو اس کی تلافی کی کوشش کروں گا۔"

مولانا شوکت علی خود مراد آباد جا کر صدر الافاضل کے دولت کدے پر حاضر ہوئے اور ان کے سامنے ہندو مسلم اتحاد کی حمایت و تائید سے دستکش ہوئے۔ دونوں بھائیوں کو ہندوؤں کی بے وفائی کا شدید احساس تھا۔

گؤکشی کی تحریک چلائی گئی تو صدر الافاضل نے اس کے مقابلے کے لئے اعاظم واکابر اہل سنت کو مراد آباد میں جمع کیا جہاں ۱۹۲۵ء/ ۱۳۴۴ھ میں آل انڈیا سنی کانفرنس (الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ) کی بنیاد رکھی گئی جس کے ناظم اعلیٰ صدر الافاضل منتخب ہوئے اور مستقل صدر حضرت محدث علی پوری، پیر سید جماعت علی شاہ علیہ الرحمہ (م ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء)

۱۹۲۴ء/۱۳۴۳ھ اور ۱۹۲۵ء/۱۳۴۴ھ کے درمیان شدھی کی تحریک چلی تو اس کی مدافعت کے لئے صدر الافاضل نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ بریلی میں جماعت رضائے مصطفےٰ قائم کی گئی جس کے تحت اس فتنۂ ارتداد کا مقابلہ کیا گیا۔ صدر الافاضل نے آگرہ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا اور بالآخر شردھانند کے اس فتنے کا خاتمہ ہوگیا۔

۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء میں مراد آباد سے ماہنامہ السواد الاعظم جاری کیا اور اس کے ذریعہ مذہبی اور سیاسی میدانوں میں مسلمانان ہند کی رہنمائی فرمائی، ۱۹۱۲ء اور ۱۹۱۴ء کے درمیان مولوی ابوالکلام آزاد کے البلاغ اور الہلال میں بھی مستقل مضامین لکھتے رہے۔ الہلال کے قلم کاروں میں شبلی نعمانی، حسرت موہانی اور سید سلیمان ندوی شامل تھے۔

اس شعر سے آپ کے عزم و حوصلہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ؎

پھر جنوں کہتا ہے خود کو پابہ جولاں دیکھئے
چلئے اٹھئے، اب کے پھر وحشت میں زنداں دیکھئے (نعیم)

۱۹۳۱ء میں دوسری گول میز کانفرنس (لندن) میں جب علامہ اقبال نے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی تو آپ نے اس کی پرزور تائید کی اور اس تجویز کے مخالف ہندو اخبارات و رسائل کا خوب تعاقب فرمایا۔ اور اپنے موقف کی حمایت میں نہایت معقول اور دل نشیں دلائل پیش کئے۔

۱۹۴۰ء/۱۳۵۹ھ جب لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو اس موقع پر آپ کے تلمیذ رشید مولانا ابوالحسنات محمد احمد علیہ الرحمہ موجود تھے اور جلسہ کے سرگرم کارکن تھے۔ ۱۹۴۶ء میں نواب محمد اسماعیل خاں (صدر یوپی مسلم لیگ) کے ذریعہ قائد اعظم کو تار دلوایا کہ جب تک حکومت برطانیہ پاکستان کے مشرقی

اور مغربی علاقے کے درمیان ایک بین الاقوامی آزاد علاقہ تسلیم نہ کرلے
تقسیم کی تجویز منظور نہ کریں۔

۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۶ء میں صدر الافاضل ہی کی کوشش سے بنارس (بھارت)
میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے چار روزہ تاریخی اجلاس ہوئے (یعنی ۲۰ ر
اپریل تا ۳۰ ر اپریل) اس کانفرنس میں پاک و ہند کے دو ہزار علماء و مشائخ اور
۶۰ ہزار دوسرے حاضرین شریک تھے۔ قرار داد "پاکستان" کی حمایت میں
جو تجویز اتفاق رائے سے منظور ہوئی۔ اس کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں:۔

"آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پر زور
حمایت کرتا ہے۔"

(خطبہ صدارت جمہوریت اسلامیہ، مطبوعہ مراد آباد ۱۹۴۶ء، ص ۲۹)

مطالبہ پاکستان کی حمایت و اشاعت کے لئے صدر الافاضل نے
ہندوستان اور پاکستان کے دور دراز علاقوں کا دورہ کیا حتیٰ کہ مراد آباد
سے بنگال تک تشریف لے گئے اور وہاں مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونکی
جو آگے چل کر مشرقی پاکستان کی تعمیر و تشکیل میں معین و مددگار ثابت ہوئی۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مذکورہ بالا اجلاس کے بارے میں حضرت
مولانا عبد الحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) کے تاثرات
قابل توجہ ہیں۔ مولانا موصوف کی ذات تحریک آزادی ہند میں بڑی اہمیت کی حامل
ہے۔ آپ تحریک خلافت میں علی برادران کے ساتھ رہے۔ تحریک شدھی میں
اس کی سخت مزاحمت کی۔ بنگال میں مولوی حسین احمد کے مقابلے میں مسلم
لیگ کے نمائندے کو کامیاب کرایا۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء میں لاہور کے تاریخی
اجلاس میں قائد اعظم کی ملاقات کے لئے راہ ہموار کی۔ ۱۹۴۶ء میں علماء

کا وفد حجاز لے گئے اور حکومت سعودیہ کو پاکستان کی حمایت پر آمادہ کیا الغرض انہوں نے تنہا وہ خدمات انجام دیں جو ایک جماعت کے بس کی نہ تھیں۔ ایسا مجاہد حبیب کوئی بات کہے تو وہ بات معمولی نہیں، بہت وزنی ہے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس (۱۹۴۶ء) کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:-

"میں نے اپنی چوالیس سالہ قومیات کی زندگی میں صدہا کانفرنسیں دیکھیں اور بیسیوں خود منعقد کیں لیکن میں کہتا ہوں کہ بنارس کی سنی کانفرنس کی طرح گذشتہ چالیس ۴۰ سالوں میں کوئی کانفرنس بھی نہ ہو سکی ہے"

(علامہ معین الدین: حیات صدر الافاضل مطبوعہ لاہور ص ۲۰)

پاکستان معرض وجود میں آنے کے بعد صدر الافاضل لاہور اور پھر کراچی تشریف لائے، دستوری خاکہ کے لئے آپ سے عرض کیا گیا، لیکن اچانک طبیعت ناساز ہو گئی اور واپس ہندوستان تشریف لے گئے اور پھر وہاں ممالک اسلامیہ اور خلافت عثمانیہ کے دساتیر و قوانین کو سامنے رکھ کر پاکستان کے لئے ایک اسلامی دستور کا خاکہ تیار کرنا شروع کیا۔ ابھی گیارہ دفعات لکھنے پائے تھے کہ ۱۹ ذی الحجہ، ۱۳۶۷ھ/ ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو مراد آباد میں وصال فرما گئے۔ مزار مبارک جامعہ نعیمیہ (مراد آباد) کے احاطہ میں واقع ہے

صدر الافاضل کی اولاد امجاد میں چار فرزند ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے

(۱) مولوی ظفر الدین (۲) مولوی محمد اختصاص الدین

(۳) جناب ظہیر الدین (۴) جناب اظہار الدین

السواد الاعظم کے مطالعہ سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ ۲۱، ۲۳ ذیقعد ۱۳۴۶ھ ۱۹۲۷ء کو طاعون کی وبا میں یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں فوت ہو گئیں۔ اس وقت صدر الافاضل علی پور تشریف رکھتے تھے۔ تدفین کے بعد دولت کدے

پہنچے اس لئے یہ غم معمولی غم نہ ہوگا دو صاحبزادیاں اور تھیں ایک زوجہ مولوی حکیم سید یعقوب علی (مقیم کراچی) اور دوسری زوجہ حافظ سید حامد علی (مقیم مراد آباد)

صدرالافاضل متبحر عالم اور صاحب بصیرت سیاستدان تھے علمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے الطاری الداری کا مسودہ آپ کو دکھایا اور جب آپ نے بعض ترمیمات کی سفارش کی تو قبول کرلی گئیں۔ آپ نے بیس سال کی عمر میں الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفٰے تصنیف فرمائی۔ ڈیڑھ درجن سے زیادہ کتب و رسائل آپ سے یادگار ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:-

تفسیر خزائن العرفان - اطیب البیان، مجموعہ فتاوٰی۔ تبرکات صدرالافاضل سوانح کربلا، کتاب العقائد، ابتدائی، اسواط العذاب، آداب الاخیار، فرائد النور، کشف الحجاب، التحقیقات لدفع التلبیسات، زاد الحرمین، ریاض نعیم۔ گلبن غریب نواز، پراچین کال، احقاق حق، ارشاد الانام فی محفل المولود و القیام، القول السدید وغیرہ وغیرہ۔

صدرالافاضل کی تصانیف مراد آباد سے بھی شائع ہوئیں اور ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور، اذہر بک ڈپو کراچی، مکتبہ اہل سنت (کراچی) نوری کتب خ[انہ] لاہور اور مکتبہ فریدیہ کراچی نے بھی بعض کتابیں شائع کیں۔

الغرض صدرالافاضل چودھویں صدی ہجری کے ایک جلیل القدر عالم اور ماہر سیاست داں تھے، مذہب و سیاست پر ان کی گہری نظر تھی۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے شائع ہونے والی تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند میں پروفیسر عبدالقیوم نے بجا طور پر صدرالافاضل کے لئے ان تاثرات

اظہار کیا ہے۔

مولوی سید نعیم الدین مراد آبادی ایک جلیل القدر عالم دین اور نامور فاضل تھے۔ اور ہزاروں لوگ آپ کے فیض سے بہرہ ور ہوئے آپ نے خزائن العرفان کے نام سے قرآن کریم کی ایک عمدہ تفسیر لکھی ہے (جلد دوم ص۴۲۳)"

مآخذ و مراجع:

احمد رضا خان: الاستمداد، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص۹۱

اقبال احمد فاروقی: حواشی الاستمداد، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۶ء، ص۹۱-۹۲

سید محمد محدث کچھوچھوی، خطبۂ صدارت جمہوریت اسلامیہ، مطبوعہ بریلی ۱۹۴۶ء، ص۲۹-

سید محمد جیلانی: المیزان، امام احمد رضا نمبر، مطبوعہ بمبئی ۱۹۷۶ء، ص۱۸۸

عبدالقیوم پروفیسر: تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، جلد دوم۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص۴۲۳-

غلام معین الدین نعیمی، حیات صدر الافاضل، مطبوعہ لاہور

محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص۲۶۶ تا ۲۶۸

محمد عبدالحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہل سنت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

محمد مسعود احمد، فاضل بریلوی اور ترک موالات، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء، ص۷۷ تا ۸۰

محمد مسعود احمد، مقالہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (پنجاب یونیورسٹی لاہور) جلد دہم جزء پنجم۔

محمد نعیم الدین مراد آبادی، کتاب العقائد، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء

محمد نعیم الدین مراد آبادی، سوانح کربلا، مطبوعہ کراچی

محمود احمد قادری۔ تذکرہ علمائے اہل سنت، مطبوعہ کانپور ص ۲۵۳

السواد الاعظم (مراد آباد) ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء ص ۹ تا ۵۶

السواد الاعظم (مراد آباد) ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۸ء

السواد الاعظم (مراد آباد) صفر المظفر ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء

السواد الاعظم (مراد آباد) رمضان و شوال ۱۳۵۳ھ/ ۵-۱۹۳۴ء ص ۱۳

الہام (بہاول پور) ۲۱ نومبر ۱۹۷۶ء ص ۵، ۶

نوٹ: بعض معلومات مندرجہ ذیل علماء سے حاصل کیں۔

۱۔ مولانا غلام محی الدین فریدی نعیمی (ابن حکیم غلام احمد فریدی خلیفہ فاضل بریلوی و برادر عم زاد صدر الافاضل)

۲۔ مولانا محمد اطہر نعیمی (ابن مفتی محمد عمر نعیمی تلمیذ رشید صدر الافاضل و مہتمم جامعہ نعیمیہ، مراد آباد۔

نوٹ: یہ مقالہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی معرکۃ الآراء کتاب تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم سے ماخوذ ہے۔

(مجید اللہ)

مولانا مشتاق احمد کانپوری علیہ الرحمہ

مولانا مشتاق احمد کانپوری ابن مولانا احمد حسن کانپوری ۱۲۹۵ھ میں سہارنپور میں پیدا ہوئے جہاں ان دنوں ان کے والد ماجد مظاہر العلوم میں مسند درس وتدریس پر متمکن تھے۔ ناظرہ قرآن اور ابتدائی کتابیں والد ماجد ہی سے پڑھیں۔ پھر والد ماجد ہی کے شاگرد رشید مولانا شاہ محمد عبید اللہ بہاولپوری سے درس نظامی اور مولانا عبدالرزاق کانپوری[ف۱] سے ابتدائی کتابیں پڑھیں اور دورہ حدیث اپنے حقیقی خالو مولانا وصی احمد محدث سورتی سے مکمل کیا۔ مولانا مشتاق احمد نے بھی والد ماجد کی طرح زندگی بھر درس وتدریس میں گذارا۔ آپ نے مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں ۱۵ سال درس دیا۔ اس کے علاوہ دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف جامع شمس العلوم بدایوں، مدرسہ عالیہ کلکتہ، جامعہ شمس الہدیٰ پٹنہ اور مدرسہ اسلامی میرٹھ میں بحیثیت شیخ الحدیث وتفسیر خدمات انجام دیں[۱]

ف۱: مولانا قاضی عبدالرزاق کانپوری، مولانا شاہ احمد حسن کے شاگرد ہیں اور مولانا امداد اللہ مہاجر مکی کے مرید۔ ساری زندگی تدریس میں گذری آپ کے اجل تلامذہ میں مولانا شاہ حبیب الرحمان، مولانا شاہ محمد عادل، مولانا ظفر الدین بہاری اور مولانا نثار احمد کانپوری قابل ذکر ہیں آپ نے ۸۵ برس کی عمر میں ۱۹۴۶ء میں انتقال فرمایا۔

مجید

[۱] خواجہ رضی حیدر "محدث سورتی" ص: ۲۸۹ سورتی اکیڈمی

آپ اپنے والد ہی سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ مگر اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی سے خلافت حاصل تھی [1] آپ کو فاضل بریلوی سے بہت زیادہ عقیدت تھی۔ چنانچہ ہر سال فاضل بریلوی کی خدمت میں بریلی شریف پہنچتے۔

مولانا مشتاق احمد کانپوری علوم معقول و منقول کی تدریس میں اپنے والد کے مثل تھے اور تمام زندگی تشنگانِ علوم اسلامی کی پیاس بجھانے میں گذار دی۔ امام معقولات و منقولات کے لقب سے یاد کئے جاتے۔ مولانا کے شاگردوں میں مولانا عظیم الاحسان صدر مدرس مدرسہ عالیہ ڈھاکہ، مولانا حامد بدایونی، (المتوفی ۱۹۷۰ء) اور مولانا بذل الرحمٰن نے نمایاں قومی و ملی خدمات انجام دیں [2]

مولانا مشتاق احمد کانپوری آخر عمر میں زیادہ تر کلکتہ میں قیام پذیر رہے جہاں وہ مدرسہ عالیہ کے پرنسپل تھے مگر عیدین کی نماز پڑھانے کے لئے کانپور تشریف لے آتے تھے، ۱۳۶۰ھ میں رمضان کا مہینہ کانپور میں گذارا۔ آپ آخری عشرہ میں اعتکاف میں تھے۔ ۲۹ رمضان کو مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۱ء عید کا چاند دیکھ کر اعتکاف سے اٹھ کر گھر پہنچے اور اسی شب روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے جن میں سے مولانا حافظ امداد احمد کا ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء کانپور میں انتقال ہو گیا جب کہ دوسرے صاحبزادے حکیم نثار احمد بفضل تعالیٰ حیات ہیں اور کلکتہ میں تجارت کرتے ہیں [3]

---

[1] الحاج شاہ منا میاں "اعلیٰ حضرت بریلوی" ص ۸۰ امین برادرز کراچی ۱۳۹۰ھ

[2] خواجہ رضی حیدر "محدث سورتی" ص ۲۸۹ سورتی اکیڈمی

[3] مولانا محمود احمد قادری "تذکرہ علماء اہلسنت" ص ۲۳۲ مطبوعہ کانپور

میر مومن علی مومنؔ جنیدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے حالاتِ شریفہ آپ کے نواسے مولانا سعید احمد انصاری مرحوم نے اپنی تالیف "موجِ صبا" میں شامل کئے ہیں۔ ہم وہیں سے مختصر حالات پیش کرتے ہیں۔ دراصل یہ ایک مکتوب ہے جو انہوں نے اپنے ایک عزیز منشی نورالحسن صاحب کو لکھا ہے ملاحظہ فرمائیں :

"آپ کو نانا میاں تو یاد ہوں گے ؛ یعنی میرے حقیقی نانا میر مومن علی صاحب جنیدی ؛ وہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے اجل خلفاء میں تھے ناگپور کے اتوارہ بازار میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا۔ اس کا نام علی گروہ کے جوڑ پر "مدرسۃ العلوم مسلمانان" تھا۔ یہ سی پی میں پہلا اسلامی اور دینی مدرسہ تھا۔ نانا میاں کٹر سُنی حنفی تھے اور مذہبی صلابت ان کی زندگی سے گزر کر شاعری تک میں سرایت کر گئی تھی ان کا دیوان شاید آپ نے دیکھا ہوگا مومنؔ تخلص کرتے تھے۔ "تحفۂ مومن" کے نام سے عرصہ ہوا لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔ خواجہ قطب الدین کے نامی پریس میں چھپا۔ چند اشعار جو اس وقت زبان قلم پر آرہے ہیں، پیش کرتا ہوں :

دل جو شیدائے رسولِ عربی یاں ہوگا — چمنِ خلد میں مثلِ گلِ خنداں ہوگا
یاد ہے خوب مجھے اتبعوا قولِ نبی کا — تابعِ حکمِ نبی بندۂ رحماں ہوگا
متنفر جو ہے احکامِ رسولِ حق سے — دیکھنا حشر میں وہ تابعِ شیطاں ہوگا

اس وقت ان کی صُورت آنکھوں کے سامنے ہے۔ وہ بوٹا سا قد، کِھلتا ہوا رنگ، وہ پگڑی، وہ عُبا، وہ صدری، وہ کاندھے پر رومال! اُن کے مریدوں کا ناگپور، بمبئی، اکولہ وغیرہ بڑا مجمع تھا۔ وہ حج و زیارت کے شرف سے مشرف تھے اور حافظِ قرآن بھی تھے۔ مجالس میلاد میں ان کی خوش آوازی، جوشِ عقیدت سے بھرپور نثر و نظم کی حلاوت کو چار چاند لگاتی تھی اب "جمالِ ہمنشیں" کا اثر دیکھئے، میرے ماموں مظاہر الاسلام جب کانپور آئے تھے تو مشکل سے آٹھ دس برس کا سن ہوگا لیکن چھوٹی سی عُبا زیب تن کئے تھے۔ حافظِ قرآن تھے اور نعت خوانی کرتے تھے۔" [1]

---

[1] ماخوذ از مکتوب، مولوی سعید احمد انصاری مرحوم بنام منشی نور الحسن انصاری مشمولہ موجِ صبا مرتبہ سعید احمد انصاری، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۵ء ص ۲۰۳، ۲۰۵۔ بشکریہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد

●

مولانا سیّد نور الحسن نگینوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادتِ باسعادت ۱۸۹۸ء میں محلّہ "سادات نگینہ" میں ہوئی۔ آپ کے آبا و اجداد میں سے ایک بزرگ اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے عہدِ حکومت میں ہندوستان تشریف لائے۔ اور صُوبجات متحدہ آگرہ اور اودھ کے مشہور قصبہ "بجنور" کے ایک دیہات "نگینہ" میں اقامت گزیں ہوئے۔ آپ کے والد سیّد ظہور الحسن محکمہ پولیس میں مُلازم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عارف کامل تھے۔

مولانا سید نورالحسن نے ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد تفسیر، حدیث، منطق، معقول منقول، اور دیگر علوم میں مہارت حاصل کی۔ ابتدائی بیعت اپنے والد مکرم سے کی۔ پھر ان کے وصال کے بعد حضرت محمد صدیق آلو مہاروی (ضلع سیالکوٹ) سے دوسری بیعت کی۔ اولیائے کرام سے گہری عقیدت کی بنا پر دہلی کے مزارات پر حاضر ہوتے رہتے اور اسی غرض سے لاہور بھی تشریف لائے، یہاں کے مزارات سے برکات حاصل کئے۔

آپ کے خلیفہ میجر محمد حامد خاں راوی ہیں کہ آپ اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اور خلافت سے بھی مشرف ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں پاکستان تشریف لائے اور پشاور سکونت پزیر ہوئے۔ آپ پر جذب کی کیفیت طاری رہتی۔ میجر صاحب موصوف آپ سے بے حد متاثر ہونے کے سبب آپ کو اپنے گھر لے آئے۔ بعد ازاں جب میجر حامد خاں پشاور سے میانوالی منتقل ہوئے تو آپ بھی ساتھ چلے آئے۔ یہاں بیس سال آپ رشد و ہدایت اور تلقین وارشاد میں مصروف رہے۔ بے شمار گمگشتگان راہ ہدایت نے اصلاح پائی۔

آپ ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ بیک وقت عالم، فاضل، محقق، محدث اور مصنف تھے۔ آپ کی تصانیف کے نام معلوم نہ ہو سکے۔ آپ کا وصال مبارک بمقام پکھ، تحصیل وضلع میانوالی میں ۱۹۷۴ء میں ہوا اور وہاں ہی مزار پرانوار ہے۔[1]

---

[1] ماہنامہ عرفات لاہور ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۵ء ص ۲۲

مولانا نثار احمد کانپوری علیہ الرحمہ

مولانا نثار احمد ابن مولانا احمد حسن فلکا کانپوری ۱۸۸۰ء/۱۲۹۷ھ میں کانپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد ہی سے حاصل کی اور تکمیل اپنے والد ماجد ہی کے تلمیذ مولانا شاہ عبد اللہ بہاولپوری مولانا قاضی عبد الرزاق کانپوری سے کی اور درس نظامی کی آخری کتابیں اور احادیث کی تکمیل اپنے خالو حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ سے کی۵

۵- استاذ زمن حضرت مولانا احمد حسن کانپوری ۳ر صفر ۱۲۹۶ھ میں بمقام ڈسکہ پنجاب میں پیدا ہوئے۔ مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے شرف تلمذ حاصل کیا اور باقی زندگی مدرسہ فیض عام کانپور میں درس و تدریس میں گذار دی۔ آپ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ سے بیعت تھے اور ان سے خلافت بھی حاصل تھی آپ کو اپنے پیر و مرشد سے جو خاص عقیدت تھی اس کا اظہار اس طرح کیا کہ مکہ مکرمہ میں آپ کی مزار پر ۶ ماہ تک اپنی ریش مبارک سے مزار کے اردگرد جھاڑو دی۔ ندوۃ العلماء کے رد میں مولانا احمد حسن کانپوری نے اعلیٰ حضرت کے ساتھ مکمل تعاون کیا جس کا ذکر اعلیٰ حضرت کے ملفوظات میں موجود ہے آپ محدث سورتی کے ہم زلف تھے اور طویل رفاقت میں کبھی ایک دوسرے سے اختلاف نہیں کیا۔ امکان کذب باری کے خلاف ایک مبسوط رسالہ لکھا "تنزیہ الرحمٰن عن شائبۃ الکذب والنقصان" اس کے علاوہ قلمی تفسیر بھی موجود ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کئی کتابوں پر حاشیہ لکھا ۳ر صفر ۱۳۲۲ھ میں انتقال ہوا۔ کانپور میں ہی سپرد خاک ہوئے۔

مجید

مولانا نثار احمد کانپوری کی اعلیٰ حضرت سے شروع سے ہی گہری عقیدت و محبت تھی۔ چنانچہ فراغت کے بعد طریقت میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے نہ صرف شرف بیعت حاصل کی بلکہ خلافت سے بھی نوازے گئے[1]

مولانا نثار احمد اہلسنت وجماعت کے انتہائی نامور عالم اور مسلمانوں کے سیاسی اور مذہبی رہنما تھے آپ نے ۱۹۰۰ء سے ملکی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا پورے ملک میں آپ کے وعظ کی دھوم تھی اور حقیقت میں اپنے وقت کے سحر البیان واعظ ومقرر تھے اور آپ نے کئی مرتبہ بمبئی کے مشہور رافضی عالم مولوی عبدالشکور کاکوری کو مناظرہ میں شکست فاش دی۔

مولانا نثار احمد کی ملک گیر قومی سیاست کا آغاز ۱۹۱۳ء میں مسجد مچھلی بازار کانپور کے سانحہ سے ہوا جس میں آپ نے پوری صلاحیت کا مظاہرہ کیا[3]

آپ ملک کی خدمت اور جذبہ سے سرشار تھے اسی لئے ۱۹۲۰ء میں مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ بھی ہوگئے جس کی وجہ سے پیرو مرشد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے عتاب کا نشانہ بنے۔ مگر جلد ہی اللہ تعالیٰ نے راہ راست دکھائی اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو ساتھ لے کر سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد کی وساطت سے مرشد برحق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور توبہ کی۔ مولانا عبدالباری نے بھی اسی اجتماع میں توبہ کی اور اسے باقاعدہ شائع بھی کیا[4]

مولانا نثار احمد کانپوری کو انگریز سے سخت نفرت تھی آپ کی انگریز دشمنی اور جذبۂ آزادی کا اندازہ ۱۹۳۱ء کے اس تاریخی واقعہ سے لگایا

۱۔ شاہ مانا میاں "سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی" ص۷۹ امین برادرز کراچی ۱۳۹۰ھ

۲۔ ایضاً

۳۔ خواجہ رضی حیدر "محدث سورتی" ص۲۹۲ سورتی اکیڈمی کراچی

۴۔ شاہ مانا میاں، سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی ص۷۹ امین برادرز کراچی ۱۳۹۰ھ

جا سکتا ہے جس میں آپ مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ بغاوت کے جرم میں گرفتار ہوئے اور خالق دینا ہال کراچی میں آپ پر مقدمہ چلایا گیا جس میں آپ کو ۲ سال کی سزا سنائی گئی۔[۵]

مولانا نثار احمد کانپوری نے پاک و ہند میں اٹھنے والی ہر تحریک میں حصہ لیا جس نے آگے چل کر حصول پاکستان میں اہم کردار ادا کیا اس کے علاوہ جنگ طرابلس اور بلقان کے مواقع پر بھی علماء فرنگی محلی کے تعاون سے ترک مسلمانوں کی امداد کے لئے بڑی تندہی سے کام کیا۔ اس طرح جب حجاز مقدس میں مقامات مقدسہ کے ساتھ لاپرواہی برتتے ہوئے انہدام کرنے کی سعی کی گئی تو آپ نے اس پر شدید احتجاج بلند کیا اور حکومت برطانیہ سے مطالبہ کیا کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کا احترام کرتے ہوئے حکومت حجاز سے احتجاج کرے اور نجدی کارروائیوں کو رکوائے غرض کہ مولانا کی پوری زندگی عالم اسلام کی سربلندی کے لئے جدوجہد کرتے ہوئے گذری اور اپنی ذات کو قومی خدمات کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ مگر افسوس کہ مورخین اور تذکرہ نگاروں نے یکسر نظر انداز کر دیا۔[۶]

مولانا نثار احمد ۱۹۳۱ء میں ارادہ حج سے نکلے اور حج سے واپسی پر اپریل کے آخری عشرے میں جدہ شہر میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کی جانب کوچ کر گئے۔ آپ کے انتقال پر امرتسر کے اخبار "الفقیہہ" نے خبر کی سرخی ان الفاظ میں لگائی "آفتاب علم وعمل غروب ہو گیا" اور ساتھ میں لکھا کہ مولانا کانپوری زبردست عالم و فاضل اور نہایت ہی مخلص اور بے تکلف بزرگ تھے۔[۷]

۵۔ ایضاً

۶۔ خواجہ رضی حیدر "محدث سورتی" ص ۲۹۵ سورتی اکیڈمی کراچی

۷۔ ایضاً ص ۲۹۷

حاجی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے خادم خاص تھے اور اس خدمت پر مامور تھے کہ باہر سے آنے والی ڈاک اعلیحضرت کی خدمت میں پیش کرتے اور باہر جانے والی ڈاک، ڈاکخانہ تک پہنچا دیتے۔ آپ کا شمار اعلیٰحضرت کے محبوب خلفاء میں ہوتا ہے۔ [1]

افسوس کہ آپ کے تفصیلی حالات دستیاب نہ ہوسکے۔

مولانا یقین الدین بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بریلی کے باشندے، اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے تلمیذ رشید اور خلیفہ تھے۔ آپ نے ترکِ تقلید وغیرہ مسائل میں شیخ طیب مکی پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور کے رد میں ایک مبسوط کتاب تالیف کی۔ دارالافتاء رضویہ بریلی شریف میں فتویٰ نویسی کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حفظِ قرآن کی نعمت سے سرفراز فرمایا تھا۔ ۱۱ جمادی الآخر ۱۳۷۰ھ میں وصال ہوا۔ [2]

مزید حالات دستیاب نہ ہوسکے۔

---

[1] اذکار حبیب رضا، از شاہ محمد عارف اللہ قادری، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۹۷۶ء،

[2] تذکرہ علماء اہلسنت، مطبوعہ کانپور ص ۲۶۴ -

مولانا ہدایت رسول قادری لکھنوی علیہ الرحمہ

(از۔ وجاہت رسول قادری)

ماخوذ از ماہنامہ "سنی" لکھنؤ مئی جون ۱۹۶۱ء

باز ایں اوراق را شیرازہ کن
باز آئینِ محبت را تازہ کن

سرزمین پاک و ہند کے افق پر انیسویں صدی عیسوی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں جو عظیم علمی، دینی اور سیاسی شخصیات ابھری، ہیں ان میں علامہ مولانا سید ہدایت رسول صاحب قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بھی اہم کردار کی حامل ہے۔

مولانا ہدایت رسول قادری ابن مولانا سید محمد احمد رسول قادری (غالبا) ۱۸۶۰ء میں رامپور میں پیدا ہوئے[1] آپ کے آباؤ اجداد سادات بخارا سے تھے، آپ کے جدامجد مولانا شاہ سید عبدالرسول علیہ الرحمہ بخارا سے ہجرت کرکے سورت اور پھر رامپور آکر بس گئے اور وہیں وصال فرمایا۔

مولانا ہدایت رسول نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ اپنے والد کے وصال کے بعد رام پور سے لکھنؤ تشریف لے آئے اور کچھ عرصے

---

[1] بروایت والد ماجد وزارت رسول قادری

بعد بریلی شریف میں اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کسب علوم ظاہری و باطنی کیا۔ اپنی حق گوئی و بے باکی اور دلپذیر انداز خطابت کی وجہ سے بارگاہ اعلیٰحضرت سے سیف اللہ المسلول شیر بیشۂ اہل سنت، مجاہد ملت اور سلطان الواعظین وغیرہ کے خطابات سے نوازے گئے۔

سلسلۂ بیعت

آپ سید شاہ ابوالحسین نوری میاں صاحب مارہروی رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور بارگاہ نوری سے اجازت و خلافت سے بھی نوازے گئے۔ بعد میں اعلیٰحضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ نے بھی خرقۂ خلافت عطا کیا۔ آپ کے مریدین کی تعداد خاصی تھی لیکن عام طور سے آپ لوگوں کو زیادہ تر اعلیٰحضرت یا سرکار مارہرہ شریف سے بیعت ہونے کی ترغیب دیتے تھے۔

اجمیر شریف، داؤد نگر، نصیر آباد اور لکھنؤ وغیرہ میں آپ کے مریدین کی تعداد زیادہ تھی۔ لکھنؤ کی سرزمین پر حضرت شاہ پیر محمد صاحب ساکن باغ انوار غالباً آپ کی آخری نشانی تھے۔ اس کے علاوہ آپ کے خاص مریدین میں شیر بیشۂ اہلسنت حضرت علامہ حشمت علی خان صاحب کی والدہ ماجدہ اور والد ماجد حضرت شاہ نبی بخش صاحب قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا شاہ ہدایت رسول صاحب قادری کا فیضانِ نظر ہی تھا کہ مولانا حشمت علی خان صاحب کو مدرسہ دیوبند سے نکال کر دار العلوم منظر اسلام بریلی میں اعلیٰحضرت کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اعلیٰحضرت سے محبت وقربت :-

حضرت مولانا ہدایت رسول قادری صاحب کو اعلیٰحضرت فاضل بریلوی سے بے پناہ تعلق خصوصی لگاؤ تھا۔ آپ کی محبت وعقیدت کا یہ عالم تھا کہ آپ کوئی قدم جو دین وملت کی بھلائی کے لیے ہوتا آپ انکے مشورے کے بغیر نہ اٹھاتے، اعلیٰحضرت بھی آپ سے بہت محبت فرماتے اور آپ کا بے حد اکرام فرمایا کرتے تھے۔ استاد وشاگرد کے تعلق کے علاوہ اعلیٰحضرت آپ کو اپنا دست راست جانتے تھے۔ چنانچہ آپ کا یہ قول بہت مشہور ہے کہ

"اگر مجھ جیسا لکھنے والا اور ہدایت رسول جیسا بولنے والا ہندوستان میں اور ہوتا تو بدمذہبیت کا نام ونشان تک نہ ملتا"

غوث اعظم کا پنجہ :-

حضرت مولانا کی پشت مبارک پر ایک پنجے کا نشان تھا جس کی نسبت اس وقت کے اکابرین اولیائے کرام نے فرمایا کہ عالم ارواح میں حضرت سیدنا جلالت مآب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی پشت پر اپنا دست مبارک رکھا تھا اور یہ آپ کی کرامت خاص تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ نے اپنے اس شعر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

حق گوئی وبیباکی :۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جس کے شاہد اس دَور کے اخبارات ورسائل کے صفحات ہیں کہ مولانا ہدایت رسول قادری خدا کے علاوہ کبھی کسی سے نہ ڈرے اور اعلائے کلمۃ الحق، احقاق حق، ابطال باطل اور تبلیغ دین ومسلک کے سلسلے میں کبھی کسی کی رو رعایت نہ کی اور نہ کبھی کسی سے ڈرے نہ دبے، حتی کہ اس وقت کی جابر وظالم برطانوی حکومت کے خلاف بھی جرأت مندانہ تقریریں کیں۔ اور فرنگی حکومت کا جبرواستبداد اور قید وبند انہیں ذرا خوف زدہ نہ کرسکا۔

دینی وملی خدمات :۔

مولانا اپنے دَور کے بلند پایہ عالم باعمل تھے۔ ان کے علمی بزرگی اور شرف کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ امام احمد رضا محدث بریلوی کے شاگرد خاص اور ان کی بارگاہ کے فیضیاب تھے۔ اور ان کے دست راست کہلاتے جاتے تھے۔

آپ تحریروتقریر دونوں میدانوں کے شہسوار تھے۔ بے مثل اور نڈر مقرر تھے۔ آواز بھاری اور رعب دار تھی اور اللہ رب العزت نے ان کو یہ کرامت عطا کی تھی کہ ان کی آواز ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کے مجمع میں تمام سامعین تک یکساں پہنچتی تھی۔

آپ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے اور امام احمد رضا قدس سرہٗ کی پیروی میں نعت کو صنف سخن کے طور پر اختیار کیا، بدقسمتی سے آپ کا

کوئی باضابطہ دیوان تو محفوظ نہیں مگر چند مشہور نعتیں جو مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہوتی رہی ہیں، دستیاب ہیں۔ ان کی تین مشہور نعتوں کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

تری الفت میں مر مٹنا شہادت اس کو کہتے ہیں
ترے کوچے میں ہونا دفن جنت اس کو کہتے ہیں
ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں
ترا مفتون، رجاں دادۂ تیرا عاشق ترا شیدا
ترا خادم، ترا بندہ ہدایت اس کو کہتے ہیں

تمہارا ذکر میرا دین و ایماں یا رسول اللہ
تمہارا مصحف رخ میرا قرآں یا رسول اللہ
نظر آتا نہیں تیرے سوا دونوں عالم میں
تجھی میں ہے فنا تیرا ثنا خواں یا رسول اللہ
کھلے جب روبرو ستار کے پردہ گناہوں کا
ہدایت کے ہو سر پر تیرا داماں یا رسول اللہ

یہی ہے التجا تجھ سے خدائے دو جہاں میری
کہ ہو قرباں ترے محبوب کے قدموں پہ جاں میری
نہ سمجھیں اہل ظاہر تجھ کو دور میرے مولا سے
پڑا ہوں ہند میں لیکن مدینے میں ہے جاں میری

ہدایت قید میں ہے دشمن دیں کی تو کیا غم ہے
ابھی کٹتی ہیں شاہ دیں جو چاہیں بیڑیاں میری

مولانا کے کلام میں جہاں دبستان لکھنؤ کی چاشنی، سہل ممتنع، سادگی اور بے ساختگی کی خوبیاں نمایاں ہیں وہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے ساتھ ان کی وابستگی وارفتگی اور شیفتگی بدرجۂ اتم جھلکتی ہے۔

مولانا شاعر کے علاوہ ایک اچھے ادیب اور قلم کار بھی تھے، لیکن افسوس کہ ان کے تحریر شدہ مقالات اور تصانیف و تالیفات اب نا پید ہیں۔ صرف دو کتابیں، ایک امام غزالی کی کتاب "ایہاالولد" کا ترجمہ "فیوض ہدایت" اور دوسری "تنبیہ المفتری" کا پتہ چل سکا ہے۔ فیوض ہدایت (۱۳۱۶ھ) تاریخی نام ہے، نواب خواجہ سلیم اللہ صاحب، نواب ڈھاکہ کی خصوصی فرمائش پر ترجمہ کیا گیا تھا۔ اور ۱۳۱۹ھ میں مطبع اعجاز محمدی لکھنؤ سے شائع ہوا۔

مولانا موصوف علم قرآن و حدیث و دیگر علوم اسلامیہ کے علاوہ علم فلکیات اور علم جفر سے بھی خاص شغف رکھتے تھے غالباً یہ اعلیٰحضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ کی صحبت کا اثر تھا اس کے علاوہ آپ دیگر ادیان کی کتب مثلاً توریت، انجیل، گیتا وغیرہ کے بھی عالم تھے۔ آپ اردو فارسی، عربی اور سنسکرت چاروں زبانوں پر دسترس رکھتے تھے۔

تبلیغ وارشاد

مولانا ہدایت رسول صاحب نے اپنی حیات مستعار کے ایک ایک

لمحہ کو تبلیغ دین و مسلک اہلسنت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

انہوں نے تقریر، تحریر، مناظرہ اور اخبارات و رسائل میں مضامین کے ذریعے ترویج اشاعت دین کی خدمت انجام دی، لیکن سب سے زیادہ شہرت آپ کو آپ کی تقاریر اور مناظروں سے حاصل ہوئی۔

آپ نے ہندوستان کے طول و عرض میں تبلیغی دورے کیے، دہلی بمبئی، کراچی، کاٹھیاواڑ، بنارس، کلکتہ، ڈھاکہ، حیدر آباد (دکن) پٹنہ مارہرہ، بدایوں، پیلی بھیت، رامپور، لکھنؤ، راجپوتانہ اور بہت سے دیگر قصبوں اور شہروں کے مسلسل دورے کیے اور اپنی تقاریر اور مناظروں سے دین اسلام اور مسلک حقہ اہلسنت و جماعت کی حقانیت کو اجاگر کیا۔ ہزاروں گمراہ مسلمانوں کو راہ ہدایت دکھائی اور ہزاروں مشرکوں اور کافروں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ آپ نے دین اسلام کی حقانیت ظاہر کرنے کے لیے آریوں، عیسائی پادریوں اور قادیانیوں سے کئی معرکتہ الآرا مناظرے کیے اور مسلکی حوالے سے نیچریوں، رافضیوں اور وہابیوں، دیوبندیوں سے کامیاب مناظرے کیے۔

سیاسی خدمات :-

آپ نے امام احمد رضا کی طرح سرزمین ہند پر فرنگیوں کے تسلط ([illegible]) کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ آپ انگریزوں کے کالے قوانین کی منسوخی کے لیے برابر جدوجہد کرتے رہے۔ اس سلسلے میں ان کا انگریزوں سے ایک ہی مطالبہ تھا کہ انگریزوں نے سازش کے ذریعے تخت دہلی پر قبضہ کیا لہٰذا ہندوستان کا اقتدار مسلمانوں کے حوالے کرکے، انہیں سرزمین

ہندسے نکل جانا چاہیے جدوجہد آزادی کی ان کوششوں میں مولانا بارہا پابند سلاسل ہوئے اور قید و بند کی اذیتیں برداشت کیں۔ لیکن ان کے پائے ثبات کو لغزش نہ آئی۔

انگریزوں کے خلاف جرأت و بے باکی کے سلسلے میں ان کے کئی کارنامے مشہور ہیں جن میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۸۹۶ء میں شہر لکھنؤ میں طاعون کی وبا پھیلی انگریزوں نے ایک قانون بنایا کہ طاعون کی بیماری میں مرنے والے ہر شخص کی لاش خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان چونے کی بھٹی میں جلا دی جائے گی اور لکھنؤ کے محلہ عیش باغ روڈ میں انگریزوں نے اس کام کے لیے چونے کی ایک بھٹی بھی قائم کر دی۔ مولانا ہدایت رسول نے اپنی تیز و تند تقاریر سے اس قانون کی زبردست مخالفت کی اور ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کر کے انگریزوں کو یہ چیلنج کر دیا کہ اگر ایک مسلمان کی لاش کو بھی جلانے کی کوشش کی گئی تو لکھنؤ میں کوئی انگریز حاکم زندہ نہیں بچ سکے گا۔ ان کی اس پرجوش تقریر کا یہ اثر ہوا کہ ان کی اپیل پر پورے لکھنؤ میں مکمل ہڑتال کی گئی اور انگریزوں کے بچے دودھ کے بغیر بھوکے مرنے لگے آخر میں انگریز حاکموں نے پریشان ہو کر یہ قانون واپس لے لیا اور انگریز کمشنر نے مولانا سے معذرت کی۔

دوسرا مشہور واقعہ ایڈورڈ ہفتم کے خلاف ایک مضمون کا ہے جنگ بلقان کے دوران یا بعد میں ایڈورڈ ہفتم نے سلطان ترکی کی شان میں گستاخی کی۔ مولانا نے یہ خبر پڑھتے ہی دوسرے دن اخبار دبدبۂ سکندری میں ایڈورڈ ہفتم کے خلاف ایک باغیانہ مضمون لکھا جس کا عنوان تھا "ملکہ وکٹوریہ کے پوپلے بیٹے تیرے منہ میں مسلمانوں کا پیشاب" یہ ایک

ایسا جلا تھا جو اس دورِ استبداد میں برطانوی سامراج کے لیے ناقابلِ برداشت تھا وہ بھی ایک مسلمان کی زبان سے۔ اس وقت باغیانہ بیانات اور کاوشوں پر جو اذیت ناک سزائیں دی جاتی تھیں ان کا آج کے دور میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مولانا گرفتار ہوئے، بغاوت کا مقدمہ چلا، پھانسی کی سزا ہوئی، لیکن اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے فضل و کرم سے تاج برطانیہ کے جشنِ تاجپوشی کی تاریخ کی وجہ سے جہاں اور قیدیوں کی سزائیں معاف ہوئیں آپ کی سزا بھی معاف ہوگئی۔ ؎۱

اس کے علاوہ آپ نے اس وقت کے کابل کے حکمراں امیر عبد الرحمٰن اور زار روس سے خفیہ ملاقات بھی کی اور ان دونوں حکومتوں کو انگریز ہندوستان پر حملے کی ترغیب بھی دی اس سلسلے میں انہوں نے بہت سے خفیہ راستوں سے بھی ان حکومتوں کو آگاہ کیا جہاں سے ہندوستان پر حملہ کرنا نسبتاً آسان تھا۔ اس اسکیم میں انگریزوں کی شکست کے بعد اقتدار مسلمانوں کے سپرد کرنے کا پلان تھا کم از کم شمال مغربی ہند میں ایک آزاد مسلم خطہ ضرور قائم ہو سکتا تھا۔ ؎۲

اس طرح مولانا ہدایت رسول صاحب تحریک آزادی کے اولین علمبرداروں میں سے تھے۔ مولانا کا ایک عظیم کارنامہ یہ بھی تھا کہ ایک گستاخِ رسول کو جو سنسکرت میں آپ کا استاد بھی تھا واصلِ جہنم کیا۔

؎۱ بروایت والد ماجد وزارت رسول قادری بحوالہ مولانا نعیم الدین مرادآبادی و مولانا حامد رضا خان صاحب۔

؎۲ ایضاً

یہ واقعہ اعلیٰحضرت کے علم میں بھی تھا مگر چند ملی اور سیاسی وجوہ کی بنا پر آج تک صیغۂ راز میں رکھا گیا۔ [1]

ایثار و قربانی

مولانا میں ایثار و قربانی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا انہوں نے کئی بار اپنا مال و متاع راہِ خدا میں مختلف موقعوں میں چندوں میں عطیۃً دیکر سنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عمل کیا۔ بلکہ ایک بار جنگ بلغاریہ کے موقعہ پر اپنے دو فرزندوں مولانا عنایت رسول مدیر ماہنامہ سنی لکھنؤ اور مولانا شرافت رسول رحمہما اللہ کو نیلام کرکے اس کی رقم ترکوں کے امدادی فنڈ میں دے دی۔ اسی لیے مولانا کے یہ دونوں فرزند کہا کرتے تھے کہ ہم دونوں بھائی راہ خدا میں بکے ہوتے ہیں۔ مولانا کے نواب کلب علی صاحب، نواب رامپور کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے۔ نواب صاحب مذہباً حنفی اور مشرباً قادری تھے، علم دوست اور علماء نواز تھے۔ مولانا کے توسط سے اعلیٰحضرت سے کئی علمی مسائل میں انہوں نے استفادہ بھی کیا۔ وہ اعلیٰحضرت کی علمی و عبقری شخصیت کے گرویدہ تھے۔ لیکن اعلیٰحضرت نے بایں ہمہ عقیدت و محبت نواب صاحب کے اصرار اور مولانا ہدایت رسول کی سفارش کے باوجود نواب رام پور کے دربار میں کبھی حاضری نہیں دی۔
نواب کلب علی کے انتقال پر ان کے لڑکے نواب حامد علی ریاست رامپور کے حکمراں بنے۔ بعد میں انہوں نے رافضی مذہب اختیار کر لیا۔

---

[1] بروایت دامادِ رابعہ وزارت رسولی قادری بحوالہ مولانا نعیم الدین مرادآبادی و مولانا حامد رضا خاں صاحب۔

جس کی بنا پر مولانا کا ان سے اختلاف ہو گیا اور اسی لیے نواب حامد علی نے بعد میں مولانا کو کافی پریشان کیا۔ نواب حامد علی نے اپنی بیمار بیگم کی شفایابی کے امکانات کے لیے مولانا ہدایت رسول کے ذریعے اعلیٰحضرت سے علم جفر کی روشنی میں جواب مانگا تھا اعلیٰحضرت نے ان کے سوالات کے جواب میں جو پیشین گوئیاں فرمائیں نواب صاحب کی بیوی کے ساتھ ویسے ہی معاملات پیش آئے۔ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ میں مولانا ہدایت رسول اچانک بیمار پڑ گئے۔ مسلسل تین دن اور تین رات ان کو سخت اسہال کی شکایت ہو گئی۔ اور رمضان المبارک کی ۲۳ ویں شب ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۵ء کو آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو انگریزوں نے زہر دلوایا تھا۔ مولانا کے انتقال کے بعد اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ "آج میرا دست راست جاتا رہا" آپ کا مزار مبارک رامپور میں حضرت شاہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے بائیں جانب ہے آپ کے وصال پر مولانا عبد الکریم درس (کراچی) جد امجد مولانا اصغر درس صاحب نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کہی۔

میرا دل سوز سے آتش فشاں ہے
پگھلتا جس سے مغز استخواں ہے

اگر ہے بلبل شیراز سعدی
ہدایت بلبل ہندوستان ہے

بس اب اے درس یہ تاریخ کہہ دو
امام الواعظین معجز بیان ہے۔

۱۳۳۲ھ

آپ نے اپنی زندگی میں پانچ نکاح کیے۔ سب سے پہلی شادی حیدرآباد دکن کے ایک معزز خاندان میں ہوئی جن سے آپ کے صاحبزادے مولانا امانت رسول عشقی صاحب اور مولانا شفاعت رسول پیدا ہوئے۔

ان کے انتقال کے بعد آپ نے یکے بعد دیگرے چار شادیاں بمبئی، لکھنؤ، بنارس اور دہلی کے معزز گھرانوں میں کیں یہ چاروں محترم بیویاں آپ کی زندگی کے آخری حصے تک آپ کے ساتھ تھیں۔ ان سب میں بنارس والی زوجہ محترمہ سادات کرام سے تعلق رکھتی تھیں۔ مولانا کی وفات کے وقت تقریباً آپ کی چالیس اولادیں تھیں۔ اس میں مندرجہ ذیل شخصیات زیادہ مشہور ہوئیں۔

- مولانا امانت رسول عشقی (حیدرآباد)
- مولانا شفاعت رسول (حیدرآباد)
- مولانا شفقت رسول (بمبئی)
- حکیم حفاظت رسول (بمبئی)
- مولانا عنایت رسول (محمد عمر وارثی) (لکھنؤ)
- مولانا شرافت رسول (لکھنؤ)
- مولانا وزارت رسول قادری رضوی حامدی (بنارس)

مولانا کے انتقال سے اہلسنت کے علماء کی اس وقت کی علمی وسیاسی جدوجہد کو کافی دھچکا پہنچا۔ اور ان کی شخصیت سے جو خلاء پیدا ہوا وہ ایک زمانے تک نہ بھرا جا سکا۔ اللہ تعالیٰ! اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ اور ان کے نقش قدم کو ہمارے لیے مشعلِ راہ بنائے۔

اس وقت برصغیر پاک و ہند میں سینکڑوں کی تعداد میں ان کی اولاد
بمبئی، لکھنؤ اور کراچی میں آباد ہے۔ ہند میں لکھنؤ میں حضرت
مولانا قیصر وارثی صاحب ابن مولانا عنایت رسول قادری (محمد عمر وارثی)
مدیر ماہنامہ سنی، دینی علمی اور ادبی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ
ایک بہترین شاعر بھی ہیں۔ بہت خوبصورت نعتیں کہتے ہیں۔ کراچی میں
یہ احقر راقم الحروف ۱۹۸۱ء سے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے ایک
ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا ہے۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس حقیر پر تقصیر اور مولانا ہدایت رسول
قادری علیہ الرحمہ کی تمام اولادوں کو بقیۃ الصالحین بنائے اور اپنے اسلاف
کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے
آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ
وعلماء ملتہ اجمعین وبارک وسلم۔

علمی نوادر

(پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

امام احمد رضا کے تلامذہ اور خلفاء پاک و ہند کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں، رفتہ رفتہ ان کے آثار مل رہے ہیں اور اسلامی تاریخ کے ایک اہم باب میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ ۱۹۹۹ء میں سکھر (سندھ) میں قیام کے دوران محترم مولانا حافظ محمد رفیق صاحب (قادری زید عنایتہ مہتمم دارالعلوم جامعہ انوار مصطفیٰ سکھر) نے فرمایا کہ ایک دستاویز ان کے علم میں بھی ہے جو ان کے استاد گرامی مولانا عبدالغفور علیہ الرحمۃ کے گھرانے میں محفوظ ہے۔ تلاش کر کے مہیا کرنے کا وعدہ فرمایا۔ پھر ۲۴ جون ۱۹۹۹ء کو یہ وعدہ پورا ہوا اور موصوف کے صاحبزادے برادرم مفتی محمد عارف سعیدی زید مجدہ اور مکرمی مفتی محمد ابراہیم زید عنایتہ دستاویز لے کر غریب خانہ پر تشریف لائے اور اس کے عکس عنایت فرمائے۔ جزاہما اللہ احسن الجزاء۔

دستاویز کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دو سندیں ہیں جن کا تعلق پاکستان کے مولانا محمد عبدالغفور شاہ پوری سے ہے۔ ایک سند تکمیل ہے جو ۶ ذی القعدہ ۱۳۳۰ھ کو جاری کی گئی، دوسری سند خلافت و اجازت ہے جس پر کوئی سنہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سند تکمیل کے بعد ہی جاری کی گئی ہوگی۔

بقول برادرم مفتی محمد عارف سعیدی اور مفتی محمد ابراہیم قادری زید عنایتہما (سکھر، سندھ) مولانا محمد عبدالغفور شاہ پوری علیہ الرحمۃ کا تعلق سنی گھرانے سے تھا، والد ماجد قاضی محمد عبدالحکیم شاہ پوری علیہ الرحمۃ نے تحصیل علم کے لئے دارالعلوم دیوبند بھیج دیا۔ غالباً اس وقت تک علاقہ شاہ پور (پنجاب) پاکستان کے سنی حضرات کو دارالعلوم کے مقاصد کا علم نہ تھا۔ بہرحال جب مولانا محمد عبدالغفور صاحب دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد شاہ پوری تشریف لائے تو ان کے والد ماجد نے محسوس کیا کہ مولانا موصوف سلف صالحین کی راہ سے ہٹ گئے ہیں چنانچہ وہ صاحبزادے کو بریلی شریف لے گئے تاکہ وہ شکوک و شبہات رفع کرا دئے جائیں جو دارالعلوم دیوبند میں پیدا کر دیے گئے تھے۔ بریلی شریف میں پہلے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب اور مولانا محمد امجد علی اعظمی سے ملاقات ہوئی (سند تکمیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد عبدالغفور صاحب نے ان حضرات سے بعض کتابیں بھی پڑھی تھیں) ان دونوں حضرات سے ملاقات کے بعد جب امام احمد رضا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سارے شکوک و شبہات حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔

جیسا کے عرض کیا گیا ہے کہ یہ دو سندیں ہیں۔ پہلی سند تکمیل ہے جو ١٦/ ذی القعدہ ١٣٣٠ھ کو جاری کی گئی۔ اس میں مولانا کا نام اس طرح لکھا ہوا ہے:

"العالم العامل و الفاضل والفاصل المولوی عبدالغفور بن قاضی عبدالحکیم المتوطن پنجہ ضلع شاہ پور"

آخر میں ان الفاظ کے ساتھ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب کی تصدیق ہیں۔ "انا مصدق لذلک واللہ خیر مالک" اور حجۃ الاسلام کی مہر بھی ہے۔ پھر ان الفاظ کے مولانا محمد امجد علی اعظمی کی مہر بھی ہے۔ قد قراء من بعض الکتب درسہ

دوسری سند میں امام احمد رضا نے تمام سلاسل طریقت میں اجازت و خلافت مرحمت فرمائی ہے۔ اس سند میں مولانا محمد عبدالغفور علیہ الرحمۃ کو ان القاب کے ساتھ یاد کیا گیا ہے۔

"برادر یقینی" صالح سعید' منلح رشید' فاضل حمید' حسن الشمائل' محمود الخصائل' راغب الی اللہ' الغفور الشکور قاری حافظ مولوی محمد عبدالغفور' ابن مولوی حافظ قاری محمد عبدالحکیم شاہ پوری نور بالنور المحتوی ٨لصوری۔"

اس سند پر آخر میں امام احمد رضا کے دستخط ہیں اور مہر بھی ثبت ہے۔ اس کے علاوہ مولانا محمد امجد علی اعظمی' مولانا حامد رضا خاں صاحب' مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب' اور دارالعلوم منظر اسلام "بریلی شریف" کی بھی مہریں ہیں۔

اسی سند کے ساتھ تیسری سند حدیث ہے جو مولوی بشیر احمد صاحب نے عنایت کی ہے آخر میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب نے ان الفاظ کے ساتھ دستخط فرمائے ہیں۔

"وانا علی ذلک من الشاہدین"

راقم اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا "کراچی" کے جملہ اراکین محترم مولانا حافظ محمد رفیق صاحب اور برادر مفتی محمد عارف صاحب سعیدی کے تہہ دل سے ممنون ہیں کہ انہوں نے یہ علمی نوادر عطا فرمائے۔ جزاھما اللہ احسن الجزاء۔